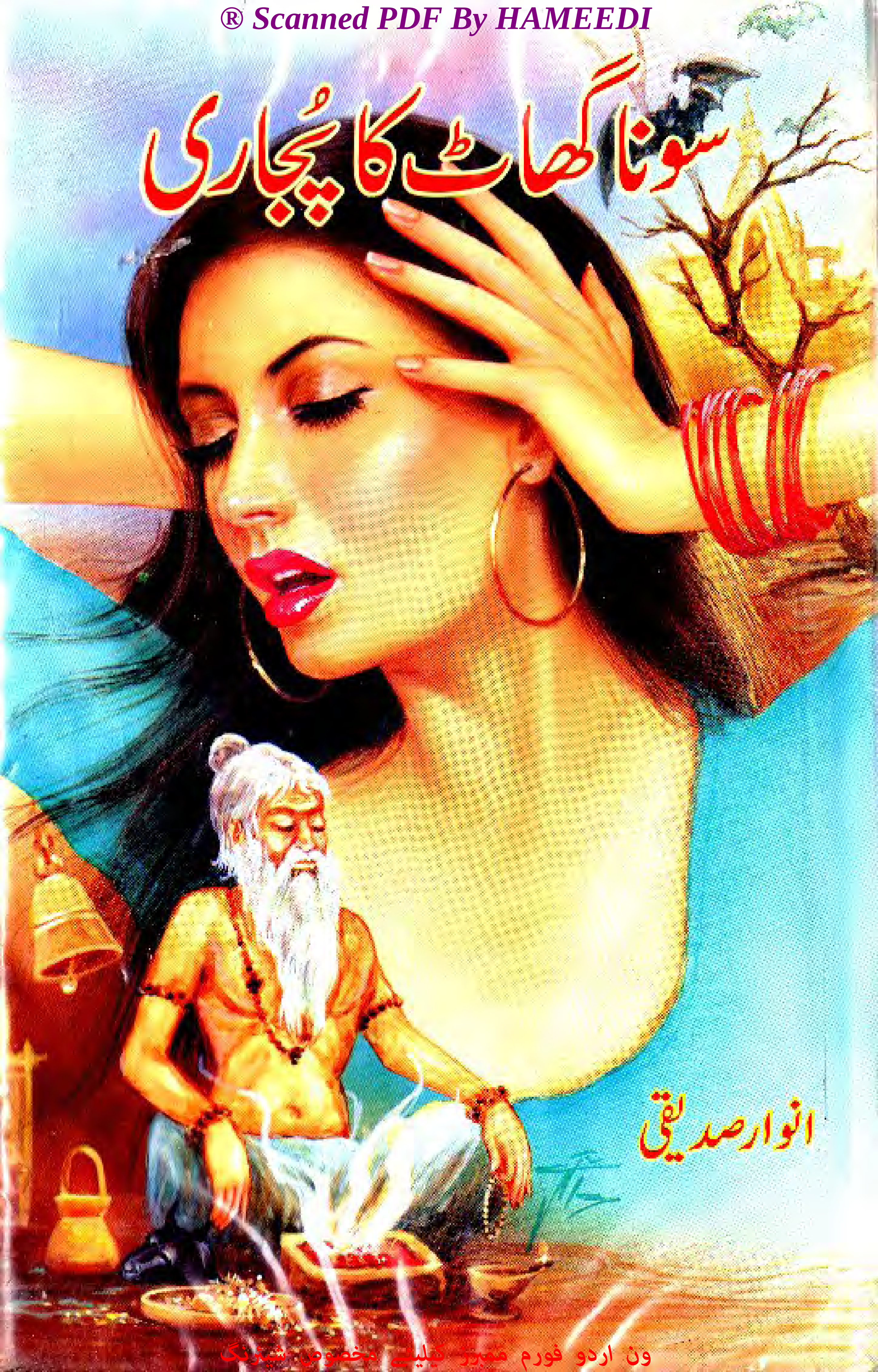

سونا گھاٹ کا پجاری
انوار صدیقی

سوناگھاٹ کا پجاری

انوار صدیقی

اس سے پیشتر کہ میں اپنی کہانی شروع کروں پڑھنے والوں پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مہم جوئی کا شوق مجھے ورثے میں ملا ہے۔ میرے والد برٹش گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدہ دار تھے لیکن ان کی زندگی کا بھی بیشتر حصہ مہم جوئی میں گزرا اور ان کی غیر معمولی موت بھی ایک دشوار گزار مہم میں واقع ہوئی تھی۔

میں چونکہ اپنے بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹا تھا اس لئے والد مجھ سے بہت پیار کرتے تھے۔ میری عمر صرف آٹھ سال کی تھی کہ میری ماں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ دوسرے بھائی بہن چونکہ اپنے گھروں کے ہو چکے تھے اس لئے میں نے اپنی زندگی کے تقریباً چودہ سال باپ کی رفاقت میں گزارے۔ میرے والد کی خواہش تھی کہ میں پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنوں لیکن مجھے پڑھائی لکھائی کا مطلق شوق نہ تھا۔ چنانچہ ایف۔ اے کر لینے کے بعد میں نے والد صاحب سے صاف کہہ دیا کہ اب اس سے آگے پڑھنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ والد صاحب کچھ دنوں تک سمجھانے بجھانے کے بعد خاموش ہو گئے۔

ایف اے کر لینے کے بعد ایک سال تک میں اپنے والد صاحب کے ساتھ گھومتا پھرتا رہا۔ کھانے پینے اور صحت کو بہتر بنانے کے علاوہ مجھے کوئی دوسرا کام نہ تھا۔ والد صاحب نے جب دیکھا کہ میری عمر یوں ہی بیکار جا رہی ہے تو انہوں نے مجھ سے ملازمت کرنے کو کہا اور میرے بہت اصرار پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے مجھے محکمہ جنگلات میں ملازم کرا دیا۔ میرے والد کو آدم خور شیر اور چیتے مارنے کا شوق جنون کی حد تک تھا اور میں بھی اکثر و بیشتر ان کے ساتھ جاتا رہتا تھا۔ اس لئے کم عمر ہونے کے

باوجود جنگلات کے بے شمار اسرار و رموز سے واقف ہو گیا تھا۔ ان تجربات سے مجھے اپنی آئندہ زندگی میں کیا فائدے ہوئے یہ میں آگے چل کر بتاؤں گا۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ اپنی مہم جو طبیعت کی وجہ سے میری زندگی کا ایک عرصہ باپ کے ساتھ گزرا اس لئے میں نے نہ تو کبھی گھریلو معاملات میں دلچسپی لی اور نہ ہی کبھی جائداد وغیرہ کے بارے میں سوچا۔ پہلی بار مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا جب میرے والد ایک دشوار گزار مہم میں کام آ گئے اور میرے بڑے بھائیوں کو جائداد کے بٹوارے کا خیال آیا۔ میں چونکہ شروع ہی سے اپنے بھائیوں سے الگ تھلگ رہا تھا۔ اس لئے مجھے ان کی طبیعتوں کے بارے میں بھی کچھ زیادہ واقفیت نہ تھی۔ چنانچہ جب جائداد کے بٹوارے کا مسئلہ اٹھا تو میرے بڑے بھائیوں نے اور میری بھاوجوں نے دل بھر کر میری حق تلفی کی۔ نقد رقم جو کچھ بھی تھی وہ پہلے ہی ہڑپ کر چکے تھے۔ غیر منقولہ جائداد کا بٹوارا بھی کچھ اس طرح ہوا کہ جتنی اچھی اچھی زمینیں اور عمارتیں تھیں، وہ بڑے بھائیوں نے اپنے حصے میں لے لیں اور مجھے ایک ایسا مکان دیا جو ایک عرصے سے مرمت نہ ہونے کی وجہ سے خالی اور ویران پڑا تھا۔ جب میں نے اپنی اس کھلی حق تلفی کے خلاف احتجاج کیا تو میرے بھائی جو والدین کی زندگی میں مجھ سے بے پناہ محبت کا دم بھرا کرتے تھے، چراغ پا ہو گئے اور کھلے لفظوں میں کہہ دیا۔

"جائداد کی تقسیم جو ہم نے مناسب سمجھی کر دی۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہاری حق تلفی کی ہے تو بڑے شوق سے جا کر عدالت میں درخواست دو اور مقدمہ چلاؤ۔ ہم وقت آنے پر اپنا دفاع بھی کر لیں گے۔"

بھائیوں کا روکھا جواب سن کر مارے غصے کے میرا خون کھول اٹھا۔ دل تو چاہا کہ انہیں اس حق تلفی اور سرد مہری کا مزا چکھا دوں اور ایسا سبق سکھا دوں کہ وہ تمام زندگی یاد رکھیں لیکن یہ سوچ کر کہ ابھی باپ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا اور ان کی روح کو تکلیف ہو گی، میں خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گیا۔ میری خاموشی کی ایک دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ میرے سب سے بڑے بھائی پولیس کے محکمے میں انسپکٹر کے عہدے پر فائز تھے اور انہوں نے مجھے اس بات کی دھونس دی تھی کہ اگر میں نے جائداد کے معاملے میں زیادہ چوں چرا کی تو وہ مجھے کسی کیس میں ملوث کرا کے جیل میں سڑوا دیں گے۔ میں چونکہ خود کو بے یار و مددگار سمجھ رہا تھا اس لئے صبر کر کے واپس اپنی ملازمت پر چلا آیا لیکن اپنے دل میں، میں نے اس بات کا تہیہ کر لیا تھا کہ کم از کم اپنے سب سے بڑے بھائی سے انتقام ضرور لوں گا۔

ڈیوٹی سے واپس آ کر میں نے سب سے پہلے یہ کیا کہ اس ٹوٹے پھوٹے مکان کو جو میرے حصے میں آیا تھا اونے پونے بیچ کر حاصل ہونے والی رقم بینک میں ڈالی اور وقتی طور پر سب کچھ بھول کر ملازمت میں دلچسپی لینے لگا۔ میرے افسران چونکہ میری کارکردگی اور سادہ طبیعت سے بہت زیادہ خوش

تھے اس لئے ایک سال بعد ہی مجھے ترقی دے کر فارسٹ آفیسر کے عہدے پر فائز کر دیا گیا اور اس کے چند روز بعد ہی مجھے شمالی ہندوستان میں نینی تال کے قریبی علاقے کی ایک چیک پوسٹ کا انچارج بنا کر بھیج دیا گیا۔

نینی تال کو اگر ہندوستان کی جنت کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ گرمیاں شروع ہوتے ہی یہاں بڑے آدمیوں کے قافلے جوق در جوق آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ وسط مارچ سے لے کر جولائی تک یہ حصہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہتا ہے۔ مجھے نینی تال کے علاقائی جنگلات کی تقرری کا پروانہ حاصل کر کے جو خوشی ہوئی تھی، وہ زیادہ دنوں تک برقرار نہیں رہ سکی جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ میں ہنگامہ پسند نہیں تھا اور دوسری وجہ جو میرے لئے باعث زحمت ثابت ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ نینی تال میں بغرض تفریح آنے والے اکثر افسران اور معززین جدھر ان کے سینگ سماتے بندوقیں اٹھائے جنگلات میں سیر و شکار کے لئے آ جاتے تھے اور مجھے ان سے آئے دن الجھنا پڑتا تھا کیونکہ ان جنگلات میں بغیر اجازت نامے کے جانوروں کا شکار قانوناً منع تھا اور اوپر سے اس سلسلے میں بڑے سخت احکامات آئے دن موصول ہوتے رہتے تھے۔

اپنے نئے عہدے کا چارج سنبھالے ابھی مجھے دو ماہ بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ ایک روز میں اپنے فرض کی بجا آوری میں ایک شکاری سے الجھ گیا جس نے میرے منع کرنے کے باوجود ایک ہرن پر گولی داغ دی تھی۔ شکاری کا نشانہ خطا ہو جاتا تو ممکن تھا بات آگے نہ بڑھتی لیکن ہرن چونکہ مر چکا تھا اس لئے میں نے غصے میں آ کر جو منہ میں آیا شکاری کو سنا ڈالا۔ اس بات کا علم مجھے تیسرے روز کو ہوا کہ جس شکاری کو میں نے ڈانٹا پھٹکارا تھا، وہ نینی تال کے ڈپٹی کمشنر کا سالا تھا جس نے اپنے بہنوئی سے جا کر میری الٹی سیدھی شکایت کی تھی اور اب مجھے اس کی لمبی چوڑی شکایت پر نینی تال سے ہٹا کر سونا گھاٹ کے جنگلی علاقے میں تعیناتی کے احکامات موصول ہوئے تھے۔

جب بلاوجہ مجھ پر یہ عتاب نازل ہوا تو میرا خون کھول اٹھا۔ چنانچہ چارج دینے سے پیشتر میں دو روز کی رخصت منظور کرا کے سیدھا اپنے ہیڈ کوارٹر گیا اور وہاں سے جا کر اپنے ایک اعلیٰ آفیسر سے ملا جو میرے والد کا دوست رہ چکا تھا۔ گو کہ میرا یہ آفیسر ہندو تھا لیکن والد صاحب کی دوستی کی وجہ سے ہمیشہ میرا بہت خیال رکھتا تھا۔ اس کی سفارش پر میری ترقی بھی ہوئی تھی چنانچہ میں جب اس سے ملا تو پہلے وہ بڑے ٹھنڈے دل سے میری شکایت سنتا رہا پھر بڑی محبت سے مجھے سمجھاتے ہوئے بولا "مسٹر افضل بیگ، میں جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی لیکن معاملہ چونکہ کرل ہارڈنگ (ڈپٹی کمشنر کا نام تھا) کا ہے اس لئے ہم اس کی شکایت پر ایکشن لینے کے لئے مجبور ہو گئے۔"

"لیکن جناب میں نے جو کچھ بھی کیا، وہ قانون کی پیروی میں کیا ہے؟"

"مجھے علم ہے کہ تم نے کوئی غلط کارروائی نہیں کی لیکن پھر بھی برٹش افسروں کو ناراض کرنا ہمارے بس سے باہر کی بات ہے۔"

اپنے افسر کی بات سن کر مجھے غصہ بھی آیا اور تعجب بھی ہوا لیکن لالہ امرناتھ چونکہ والد صاحب کے گہرے دوستوں میں سے تھے اس لئے میں نے بحث مناسب نہ سمجھی اور ہونٹ چبا کر خاموش ہو گیا۔ لالہ امرناتھ نے میرے چہرے سے غالباً میری کیفیت کا اندازہ لگا لیا تھا اس لئے بڑی محبت سے مجھے سمجھاتے ہوئے بولے۔

"افضل بیگ، ہر چند کہ تمہارے تبادلے کے احکامات جاری کرتے وقت مجھے دکھ ہوا تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ تم سونا گھاٹ جا کر خوشی محسوس کرو گے۔ اس علاقے میں تمہیں اپنی مہم جو طبیعت کی دل بستگی کے لئے لاتعداد مواقع ملیں گے۔"

لالہ امرناتھ کے سمجھانے بجھانے سے میری جھلاہٹ کسی قدر کم ہو گئی۔ دوسرے روز میں نے نینی تال جا کر نئے فارسٹ آفیسر ترپاٹھی کو چارج دیا اور اپنا بوریا بستر باندھ کر آبائی شہر واپس آ گیا جہاں پانچ روز گزارنے کے بعد مجھے اپنی نئی تقرری کی جگہ جا کر چارج لینا تھا۔

سونا گھاٹ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے جنوبی ہندوستان کے ترائی کے علاقے میں واقع تھا۔ ہر چند کہ یہ جگہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی لیکن محکمے کے دوسرے لوگوں سے اس جگہ کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ فارسٹ آفیسروں کی ایک بڑی تعداد اس علاقے کی تقرری کے خیال ہی سے یوں خائف رہتی تھی جیسے بکری شیر سے۔ دو چار افسران جو پہلے سونا گھاٹ کے علاقے میں تعینات رہ چکے تھے، ان کا خیال تھا کہ اس علاقے پر کسی بدروح کا سایہ ہے جو اپنے کاموں میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتی اور اگر کوئی دلیر آدمی اس کی راہ میں حارج ہوتا ہے تو چند ہی دنوں میں پُراسرار طور پر مر جاتا ہے یا پھر اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتا ہے۔

سونا گھاٹ کے سلسلے میں یوں تو بے شمار پُراسرار اور حیرت انگیز روایتیں مشہور تھیں لیکن ایک بات جو خاص طور پر سب سے زیادہ مشہور تھی، وہ سونا گھاٹ کے ایک ہندو پجاری پنڈت موہن لال کی شخصیت سے متعلق تھی جسے اس کی موت کے بعد جلانے کے بجائے اس کی وصیت کے مطابق ایک صندلی تابوت میں بند کر کے اس علاقے کے سب سے پرانے مندر کے تہ خانے میں رکھ دیا گیا تھا۔ ایک فارسٹ آفیسر جو پنڈت موہن لال کی موت کے وقت سونا گھاٹ میں تعینات تھا، اس نے وہاں سے تبادلے کے بعد ایک ایسا انکشاف کیا تھا جس سے پجاری کی شخصیت نہ صرف یہ کہ زیادہ پُراسرار بن گئی تھی بلکہ دور دراز کے علاقوں تک اس کا شہرہ ہو گیا تھا اور پجاری کے ہزاروں عقیدت مند پیدا ہو گئے جو دور دور سے آتے اور پجاری کے مندر میں بھجن گا کر واپس چلے جاتے۔

فارسٹ آفیسر کا بیان تھا کہ اس نے پجاری کی موت کے تین ماہ بعد جب اس کی لاش دیکھی تو اس وقت بھی وہ گلنے اور سڑنے کے بجائے اپنی اصلی حالت میں موجود تھی۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ پجاری کی لاش پر کوئی ایسا مسالا بھی نہیں لگایا گیا تھا جو عام طور پر لاشوں کو لمبی مدت تک محفوظ کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پرانے مندر کے نئے پجاری نے فارسٹ آفیسر کو بتایا کہ پنڈت موہن لال مرنے سے پیشتر بھی پُراسرار حیرت انگیز قوتوں کا مالک تھا اور سونا گھاٹ پر آنے والی ہر تباہی کی پیش گوئی قبل از وقت کر دیا کرتا تھا۔ نئے پجاری کے علاوہ علاقے کے دوسرے مقامی ہندوؤں نے بھی اس بات کی تصدیق کی تھی کہ پنڈت موہن لال کی کوئی پیش گوئی کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔ خود اپنی موت کے بارے میں بھی پُراسرار پجاری نے دس روز پیشتر اعلان کر دیا تھا اور اس بات کی تاکید کر دی تھی کہ اس کی لاش کو جلانے کے بجائے پرانے مندر کے تہ خانے میں رکھ دیا جائے تاکہ وہ سونا گھاٹ پر آنے والی مصیبتوں کا مقابلہ اپنی پُراسرار طاقتوں سے جاری رکھ سکے۔ اس نے اس بات سے بھی لوگوں کو خبردار کر دیا تھا کہ اگر اس کی لاش کو جلا دیا گیا تو سونا گھاٹ کا علاقہ تباہ و برباد ہو کر خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائے گا چنانچہ مقامی ہندوؤں نے اسے اس کی وصیت کے مطابق شمشان بھومی لے جانے کے بجائے صندلی تابوت میں بند کر کے پرانے مندر کے تہ خانے میں رکھ دیا۔ غرض یہ کہ سونا گھاٹ کے بارے میں ہزاروں روایتیں مشہور تھیں۔ کچے عقیدے کے لوگوں کی رائے یہی تھی کہ پجاری کی لاش سونا گھاٹ میں نہ موجود ہوتی تو وہ بدروح جو آئے دن علاقے پر تباہیاں لانے کا باعث بنتی تھی یقیناً پورے سونا گھاٹ کو نیست و نابود کر دیتی۔ ایک عام خیال یہ بھی مشہور تھا کہ جب تک پنڈت موہن لال کی لاش اپنی اصلی حالت میں موجود ہے سونا گھاٹ کا علاقہ محفوظ رہے گا۔

اپنے آبائی شہر میں آنے کے بعد میں نے سب سے پہلے دو تین روز کے اندر سونا گھاٹ جانے کے لئے اپنا سامان سفر ٹھیک کیا پھر محکمے کے ایک فارسٹ آفیسر اوم پرکاش سے ملاقات کی جو کسی زمانے میں کچھ دنوں کے لئے سونا گھاٹ کی چیک پوسٹ پر تعینات رہ چکا تھا۔ ہیڈ کوارٹر میں اس وقت بھی یہی ایک افسر موجود تھا جو مجھ سے سونا گھاٹ کے چشم دید واقعات بیان کر سکتا تھا۔

اوم پرکاش سے میری کچھ زیادہ ملاقات نہ تھی لیکن جس وقت میں اس سے ملنے کے لئے اس کے گھر پہنچا اور اپنے آنے کا مقصد بتایا تو ایک لمحے کے لئے اوم پرکاش کا چہرہ فق ہو گیا۔ اس کے سرخ و سفید چہرے پر اس وقت جو تاثرات ابھرے تھے، ان سے یہی ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ میری بات کو مذاق سمجھ رہا ہے۔ بعد میں جب میں نے اسے اپنے تبادلے کے کاغذات دکھائے تو اسے یقین آ گیا لیکن کچھ دیر تک وہ یوں چپ رہا جیسے اپنی بکھری ہوئی یادداشتوں کو جمع کرنے کی کوشش کر رہا ہو پھر اس نے جو سب سے پہلے مجھ سے کہا وہ کچھ عجیب ہی سا تھا۔

''افضل بیگ، کیاتم کسی طرح اپنے تبادلے کے احکامات منسوخ نہیں کرا سکتے؟''

''کیا حقیقتاً سونا گھاٹ کا علاقہ اتنا ہی پُراسرار ہے جتنا اس کے بارے میں مشہور ہے۔'' میں نے بڑی لاپرواہی سے مسکراتے ہوئے پوچھا تو اوم پرکاش نے کچھ ایسی نگاہوں سے مجھے گھورا جیسے اسے میرے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہو رہا ہو۔ اس کی حیرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شاید وہ میری مہم جو طبیعت کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ آپ شاید ان باتوں کو مذاق سمجھ رہے ہیں جو سونا گھاٹ کے بارے میں مشہور ہیں۔'' اوم پرکاش کی آنکھوں میں الجھن نمایاں تھی۔

''میں اس وقت انہی باتوں کے سلسلے میں آپ سے معلومات حاصل کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔'' اوم پرکاش کی الجھن نے میرے تجسس کو اور ہوا دی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ سونا گھاٹ کا نام سنتے ہی وہ کچھ خوف زدہ انداز میں سنجیدہ ہو گیا تھا۔

بڑی دیر تک میں اوم پرکاش سے اصرار کرتا رہا اور وہ مجھے ٹالنے کی کوشش کرتا رہا لیکن جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو وہ مجھے سونا گھاٹ کے بارے میں اپنے تجربات بتانے پر آمادہ ہو گیا۔ جتنی دیر تک وہ مجھے اپنی آنکھوں دیکھی باتیں بتاتا رہا، میں خاموش بیٹھا بڑی دلچسپی سے اس کے ایک ایک جملے کو ذہن نشین کرتا رہا۔ اوم پرکاش نے مجھے جتنی باتیں اور جتنے واقعات بتائے ان میں سے بیشتر میں نے پہلے ہی سن رکھے تھے۔ سوائے ایک اہم واقعے کہ جو میرے لئے نہ صرف یہ کہ نیا تھا بلکہ تعجب خیز بھی تھا۔

اوم پرکاش کے بیان کے مطابق سونا گھاٹ کے پرانے مندر میں جہاں پجاری کی لاش تہ خانے میں موجود تھی کسی کو بھی جانے کی اجازت نہیں تھی۔ صرف مندر کا پجاری ہفتے میں ایک بار تہ خانے میں جا کر پنڈت موہن لال کی لاش کو اس غرض سے جھانک آتا تھا کہ گلنے سڑنے کے آثار تو نہیں پیدا ہو رہے ہیں۔ علاقے کے بڑے افسران بھی اگر پجاری کی لاش دیکھنا چاہتے تو انہیں پہلے نئے پجاری سے اجازت لینا پڑتی تھی اور نیا پجاری ایسے موقع پر اس افسر کے ساتھ ہوتا تھا۔ اوم پرکاش نے جو واقعہ مجھے سنایا وہ ایک ایسے سادھو کے بارے میں تھا جو سونا گھاٹ کے علاقے میں نیا نیا آیا تھا۔ سادھو کے ساتھ اس کے دو چار چیلے بھی تھے جن کے جسموں پر محض لنگوٹی ہوا کرتی تھی اور وہ تمام جسم پر بھبھوت ملے سارے علاقے میں گھومتے پھرتے تھے۔ بڑے سادھو کے بیان میں کچھ ایسا جادو تھا کہ سونا گھاٹ کے مقامی ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد اس کی بھگتی کرنے لگی۔

سادھو کے بارے میں جو بات خاص طور پر نوٹ کی گئی تھی، وہ یہ تھی کہ وہ اناج کو کبھی ہاتھ نہیں لگاتا بلکہ جنگلی پھلوں اور جڑی بوٹیوں پر گزارا کرتا تھا اور بے حد ہٹا کٹا نظر آتا تھا۔ مقامی ہندوؤں نے

سادھو کے لئے ایک دھرم شالہ میں بندوبست کرنا چاہا تو سادھو نے انکار کر دیا۔ دن بھر وہ علاقے میں اِدھر اُدھر گھومتا پھرتا اور رات ہوتے ہی اس بوڑھے برگد کے نیچے آ کر بیٹھ جاتا جو ہندوؤں کے مرگھٹ کے قریب تقریباً ستر سال سے موجود تھا۔ اس درخت کے نیچے بیٹھ کر سادھو تمام رات کوئی جاپ کرتا تھا چنانچہ اس کے بارے میں بھی رفتہ رفتہ یہ بات مشہور ہونے لگی کہ وہ کسی اوتار کا بھیجا ہوا ہے۔

اوم پرکاش کے بیان کے مطابق سادھو تقریباً ایک ماہ تک اپنے روزمرہ کے معمول پر عمل کرتا رہا پھر ایک دن اچانک اس نے یہ اعلان کر دیا کہ سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں جو کچھ مشہور ہے، وہ سب کچھ جھوٹ ہے اور یہ کہ وہ بہت جلد پجاری کے بارے میں ایک ایسا سنسنی خیز اعلان کرنے والا ہے، جس کے بعد سونا گھاٹ کے پجاری کا کچا چٹھا کھل جائے گا۔

سادھو کے اعلان سے سونا گھاٹ میں ہر طرف خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔ جو لوگ پنڈت موہن لال کی شکتی کے قائل تھے، وہ سادھو کو برا بھلا کہنے لگے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو سادھو کی خاموش حمایت کر رہے تھے۔ سادھو کے اعلان کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے سونا گھاٹ میں پھیل گئی اس کے بعد جو واقعہ ظہور پذیر ہوا، وہ انتہائی حیرت انگیز تھا۔ سادھو نے پرانے مندر کے نئے پجاری سے مل کر اس بات کی درخواست کی تھی اور دعویٰ کیا تھا کہ اگر اسے پنڈت موہن لال کی ارتھی ایک نظر دیکھنے کی اجازت مل جائے تو وہ اپنا دعویٰ سچا ثابت کر دکھائے گا کہ سونا گھاٹ کے پجاری کے متعلق جو کچھ مشہور ہے، وہ سب جھوٹ ہے۔ نئے پجاری نے سادھو کو اس کے ارادے سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی۔ اسے سمجھایا بجھایا لیکن سادھو اپنی ضد پر اڑا رہا تو نئے پجاری نے اس شرط کے ساتھ اسے اجازت دے دی کہ جس وقت وہ تہ خانے میں اترے اس وقت مقامی پنڈتوں اور بھگتوں کی ایک بڑی تعداد کا وہاں موجود ہونا ضروری ہے تاکہ اس بات کا فیصلہ کیا جا سکے کہ سادھو اور سونا گھاٹ کے پجاری میں سے کس کی شکتی زیادہ ہے۔ سادھو اس شرط پر فوراً ہی آمادہ ہو گیا۔

اگلے دن سورج ڈھلنے سے تقریباً دو گھنٹے پیشتر طے شدہ پروگرام کے تحت مقامی بھگتوں اور پنڈتوں کی ایک اچھی خاصی تعداد پرانے مندر کے سامنے موجود تھی۔ مقامی ہندوؤں کا ہجوم بھی اس تماشے کو دیکھنے کی غرض سے وہاں جمع ہو گیا، اوم پرکاش کے بیان کے مطابق وہ بھی اس ہجوم میں ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے موجود تھا۔

بھجن اور پرارتھنا کے بعد سب لوگوں کی نظریں سادھو پر جم گئیں جو اپنے خاص چیلوں کے درمیان سینہ تانے بیٹھا تھا۔ اس کے ننگ دھڑنگ جسم پر سیاہ اور لمبے لمبے بال بڑے خوفناک لگ رہے تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور چمکدار تھیں۔ سر کسی انڈے کے چھلکے کی طرح صاف تھا لیکن چٹیا خاصی گھنی اور لمبی تھی۔ پرارتھنا کے بعد مندر کے پجاری کے اشارے پر وہ مسکراتا ہوا اٹھا اور مندر کی ان چوبی

سیڑھیوں کی جانب آہستہ آہستہ قدم اٹھانے لگا جو ایک اونچے چبوترے سے گولائی کی شکل میں گھومتی ہوئی تہ خانے کے اس بڑے دروازے تک چلی گئی تھیں جہاں بھگوان کی مورتی اور دوسرے مذہبی دیوی دیوتاؤں کی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔

سونا گھاٹ کے پجاری کو جس کے بارے میں پنڈتوں اور بھگتوں کا خیال تھا کہ وہ مرا نہیں بلکہ امر ہو گیا ہے، تہ خانے میں محفوظ کئے ہوئے ایک سال سے کچھ اوپر کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس مدت میں نووارد سادھو وہ پہلا شخص تھا جس نے پنڈت موہن لال کی شکتی کو للکارنے اور جھوٹا ثابت کرنے کی جرأت کی تھی چنانچہ سادھو کے قدم جیسے جیسے چبوترے کی طرف بڑھ رہے تھے، لوگوں کے دل کی دھڑکنیں بھی بڑھتی جا رہی تھیں۔ ہر طرف موت کا سناٹا طاری تھا۔ ہر فرد کی نگاہیں سادھو پر جمی ہوئی تھیں جو بڑی شان سے اکڑا ہوا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

چوبی سیڑھیوں والے اونچے چبوترے پر پہنچ کر سادھو رک گیا۔ اس نے پلٹ کر ہجوم پر نظر ڈالی۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی پُر اسرار مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ آنکھیں کسی آدم خور جانور کی طرح چمک رہی تھیں۔ چند لمحے وہ سینہ تانے چبوترے پر کھڑا ہجوم کو دیکھتا رہا پھر اس کے ہونٹ ہلے اور اس کی ٹھوس اور کرخت آواز ابھری۔

''سجنو! میں ایک بار پھر اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں جو قصے اور کہانیاں مشہور کی گئی ہیں، وہ ساری کی ساری جھوٹی ہیں۔ منتر جات کا بھگوان کی شکتی کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ میں دیوی اور دیوتاؤں کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ اپنے کہے کو سچ کر دکھاؤں گا لیکن اس بات سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں پرانے پجاری کی ارتھی کا اپمان کرنا چاہتا ہوں۔''

سادھو نے اتنا کہہ کر پورے ہجوم پر ایک نظر ڈالی۔ پرانے مندر کے پجاریوں اور مجمع میں موجود پنڈتوں اور بھگتوں کی کشادہ پیشانیوں پر بل پڑ گئے۔ سادھو اپنی جگہ سینہ تانے کھڑا مسکرا رہا تھا پھر وہ آہستہ آہستہ گھوما اور سیڑھیوں کو طے کرنے لگا۔ جیسے جیسے وہ اگلی سیڑھی پر قدم رکھتا تھا اس کا نچلا دھڑ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوتا جاتا تھا پھر اس وقت جب کہ اس کا سر لوگوں کو صاف نظر آ رہا تھا ایک ایسا منظر دیکھنے میں آیا کہ ہجوم میں لوگوں کے چہرے مارے خوف کے پیلے پڑ گئے اور کچھ لوگ تو چیخ مار کے بے ہوش ہو گئے۔

تہ خانے کی سیڑھیوں سے ایک نیلے رنگ کا شعلہ سا لپکتا دیکھا تھا اس کے بعد سادھو کی کربناک چیخیں گونجنے لگی تھیں۔ سب سے پہلے پرانے مندر کا پجاری اپنی جگہ سے اٹھا پھر اس کے پیچھے دوسرے پجاری اور پنڈت بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر سیڑھی کی طرف دوڑ پڑے۔ بعد میں قریب پہنچ کر انہوں نے سادھو کو جس حالت میں دیکھا اس سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

ہٹا کٹا سادھو سیڑھیوں پر بے جان پڑا تھا اور اس کا سارا بدن اور چہرہ جھلس کر اس طرح مسخ ہو گیا تھا کہ اندر کی چربی جھانکنے لگی تھی۔ بھگتوں اور پجاریوں کے چہرے خوشی سے دمک اٹھے۔ پنڈتوں نے تجویز پیش کی کہ سادھو کی لاش کو سزا دینے کی خاطر دریا میں بہا کر آبی جانوروں کی بھینٹ کر دیا جائے لیکن پجاریوں نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور سادھو کی لاش کو دھرم کے مطابق جلا کر راکھ کر ڈالا اور اس کی راکھ کو پانی میں بہا دیا گیا۔ سادھو کے سونا گھاٹ کے پجاری کی شکتی کے اس عبرت ناک مظاہرے نے لوگوں کے دلوں پر ایسا خوف و ہراس طاری کر دیا کہ وہ دن کے اوقات میں بھی تہ خانے والی سیڑھیوں سے کترانے لگے تھے۔

اوم پرکاش چونکہ اس واقعے کا عینی شاہد تھا اس لئے جب میں نے اس کی زبانی یہ پُر اسرار واقعہ سنا تو سوچ میں پڑ گیا۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں ان عقیدوں کا قائل نہیں تھا جو جادو، ٹونوں اور آسیبی حالات کی پیداوار بن کر لوگوں کے دلوں پر اپنی دہشت جما لیتے ہیں پھر بھی اوم پرکاش نے جو کچھ مجھے بتایا تھا، وہ میرے لئے جہاں ایک حیرت انگیز واقعہ تھا وہاں اس واقعے نے میرے ذوق تجسس کو اور بھی بھڑکا دیا اور میں نے دل ہی دل میں اس بات کا عہد کر لیا کہ سونا گھاٹ جا کر میں سب سے پہلے پنڈت موہن لال کی لاش کی قوت کا راز معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔

''کیا سوچ رہے ہو میرے دوست۔'' اوم پرکاش نے مجھے خاموش پا کر کہا۔ ''کیا اس واقعے کو سن لینے کے بعد بھی تم سونا گھاٹ سے اپنے تبادلے کے احکامات منسوخ کرانے کی کوشش نہیں کرو گے۔''

''مطلق نہیں۔'' میں اوم پرکاش کی بات سن کر مسکرایا پھر جانے کے ارادے سے اٹھنے لگا تو اوم پرکاش نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔

''افضل بیگ، میں تم کو ایک اور بات بتانا چاہتا ہوں بشرطیکہ تم اس کا کوئی غلط مطلب نہ نکالو۔''

''تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو بے دھڑک کہہ ڈالو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی غلط خیال کو دل میں جگہ نہیں دوں گا۔''

اوم پرکاش نے فوراً ہی میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانئے وہ یوں میرے چہرے پر نظریں جمائے مجھے گھورتا رہا جیسے میری کہی ہوئی بات کی صداقت پر غور کر رہا ہو پھر دبی زبان میں بولا۔

''سونا گھاٹ میں، میں نے کسی مسلمان کو مشکل ہی سے پھلتے پھولتے دیکھا ہے؟''

''کیا تم یہ باور کرانا چاہتے ہو اوم پرکاش کہ سونا گھاٹ کا پجاری اپنی حدود میں مسلمانوں کے وجود کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا۔'' میں نے اس بار کچھ ایسے سرد لہجے میں اوم پرکاش کو مخاطب کیا کہ وہ گھبرا گیا اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"افضل بیگ، میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے تمہیں ڈرانے یا خوفزدہ کرنے کی خاطر یہ بات نہیں کہی تھی بلکہ جو کچھ وہاں دیکھا اور محسوس کیا تھا، وہ بتایا تھا۔ محض تمہاری بھلائی اور بہتری کی خاطر۔"

مجھے اپنے سخت رویے پر شرمندگی محسوس ہوئی چنانچہ میں نے نرم آواز میں کہا۔

"میں تمہاری بات پر ہرگز ناراض نہیں ہوں۔ نہ ہی میں نے اس کا برا مانا ہے بلکہ صرف اپنا ایک خیال ظاہر کیا تھا۔"

"اگر تمہارا دل میری طرف سے صاف ہے تو میری ایک بات اور مان لو اس کے بعد جو تمہارے جی میں آئے کرنا میں منع نہیں کروں گا۔"

"سونا گھاٹ سے اپنے تبادلے کے احکامات کو منسوخ کرانے کے سوا میں تمہاری ہر بات سننے اور ماننے کو تیار ہوں۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔

"میرا صرف یہ مشورہ ہے کہ تم سونا گھاٹ جانے سے پیشتر ٹھاکر مہاراج سے ضرور مل لو۔" اوم پرکاش نے مجھے سمجھاتے ہوئے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ "ٹھاکر جی سے میرے بڑے اچھے تعلقات ہیں۔ بڑے پہنچے ہوئے مہاتما ہیں۔ ان کا کہا میں نے آج تک غلط ہوتے نہیں دیکھا۔"

ٹھاکر مہاراج کے بارے میں، میں نے اپنے دوسرے ہندو دوستوں سے بھی بہت کچھ سن رکھا تھا۔ سب ہی اس بات کے قائل تھے کہ ٹھاکر مہاراج جو بات زبان سے نکالتے ہیں، وہ پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔ کبھی کوئی آدمی ان کے پاس سے خالی ہاتھ مایوس نہیں لوٹا۔ دور دراز علاقوں سے بھی ان کے عقیدت مند اور ضرورت مند ان کے چرن چھونے کی غرض سے آیا کرتے تھے اور خوش خوش واپس پلٹ جاتے تھے۔ ٹھاکر مہاراج کے بارے میں یہ بات بھی مشہور تھی کہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہے اور انہوں نے اپنی پوری جوانی بنارس کے مندروں میں دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ میں گزار دی تھی اور اب اپنا بڑھاپا لوگوں کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مجھے جوتش، نجوم، عمل، رمل اور تعویذ گنڈوں پر کبھی بھی اعتقاد نہیں رہا لیکن اوم پرکاش نے مجھ سے دو تین بار اصرار کیا کہ میں ٹھاکر مہاراج سے مل لوں تو بادل ناخواستہ میں نے اپنی آمادگی کا اظہار یہ سوچ کر کر دیا کہ اسی بہانے زندگی میں ایک اور تجربہ حاصل ہو جائے۔ کچھ مجھے اوم پرکاش پر شبہ ہو رہا تھا کہ شاید وہ کسی خاص وجہ سے مجھے سونا گھاٹ جانے سے روکنا چاہتا ہے یا پھر اپنے مذہبی دیوی دیوتاؤں اور رشی منیوں کے کرشموں سے متاثر کرانے کا خواہش مند ہے۔ بہر حال میں نے اس کے اصرار پر اپنی رضامندی ظاہر کر دی لیکن دل میں یہ پکا ارادہ کر لیا تھا کہ خواہ حالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں، میں ان سے قطعی طور پر نہ متاثر ہوں گا اور نہ ہی سونا گھاٹ جانے کا ارادہ کسی قیمت

پر ترک کروں گا۔

اوم پرکاش دوسرے ہی دن مجھے ٹھاکر مہاراج کے پاس لے گیا جہاں کھلے میدان میں اور بھی بہت سارے لوگ موجود تھے۔ ٹھاکر جی کے جسم پر صرف ایک لنگوٹی نظر آ رہی تھی اور پورے جسم پر صندل اور گیرو ملا ہوا تھا۔ آنکھیں بند کئے وہ ایک پیپل کے پرانے درخت کے تنے کے ساتھ بنے ہوئے گول اور پکے چبوترے پر بیٹھے مالا جپنے میں مگن نظر آ رہے تھے۔ جہاں تک ان کی عمر کا تعلق تھا تو میں نے بھی اندازہ لگایا کہ وہ سو سال سے کچھ زائد ہی کے ہوں گے۔ ان کے جسم پر نظر آنے والے بال روئی کی طرح سفید اور نرم نرم دکھائی دے رہے تھے۔ پورے جسم پر جھریاں سی پڑی ہوئی تھیں۔ چہرے اور پسلیوں کی ہڈیاں صاف طور پر نظر آ رہی تھیں۔

میں اوم پرکاش کے ساتھ مجمع میں ایک طرف بیٹھا تماشا دیکھتا رہا۔ اپنے اپنے نمبر سے ہر آدمی اٹھ کر پہلے مہاراج کے قدم چھوتا پھر اپنی بپتا یا رام کہانی شروع کر دیتا تھا اور اس کے جواب میں کبھی ٹھاکر جی مالا والا ہاتھ اٹھا کر اسے تسلی دے دیتے اور کبھی اشارے سے بھگا دیتے۔ منہ سے کسی سے بھی کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔ ہاں چہرے کی کیفیت میں ضرور اتار چڑھاؤ پیدا ہو رہا تھا لیکن میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی کہ ٹھاکر جی نے ایک بار بھی اپنی بند آنکھیں کھول کر کسی عقیدت مند کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

مجھے اپنے نمبر کے لئے تقریباً چار گھنٹے تک منتظر رہنا پڑا۔ اس عرصے میں میرے اوپر اکتاہٹ سی طاری ہوگئی تھی۔ ایک آدھ بار تو دل نے کہا بھی کہ کس لغویت میں پڑ گئے ہو، اٹھو اور بھاگ چلو لیکن اوم پرکاش کی دل شکنی نہ کرنے کے خیال سے میں دل پر جبر کئے بیٹھا رہا۔ ویسے میں نے اوم پرکاش سے یہ بات پہلے ہی کہہ رکھی تھی کہ وہ جو چاہے میرے سلسلے میں کہہ سکتا ہے لیکن میں اپنی زبان سے کچھ نہ بولوں گا۔

خدا خدا کر کے جب میری باری آئی تو میرے علاوہ دس پندرہ لوگ اور باقی رہ گئے تھے۔ اوم پرکاش میرا ہاتھ تھامے ٹھاکر مہاراج کے سامنے جا کر کھڑا ہوا تو ایک بار پھر میرے دل نے کہا۔ "افضل بیگ، اب بھی موقع ہے۔ نکل بھاگو۔" لیکن اب جب کہ میں اپنا اچھا خاصا قیمتی وقت ضائع کر چکا تھا، دل کا مشورہ بھلا کس طرح قبول کر سکتا تھا چنانچہ میں نے اپنے ذہن کی تمام قوتوں کو یکجا کیا اور ٹھاکر جی کے چہرے کی سمت دیکھنے لگا جو بدستور لکڑی کی وزنی مالا پر خدا جانے کس منتر کا جاپ کر رہے تھے۔

"جے مہاراج۔" اوم پرکاش نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر بڑی عقیدت سے ذرا جھکتے ہوئے کہا پر قبل اس کے کہ وہ میرے بارے میں آگے کچھ کہتا ٹھاکر جی نے الٹا ہاتھ فضا میں بلند کر کے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی ان کا پورا چہرہ سرخ انگارے کی مانند دہک اٹھا۔ جھریوں زدہ کانپتے ہوئے ہاتھ لکڑی کی مالا پر تیز تیز چلنے لگے۔

اوم پرکاش کی حالت مجھے کچھ غیر سی نظر آ رہی تھی لیکن میں اپنی جگہ بدستور لاپرواہ بنا ٹھاکر جی مہاراج کو دیکھتا رہا۔ کچھ دیر تک وہ جلال کی حالت میں رہے پھر میری طرف چہرہ گھما کر آنکھیں کھول دیں۔ نہ جانے ٹھاکر جی کی آنکھوں میں کیسی چمک تھی کہ میں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ زندگی میں، میں نے اپنے والد کے ساتھ بڑے بڑے دشوار گزار معرکے سر کئے تھے لیکن ٹھاکر مہاراج کی آنکھوں کی چمک کچھ ایسی پُراسرار اور سحر انگیز تھی کہ میں چاہنے کے باوجود اپنی توجہ دوسری طرف نہ کر سکا۔

ٹھاکر مہاراج کچھ دیر تک میری آنکھوں میں جھانکتے رہے پھر ان کے چہرے کی کرختگی آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی اور ان کے چہرے پر ایسے آثار نمودار ہوگئے جیسے کسی مشفق استاد کے اپنے شاگرد کے لئے ہوتے ہیں۔ اوم پرکاش نے دوبارہ کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن ٹھاکر جی نے اسے اشارے سے چپ رہنے کو کہا پھر مجھے گھورتے ہوئے بولے۔

''تم مجھ سے پوچھنے آئے ہو کہ تمہارا سونا گھاٹ جانا مناسب ہے یا نہیں۔''

''جی ہاں۔'' میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔

''میں تمہارے شریر کے اندر حیرت انگیز طاقت کو جنم لیتے دیکھ رہا ہوں۔ ایسی طاقت اور ایسی شکتی جس کے آگے بڑے بڑے سورماؤں کی شکتی بھی ہیچ ہوگی۔'' ٹھاکر مہاراج نے مجھے سر سے پیر تک گھورتے ہوئے کہا۔

''کیا سونا گھاٹ کا پجاری مجھے اپنی حدود میں قبول کر لے گا۔'' میں دل کڑا کر کے پوچھ بیٹھا۔

''لڑکے۔ تم میری شکتی کا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو۔'' ٹھاکر مہاراج کے چہرے پر دوبارہ جلال طاری ہوگیا۔ کرخت لہجے میں بولے۔ ''میں تمہارے من کا بھید بھی بتا سکتا ہوں۔ کیا یہ غلط ہے کہ تم سونا گھاٹ کے پجاری کی شکتی کا راز جاننے کے لئے اپنے دل میں پکا عہد کر چکے ہو۔''

''ہاں...... میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔'' میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔

''تو یہ بھی سن لو جیت تمہاری ہوگی۔ لیکن اگر تم نے سونا گھاٹ کے پجاری کو کشٹ دینے کی کوشش کی تو تمام جیون در بدر کی خاک چھانتے پھرو گے۔ کالی شکتیاں تمہیں کبھی آرام و سکون نہ لینے دیں گی۔''

''پھر کوئی اپائے بتائیے نا مہاراج۔'' اوم پرکاش بولا۔

میں خاموش کھڑا ٹھاکر مہاراج کے چہرے کو گھورتا رہا چونکہ میں خود کو پہلے سے تیار کر چکا تھا کہ ان کی کسی بات سے متاثر نہیں ہوں گا اس لئے میرے اوپر کوئی خاص کیفیت طاری نہیں ہوئی بلکہ میں یہ سوچنے لگا کہ ممکن ہے ٹھاکر مہاراج مجھے اپنی باتوں کے سحر سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔

اچانک وہ مجھے گھور کر بولے۔ ''میں جانتا ہوں کہ تو میرے بارے کیا سوچ رہا ہے۔ بھگوان کی بھگتی، دیوی دیوتاؤں کی کرپا سے میری آنکھوں میں اتنی شکتی موجود ہے کہ میں تیرے من کو پڑھ سکوں۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''مہاراج آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔''

''بکواس مت کر بالک۔'' ٹھاکر مہاراج کا چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہوگیا۔ اپنی بڑی چمکدار آنکھیں میری آنکھوں میں ڈال کر وہ زور سے کڑکے۔ ''کیا تیرے من کی یہ اچھا نہیں کہ تو اپنے کنبے والوں سے بدلہ لے۔''

ایک لمحے کو میں چونک اٹھا۔ ٹھاکر نے سچ مچ میرے دل کا حال پڑھ لیا تھا۔ میں اس وقت یہی سوچ رہا تھا کہ اگر اس کی یہ بات سچ ہوئی اور میں پُراسرار قوتوں کا مالک بن گیا تو سب سے پہلے اپنے بڑے بھائی سے انتقام لوں گا۔ جس نے مجھے جیل میں سڑا ڈالنے کی دھمکی دے کر جائیداد کا بیشتر حصہ ہڑپ کر لیا تھا۔

''بالک...... میری بات بڑے دھیان سے سن۔'' ٹھاکر مہاراج نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''نینی تال سے تیرا تبادلہ بھگوان کی مرضی سے ہوا ہے اور اب دیوتاؤں کی مرضی بھی یہی ہے کہ تو سونا گھاٹ جائے لیکن خبردار جو تو نے سونا گھاٹ کے پجاری کو کشٹ دینے کی کوشش کی۔ تمام جیون دکھ اٹھائے گا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے شریر میں بلوان جیسی شکتی پیدا ہو تو تجھے پجاری کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا پڑے گا۔ اسی میں تیری جیت ہے۔''

''مہاراج......'' اوم پرکاش جلدی سے بولا۔ ''اگر میرا دوست اپنا تبادلہ منسوخ کرا لے تو کیا حرج ہے۔''

''یہ ناممکن ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا ساتھی اٹل ارادوں کا مالک ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے سونا گھاٹ جانے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ سونا گھاٹ کے علاقے ہی سے اس کو ایک نیا جیون ملے گا۔ ایسا جیون جس میں قدم قدم پر کٹھنائیں تو ضرور ہوں گی لیکن یہ ان کٹھناؤں کو جھیل جائے گا اور پھر......''

ٹھاکر مہاراج خاموش ہوگیا تو میرا تجسس بڑھ گیا۔ میں نے جلدی سے پوچھا۔

''پھر کیا ہوگا مہاراج۔''

''پھر تو ایسی شکتی کا مالک ہوگا جس کے آگے دیوی دیوتاؤں کی شکتی بھی ہیچ ہوگی۔ تو جو چاہے گا وہی ہوگا۔ تیری ہر خواہش پلک جھپکتے پوری ہوگی پر میری اس بات کو گرہ میں باندھ لے کہ تو سونا گھاٹ کے پجاری کو کشٹ دینے کی حماقت نہیں کرے گا۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ کھڑا سوچتا رہا کہ جانے کیوں ٹھاکر بار بار مجھے سونا گھاٹ کے پجاری کو کوئی تکلیف نہ پہنچانے کی تاکید کر رہا ہے۔ اس راز کو پانے کے لئے میرا شوق تجسس اور بڑھ گیا۔ اوم پرکاش بدستور دونوں ہاتھ جوڑے مہاراج کے سامنے کھڑا تھا۔ اچانک مہاراج نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں میں سمجھا کہ شاید اسے اور کچھ نہیں کہنا چنانچہ میں نے اوم پرکاش کو اشارے سے چلنے کو

کہا مگر قبل اس کے کہ میں وہاں سے ہٹتا ٹھاکر مہراج نے گرجتی ہوئی آواز میں مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"بالک، ایک بات اور گرہ سے باندھ لے...... تجھے پُراسرار شکتی حاصل کرنے کے لئے اپنا دھرم بھی بدلنا ہوگا۔"

"ناممکن۔" میں اچانک بھڑک اٹھا۔

"بھگوان جو چاہے وہ ممکن ہو جاتا ہے۔ تجھے ہر حالت میں اپنا دھرم بدلنا ہوگا۔ حالات تجھے مجبور کر دیں گے۔" ٹھاکر مہاراج نے آنکھیں بند کئے جواب دیا۔ "میں جانتا ہوں کہ تو ایک روز ہنومان مہاراج سے بھی زیادہ شکتی کا مالک ہوگا۔ بس...... اس کے آگے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اگر اوم پرکاش اور وہاں بیٹھے ہوئے دوسرے عقیدت مندوں کا خیال نہ ہوتا تو ممکن تھا میں مہاراج کی شان میں گستاخی کر بیٹھتا۔ بہر حال میں نے خون کا گھونٹ پی کر اپنے اوپر قابو پایا اور ٹھاکر مہاراج کو گھورتا ہوا واپس آ گیا۔

واپسی پر میرا ساتھی اوم پرکاش تمام راستے مجھے سمجھاتا رہا کہ جو کچھ ٹھاکر مہاراج نے مجھے ہدایت کی ہے، میں اسی پر عمل کروں گا مگر میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

گھر آ کر میں نے راتوں رات دوبارہ اپنے سفری سامان کو چیک کیا کہ کہیں ضرورت کی کوئی چیز باقی تو نہیں رہ گئی اور پھر اگلے دن ہی خدا کا نام لے کر سونا گھاٹ کے لئے روانہ ہو گیا۔

سونا گھاٹ پہنچ کر میں نے جس فارسٹ آفیسر سے اپنے عہدے کا چارج لیا اس کا نام روی شنکر تھا۔ یہ شخص پستہ قد اور دوہرے جسم کا ایک خوب صورت نوجوان تھا۔ جسمانی اعتبار سے بھی اگر اسے خوب صورت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہیڈ کوارٹر سے روانگی کے وقت مجھے اوم پرکاش نے اس کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ ایک ہنس مکھ، ملنسار اور دلیر قسم کا آفیسر ہے لیکن میں نے روی شنکر کو اس کے برخلاف پایا۔

پہلی بار جب میں نے اس سے ملاقات کی اور اسے بتایا کہ میں اس سے چارج لینے کی غرض سے آیا ہوں تو اس کی کشادہ پیشانی پر ناگواری کی لاتعداد آڑی ترچھی سلوٹیں ابھر آئیں۔ اس کے چہرے پر اچانک ابھرنے والے تاثرات دیکھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ شاید اسے سونا گھاٹ میں میرا آنا پسند نہیں آیا یا پھر جان بوجھ کر مجھے اس بات کا احساس دلانا چاہتا ہے کہ میں نے یہاں آ کر کسی بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ معاً مجھے اوم پرکاش کی کہی ہوئی بات یاد آ گئی کہ سونا گھاٹ کے علاقے میں کسی مسلمان کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اس خیال کے آتے ہی میرا تجسس اور بڑھ گیا۔ میں نے اپنے تئیں بڑی گرم جوشی سے روی شنکر سے مصافحہ کیا پھر اس کے کہے بغیر ہی ایک خالی کرسی پر بڑے اطمینان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

روی شنکر کچھ دیر سنجیدہ بیٹھا میرے چہرے کو یوں تکتا رہا جیسے میں اس کے لئے کوئی عجیب الخلقت چیز تھا پھر اس نے بڑے خشک لہجے میں مخاطب کر کے کہا۔

"آپ کا شبھ نام شاید افضل بیگ ہے؟"

"جی ہاں۔" میں نے دیدہ و دانستہ بڑی ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "تبادلے کے کاغذات میں بھی یہی نام درج ہے۔"

"میں کاغذات دیکھ چکا ہوں۔" روی شنکر نے ہونٹ چباتے ہوئے آہستہ سے کہا پھر یکلخت خاموش ہو گیا۔ مجھے اس کی یہ خاموشی بڑی پُراسرار لگی۔ سونا گھاٹ کے بارے میں جو کچھ میں نے سن رکھا تھا اس نے مجھے پہلے ہی بہت محتاط کر دیا تھا۔ چنانچہ میں روی شنکر کو خاموش پا کر ایک لمحے تک اس کے چہرے پر نظر گاڑے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"کیا میری آمد آپ کے لئے غیر متوقع تھی۔"

"ہاں۔ میں نے سنا تھا کہ آپ اپنا تبادلہ منسوخ کرانے کے چکر میں ہیں۔"

"بالکل غلط۔" میں جلدی سے بولا۔ "میرے ذہن میں تبادلے کو منسوخ کرانے کا کبھی کوئی خیال نہیں آیا۔"

"ہوسکتا ہے کہ میری اطلاع غلط ہو۔" روی شنکر نے کرسی پر پہلو بدلا۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کوئی بات مجھ سے کہنے کے لئے بے چین ہے۔ ایک بار تو میرے جی میں آئی کہ کھل کر اس سے اس کی بے چینی کی وجہ پوچھ لوں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ کچھ دیر وہ خاموش بیٹھا سامنے میز پر رکھی ہوئی فائل کو یونہی دیکھتا رہا پھر اچانک میری طرف دیکھ کر بولا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ آپ سونا گھاٹ کی تقرری قبول کر کے غلطی کر رہے ہیں تو آپ برا تو نہیں مانیں گے۔"

"میں سمجھا نہیں کہ اس بات سے آپ کا مقصد کیا ہے۔" میں نے قدرے چبھتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"سونا گھاٹ کے متعلق آپ کی معلومات غالباً زیادہ نہیں ہیں۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"ہوسکتا ہے۔" میں بے پروائی سے بولا۔ "لیکن مجھے کسی علاقے سے کوئی سروکار نہیں۔ صرف اپنے کام سے کام رکھنا ہی میری عادت ہے۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" روی شنکر نے قدرے نفرت سے جواب دیا پھر تیزی سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔

مجھے اس کی یہ حرکت بہت بری لگی لیکن میں چپ بیٹھا رہا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ روی شنکر

میری اچانک آمد سے کچھ خوش نہیں تھا۔ کیوں؟ اس کی وجہ میں نہ جان سکا لیکن اتنا ضرور ہوا کہ سونا گھاٹ سے میری دلچسپی کچھ اور بڑھ گئی۔ دس منٹ بعد روی شنکر سنجیدہ سی صورت بنائے دوبارہ کمرے میں داخل ہوا اور مجھ سے کچھ کہے بغیر اپنی کرسی پر بیٹھ کر ان فائلوں اور ضروری کاغذات کی فہرست بنانے لگا جو اب میرے چارج میں آنے والی تھیں۔ میں بدستور خاموش بیٹھا اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔

فہرست مرتب کرنے کے بعد اس نے مجھے وہ تمام کاغذات اور فائل دے دیئے جو فہرست میں درج تھے۔ میں نے بڑی احتیاط سے تمام کاغذات کا جائزہ لیا پھر اپنا مکمل اطمینان کر لینے کے بعد چارج رپورٹ پر دستخط کئے اور اس کی ایک نقل دستور کے مطابق روی شنکر کے حوالے کر دی جو اس نے بڑی جھلاہٹ سے تہ کر کے جیب میں ڈال لی۔

دوسرے روز روی شنکر چلا گیا تو میں نے اپنا سامان دو کمروں پر مشتمل اس کوارٹر نما مکان میں قرینے سے لگایا جو میرے لئے مخصوص تھا۔ میرا آفس کوارٹر سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر تھا۔ مجموعی طور پر وہاں کل چار کوارٹر تھے۔ تین میں دوسرے ملازمین تھے اور چوتھا میرا تھا۔ رہائشی علاقہ جو تقریباً ہزار گز کے رقبے پر پھیلا تھا اسے چاروں طرف سے خاردار تاروں سے محفوظ کر دیا گیا تھا تا کہ جنگلی جانوروں کے شر سے محفوظ رہا جا سکے۔ ایک فارسٹ گارڈ ہر وقت داخلے کے پھاٹک پر تعینات رہتا تھا۔

میرے علاوہ دوسرے ملازمین کی تعداد آٹھ افراد پر مشتمل تھی جس میں چار فارسٹ آفیسر، گارڈ، دو کلرک، ایک ڈرائیور اور ایک چپراسی تھے۔ یہ سارے کے سارے مقامی ہندو تھے۔ میں نے اپنا چارج سنبھالتے ہی عملے کے تمام افراد پر یہ بات واضح کر دی تھی کہ میں کام کے سلسلے میں کسی کے ساتھ کوئی رعایت برتنے کا عادی نہیں ہوں۔ جواب میں سب ہی نے مجھے یقین دلایا کہ وہ مجھے کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیں گے لیکن میں نے جلد ہی یہ بات محسوس کر لی تھی کہ عملے کے افراد بظاہر تو مجھے اپنے کام سے مطمئن کر رہے ہیں لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ میری بالادستی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ میں اس کے لئے پہلے سے تیار ہو کر آیا تھا چنانچہ میں نے اس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا اور اپنے کاموں میں مصروف رہا۔

سونا گھاٹ میں آئے ہوئے مجھے تین ہفتے گزر چکے تھے اس عرصے میں نہ صرف یہ کہ میں نے جنگلات کا تفصیلی معائنہ کیا تھا بلکہ دوسرے علاقے کو بھی گھوم پھر کر اچھی طرح دیکھ لیا تھا لیکن ابھی تک میں نے سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نہیں نکالا تھا۔ مجھے اس سلسلے میں کسی ایسے مقامی ہندو کی تلاش تھی جس پر مکمل اعتماد کر سکوں۔ دوسری شکل میں اس بات کا خدشہ لاحق تھا کہ شاید میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو پاؤں جس کے لئے میں نے ہیڈ کوارٹر سے روانگی کے وقت

اٹل ارادہ کر رکھا تھا۔ اسی خیال کے تحت میں نے ابھی اس پرانے مندر کا رخ بھی نہیں کیا تھا جس کے تہ خانے میں سونا گھاٹ کا پجاری روایت کے مطابق اب تک اپنی اصلی حالت میں موجود تھا۔

ایک ماہ اسی تگ و دو میں گزر گیا لیکن مجھے اپنے مقصد میں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ ایک روز رات گئے میں اپنے کوارٹر میں لیٹا سونے کی کوشش کر رہا تھا کہ باہر برآمدے میں کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی پھر کسی نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی۔ احتیاط کے پیش نظر میں نے اپنا بھرا ہوا ریوالور جو تکیے کے نیچے رکھا تھا اٹھا کر اپنے گاؤن کی جیب میں ڈالا اور اٹھ کر دروازے کے قریب آ گیا۔

''کون ہے؟'' دروازے کے قریب جا کر میں نے پوچھا تو باہر سے مجھے مادھو لال فاسٹ گارڈ کی آواز سنائی دی جس نے دبی زبان میں مجھ سے دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ ایک لمحے کے لئے میں نے سوچا کہ آخر مادھو لال کو اس وقت رات گئے بھلا میری ضرورت کس سلسلے میں پیش آ گئی پھر میں نے بڑی بے پروائی سے دروازے کی چٹخنی کھول دی۔ دروازہ کھلتے ہی مادھو لال جھپٹ کر اندر داخل ہوا اور دروازہ جلدی سے دوبارہ بند کر دیا۔ گاؤن میں بھرے ہوئے ریوالور کے دستے پر میری گرفت مضبوطی سے جمی ہوئی تھی اور میں مادھو لال کو گھور رہا تھا۔ اس کے چہرے پر مجھے جو تاثرات نظر آئے وہ کچھ ایسے تھے جس سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ وہ بری طرح بوکھلایا ہوا ہے۔

''کیا بات ہے مادھو لال، تم نے دروازہ کیوں بند کر دیا۔''

میں نے سختی سے پوچھا تو وہ کچھ اور بوکھلا گیا۔ اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا اور چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ تیز تیز چلتا ہوا سانس اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی بہت اہم بات کہنا چاہتا ہے۔

میرے سوال پر وہ ایک لمحے کے لئے گڑبڑ گیا پھر مردہ سی آواز میں بولا۔

''شما کیجئے گا سرکار۔ میں نے اس سمے آپ کو تکلیف دی ہے۔ پرنتو.....''

مادھو لال کا لہجہ بھی اس کی بوکھلاہٹ کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ میں نے اسے بڑے غور سے دیکھا پھر قدرے نرمی سے پوچھا۔

''تم غالباً مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہو۔''

''ہاں سرکار، لیکن اس سے قبل کہ میں آپ سے کچھ کہوں اس بات کی درخواست کروں گا آپ اس کا ذکر کسی اور سے نہ کریں۔''

''گھبراؤ نہیں مادھو لال۔'' میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے نرمی سے کہا۔ ''میں کوشش کروں گا کہ تمہارے کام آ سکوں۔ رہا اس بات کا سوال کہ میں تمہاری بات کا تذکرہ کسی اور سے نہ کروں تو اس سلسلے

میں تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو۔''

مادھولال کی نظروں میں امید کی ایک کرن چمک اٹھی۔ کچھ دیر تک وہ مجھے تشکرانہ نظروں سے خاموش کھڑا دیکھتا رہا پھر اس نے جو بات مجھے بتائی وہ نہ صرف یہ کہ میرے لئے حیرت انگیز تھی بلکہ اس نے میرے تجسس کو اور بھی بھڑکا دیا۔ مادھولال کے بیان کے مطابق سونا گھاٹ کے پجاری موہن لال کی آتما وقتاً فوقتاً سونا گھاٹ کی کسی جوان ہندو لڑکی کو تہ خانے میں ایک رات گزارنے کے لئے طلب کیا کرتی تھی۔ پجاری کی آتما کی اس انوکھی خواہش کا علم صرف پرانے مندر کے نئے پجاری کو ہوا کرتا تھا جو بعد میں اس لڑکی کے والدین سے مل کر موہن لال کی آتما کی فرمائش بیان کرتا تھا اور لڑکی کے والدین جو مردہ پجاری کو سونا گھاٹ کے لئے رحم و آشتی کا دیوتا سمجھتے تھے چپ چپاتے اپنی لڑکی کو نئے پجاری کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔ جو اسے پرانے مندر کے تہ خانے میں ایک رات گزارنے کے لئے چھوڑ آتا تھا۔ ہر وہ لڑکی جو تہ خانے میں ایک رات گزارنے کے بعد باہر آتی تھی، انتہائی مقدس سمجھی جاتی تھی اور لوگ اسے دیوی سمجھتے تھے۔ مادھولال نے مجھے یہ بھی بتایا کہ تہ خانے میں رات گزارنے والی لڑکی جب دوسری صبح باہر نکلتی تھی تو اس کی زبان بند ہو جاتی تھی لیکن لوگ اس کے گونگے پن کو بھی موہن لال کی آتما کا کوئی کرشمہ سمجھ کر اس کی پوجا پاٹ شروع کر دیتے۔

میں بڑی توجہ سے مادھولال کی بات سنتا رہا پھر جب اس نے مجھے یہ بتایا کہ آج شام پرانے مندر کے نئے پجاری نے اس سے ملاقات کی تھی اور یہ بتایا تھا کہ اس بار موہن لال کی آتما نے اس کی نئی نویلی دلہن کو تہہ خانے میں رات گزارنے کے لئے پسند کیا ہے تو میں سمجھ گیا کہ اتنی رات گئے مادھولال میرے پاس کیوں آیا ہے۔ دراصل وہ مجھ سے یہ چاہتا تھا کہ میں کسی طرح اس کی بیوی کو موہن لال کی آتما کی خواہش سے محفوظ رکھ سکوں۔ میں نے صرف ایک بار مادھولال کی بیوی کی ایک جھلک دیکھی تھی اور اس کی خوب صورتی کا قائل ہو گیا تھا چنانچہ جب مادھولال نے رو رو کر مجھ سے درخواست کی کہ میں کسی طرح اس کی بیوی کو تہ خانے میں رات گزارنے سے بچا لوں تو میں سوچ میں پڑ گیا۔ سونا گھاٹ کے پجاری کے اسراروں میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا تو میرا تجسس دو چند ہو گیا۔ میں بڑی سنجیدگی سے اس بات کو پر غور کرنے لگا کہ آخر مردہ پجاری کی روح نوجوان لڑکیوں کو تہ خانے میں رات گزارنے کے لئے کیوں طلب کرتی ہے۔ یہ کیا راز ہے؟

میں بڑی دیر تک خاموش بیٹھا انہی خیالات میں محو رہا پھر مادھولال کو مخاطب کر کے بولا۔

''کیا تم نئے پجاری کا حکم ماننے سے انکار نہیں کر سکتے؟''

''کر تو سکتا ہوں سرکار لیکن مندر کا پجاری یہی سمجھے گا کہ میں دیوتاؤں کو بھینٹ دینے سے منہ موڑ رہا ہوں۔'' مادھولال نے مری ہوئی آواز میں کہا۔ ''پنڈتوں اور پجاریوں کا پورا گروہ میرا دشمن بن جائے

گا۔ آپ ہی کچھ کیجئے سرکار ورنہ میں بلاموت مارا جاؤں گا۔''

''کرنے کو تو بہت کچھ کر سکتا ہوں لیکن کیا سونا گھاٹ کے مقامی ہندو ایک مسلمان کی حیثیت سے میری دخل اندازی کو بری نظر سے نہیں دیکھیں گے؟'' میں نے مادھولال کو ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔

''کچھ بھی کیجئے سرکار لیکن میری استری کو بچا لیجئے۔ نہیں تو میں بھگوان کی سوگند کھاتا ہوں کہ خود کو گولی مار لوں گا۔''

''تم نئے پجاری سے کہاں ملے تھے۔'' میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

''مندر میں مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔'' وہ حقارت سے بولا۔ ''اگر مجھے پتا ہوتا کہ وہ مجھ سے بھینٹ مانگے گا تو میں کبھی وہاں پوجا کے ارادے سے نہ جاتا۔''

''پجاری کی آتما نے تمہاری عورت کو کب طلب کیا ہے؟''

''کل رات۔'' مادھولال نے غصے کے عالم میں اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا پھر فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ ''اگر آپ نے میری مدد کرنے سے انکار کر دیا سرکار تو اپنے ساتھ ساتھ میں مونی کو بھی ختم کر دوں گا لیکن اسے کسی قیمت پر تہ خانے میں رات گزارنے کے لئے نہیں بھیجوں گا۔''

''حماقت کی باتیں مت کرو۔'' میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ''میں کوشش کروں گا کہ مونی کو اس مصیبت سے نجات دلا سکوں۔''

''میں آپ کی اس کرپا کو سارا جیون یاد رکھوں گا۔'' اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔

کچھ دیر تک میں مادھولال کو نصیحت کرتا رہا کہ اسے کسی قسم کی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے پھر میں نے اسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ وہ آئندہ دو روز تک کسی کام سے بھی کیمپ کے باہر نہ جائے اور صرف اپنے کوارٹر تک محدود رہے۔ بعد میں اگر نئے پجاری سے ملاقات ہو تو وہ کہہ سکتا تھا کہ اسے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے اسے یہ بھی یقین دلا دیا تھا کہ صبح ہوتے ہی کیمپ کے پھاٹک پر تعینات گارڈ کو بڑی سختی سے ہدایت کر دوں گا کہ کسی بھی بیرونی آدمی کو میری اجازت کے بغیر اندر داخل نہ ہونے دیا جائے۔

مادھولال میری اس تجویز سے بے حد خوش ہوا۔ میں نے اس بات کا اچھی طرح اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر میں اس کی بیوی کو بچانے میں کامیاب ہو گیا تو وہ کسی پالتو کتے کی طرح ہمیشہ میرا وفادار اور احسان مند رہے گا۔ کچھ دیر بعد میں نے اس سے پوچھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے کہ پجاری کی آتما خوب صورت لڑکیوں اور جوان عورتوں کو تہ خانے میں رات گزارنے کے لئے کیوں طلب کرتی ہے۔''

''بھگوان ہی جانے سرکار۔ میری سمجھ میں تو خاک نہیں آتا۔''

کیا ایسی لڑکیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جنہیں پجاری کی آتما طلب کر چکی ہے۔''

''اس سلسلے میں مجھے زیادہ معلوم نہیں ویسے لوگوں کا کہنا ہے کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے تو انکار کی ہمت کوئی نہیں کرتا۔''

''بڑے مندر کے نئے پجاری کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟'' میں نے اس بار دبی زبان میں پوچھا ''کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ سب نئے پجاری کی شرارت ہو اور وہ موہن لال کی آتما کو بدنام کر رہا ہو۔

''ان پنڈتوں اور پجاریوں سے سب کچھ ممکن ہے۔'' مادھو لال نے ادھر ادھر دیکھ کر سہمی ہوئی آواز میں کہا پھر جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''سرکار، میں ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرتا ہوں کہ ان باتوں کا پتا کسی اور کو نہ ہونے پائے ورنہ برادری کے لوگ میرا جینا حرام کر دیں گے۔''

مادھو لال چلا گیا تو میں بڑی دیر تک جاگتا رہا اور سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سوچتا رہا۔

پجاری کے بارے میں مجھے اب تک جو کچھ بھی معلومات حاصل ہوئی تھیں، وہ نہ صرف یہ کہ حیرت انگیز تھیں بلکہ نا قابل یقین بھی تھیں۔ میں نے مادھو لال کو دو روز تک اپنے کوارٹر میں محدود رہنے کا مشورہ یہ سوچ کر دیا تھا کہ وہ پجاریوں کے شر سے محفوظ رہ سکے۔ دوسری بات یہ تھی کہ اس طرح میں سونا گھاٹ کے پجاری کی اس پُراسرار شکتی کو بھی آزمانا چاہتا تھا جس نے اوم پرکاش کے بیان کے مطابق ایک ایسے ہٹے کٹے سادھو کو جلا کر راکھ کر دیا تھا جس نے موہن لال کی شکتی کو غلط ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ تمام رات میں اسی خیال میں الجھا رہا پھر نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی اور میں بے خبر سو گیا۔

دوسری صبح نیند سے بیدار ہوتے ہی میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مادھو لال سمیت عملے کے تمام افراد کو بلا کر بڑی سختی سے یہ ہدایت کر دی کہ دو روز تک نہ تو کوئی شخص میری اجازت کے بغیر کیمپ سے باہر قدم نکالے گا اور نہ ہی کسی کو کیمپ میں داخل ہونے کی اجازت ہوگی۔ عملے کے تمام افراد چونکہ میری طبیعت سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے اس لئے کسی نے بھی اس کی وجہ جاننے کی جرأت نہ کی اور خاموشی سے میرا حکم سن کر الٹے قدموں اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر واپس چلے گئے۔

دن بھر میں آفس میں بیٹھا فائلوں کو الٹتا پلٹتا رہا۔ چار بجے کے قریب اٹھ کر میں کوارٹر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ میرا چپراسی اندر داخل ہوا۔ پہلی نظر میں اس کا چہرہ دیکھ کر میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ دور سے بھاگتا ہوا آیا ہے۔ میری میز کے سامنے آ کر اس نے پہلے ہاتھ جوڑ کر اپنے روایتی لہجے میں نمسکار کیا پھر بولا۔

''صاحب بڑے مندر کا پجاری آپ سے ملنا چاہتا ہے۔''

''بڑے مندر کا پجاری۔'' میں اس اطلاع پر چونک پڑا۔ جس آدمی سے ملنے کے لئے میں ایک ماہ سے ہزاروں منصوبے بنا چکا تھا، وہ اس وقت از خود مجھ سے ملنے آیا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ آخر پجاری مجھ سے کس غرض سے ملنا چاہتا ہے پھر بڑی بے پروائی سے چپراسی سے پوچھا۔ ''تم کس پجاری کا تذکرہ کر رہے ہو؟''

''سونا گھاٹ میں ایک ہی تو مندر ہے صاحب۔ اسی کا پجاری باہر پھاٹک پر کھڑا آپ کی اجازت کا منتظر ہے۔''

''اکیلا ہے یا کچھ لوگ اور بھی ہیں اس کے ساتھ؟''

''پجاری تنہا ہی آیا ہے صاحب۔''

''بلا لاؤ اسے۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر میز پر بکھری ہوئی فائلوں کو سمیٹنے لگا۔

چپراسی کے جانے کے کوئی دس پندرہ منٹ بعد ایک ہٹا کٹا اور طویل القامت پجاری اپنی کھڑاؤں سے کھٹ پٹ کی آوازیں نکالتا، میرے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح گھٹا ہوا تھا۔ جس پر اس کی لمبی چٹیا بڑی مضحکہ خیز لگ رہی تھی۔ ننگے سینے اور بازوؤں کے علاوہ پجاری نے اپنی کشادہ پیشانی اور چہرے پر بھی صندل کے برادے کی قسم کی کوئی چیز مل رکھی تھی۔ اس کے قویٰ خاصے مضبوط اور گٹھے گٹھے نظر آ رہے تھے۔ رنگت تانبے جیسی تھی۔ آنکھوں میں اس نے بڑے بد سلیقے سے کاجل لگا رکھا تھا۔ جس سے اس کی ہیئت عجیب پُراسرار بن کر رہ گئی تھی۔ اس نے سیدھے ہاتھ میں ایک لمبی مالا دبا رکھی تھی جس کا جاپ اس وقت بھی جاری تھا۔ لمبی لمبی انگلیاں بڑی تیزی سے مالا کے دانے بدل رہی تھیں لیکن ہونٹ بالکل ساکت تھے۔ اس کے جسم پر سوائے ایک دھوتی کے اور کوئی کپڑا موجود نہیں تھا۔

میری میز کے سامنے رک کر وہ مجھے یوں گھورنے لگا جیسے میرا کوئی بڑا آفیسر اچانک راؤنڈ پر آ گیا ہو اور میری کسی فاش غلطی کو پکڑ لینے کے بعد مجھے غضب ناک نگاہوں سے گھور رہا ہو۔ مجھے پجاری کا یہ انداز ایک آنکھ نہ بھایا۔ چنانچہ میں نے بھی اپنے چہرے پر سنجیدگی اور بیزاری کے ملے جلے تاثرات بکھیرتے ہوئے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا لیکن وہ میرے اشارے کو نظر انداز کر کے بدستور قہر آلود نگاہوں سے مجھے ٹکٹکی باندھے گھورتا رہا۔

''میرے چپراسی نے بتایا تھا کہ تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو۔'' میں روکھے لہجے میں بولا۔ ''کیا تمہیں کوئی خاص کام ہے۔''

''مورکھ، کیا تجھے اتنا بھی معلوم نہیں کہ فقیروں اور پجاریوں سے کس انداز میں پیش آنا چاہیے۔''

پجاری نے سخت لہجے میں جواب دیا تو میرا خون کھول اٹھا۔ میں نے بڑے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"مہاراج، خدا کی نظر میں سب بندے برابر ہیں۔ چھوٹے بڑے کی تمیز تو دنیاداری کی باتیں ہیں۔"

جواب میں پجاری مجھے کھا جانے والی خونخوار نظروں سے گھورتا رہا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ معاً میرے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس نامعقول کو دھکے مار کر کیمپ سے باہر نکلوادوں لیکن یہ سوچ کر چپ رہا کہ سونا گھاٹ تک پہنچنے میں نیا پجاری ایک اچھا ذریعہ ثابت ہوسکتا تھا۔ کمرے میں ایک لمحے تک گہرا سکوت طاری رہا پھر پجاری کی آواز گونجی۔

"نادان بالک، میں دیکھ رہا ہوں کہ اس سمے تیرے من میں کیا ہے۔ اگر میری مان تو اس خیال کو دل سے نکال دے۔ دیوی دیوتاؤں کی شکتی سے ٹکرانا تیرے بس کا روگ نہیں ہے۔"

"کیا تم صرف یہی کہنے کے لئے یہاں آئے تھے۔" اس بار میں اپنا غصہ ضبط نہ کرسکا اور کانپتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"دھیرج سے کام لے مورکھ۔" پجاری نے گرج دار آواز میں کہا۔ "میں تجھ کو صرف اتنا بتانے آیا ہوں کہ تو نے پجاری کی آتما کی خواہش کے راستے میں جو رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اس سے باز آجا نہیں تو دیوتاؤں کی شکتی تجھے کبھی چین نہ لینے دے گی۔"

میں پجاری کی بات سنتے ہی اس کی تہہ تک پہنچ گیا۔ فوری طور پر میں نے یہی رائے قائم کی تھی کہ میرے کسی آدمی نے غالباً پجاری کو کسی وجہ سے میرے صبح والے حکم سے آگاہ کردیا ہے اور اب وہ مجھے دھونس دے کر مادھو لال کی نوبیاہتا بیوی موہنی کو حاصل کرنے کے ارادے سے آیا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی مارے غصے کے میری مٹھیاں بھنچ گئیں۔ میں نے حقارت بھری نظروں سے پجاری کو گھورتے ہوئے کہا۔

"پجاری مہاراج، میں سمجھ رہا ہوں کہ تم اس وقت یہاں کس لئے آئے ہو لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو کہ تم لوگ اس بار اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکو گے اور اب اگر تم خیریت چاہتے ہو تو سیدھی طرح کیمپ سے باہر چلے جاؤ ورنہ مجبوراً مجھے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔"

"مورکھ...... نادان چھوکرے۔" پجاری کانپتے ہوئے غصیلے لہجے میں بولا۔ "تیری یہ مجال کہ اب تو دیوتاؤں کی شکتی کو بھی للکار رہا ہے۔ اپرادھی...... میں یہاں تجھ سے کوئی دان یا بھکشا لینے نہیں آیا۔ صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ آج رات تو اپنی آنکھوں سے پجاری کی آتما کی شکتی کا تماشا دیکھ لے گا۔ تیرے فرشتے بھی موہنی کو آتما کی مرضی سے دور نہیں رکھ سکیں گے۔"

قبل اس کے کہ میں اس ہٹے کٹے پجاری کو کوئی سخت بات کہتا وہ مجھے اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے گھورتا ہوا تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا منہ ہی منہ میں کچھ بدبداتا آفس سے باہر چلا گیا۔ اس

کے جانے کے بعد میں بھی لپکتا ہوا باہر برآمدے میں آگیا اور اس وقت تک نفرت بھری نگاہوں سے نئے پجاری کو گھورتا رہا جب تک وہ بڑے پھاٹک سے باہر نہیں چلا گیا۔ مجھے یقین تھا کہ پجاری کی آمد میرے ہی کسی آدمی کی شرارت تھی۔ ایک بار یہ بات دل میں آئی کہ عملے کے تمام لوگوں کو بلا کر معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ کس کی مخبری پر نئے پجاری نے میرے پاس آنے کی جرأت کی تھی لیکن یہ سوچ کر اپنا غصہ پی گیا کہ ہوسکتا ہے کہ میری بازپرس پر مادھو لال اور موہنی کسی نئی مصیبت کا شکار نہ ہوجائیں۔ تاہم میں نے دل میں پکا ارادہ کرلیا تھا کہ آج رات میں بھی دیکھوں گا کہ موہن لال کی روح کس طرح مادھو لال کی نوجوان بیوی کو اپنی مرضی پر چلنے کے لئے مجبور کرتی ہے۔

پجاری کے جانے کے بعد میں اپنے کوارٹر میں آگیا۔ کپڑے تبدیل کرکے شام کی چائے پی پھر اس خیال سے سونے کے لئے لیٹ گیا کہ ابھی سے نیند پوری کرلوں اس لئے کہ رات کو نہ جانے کیا واقعہ پیش آئے اور مجھے کتنی دیر تک جاگنا پڑے۔

تین گھنٹے لمبی تان کر سونے کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو رات کے نو بج رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر جلدی جلدی منہ ہاتھ دھویا دو کپ گرما گرم کافی پی پھر کپڑے تبدیل کئے اور کوارٹر سے باہر آگیا۔ کسی فوری حادثے سے مقابلے کے لئے میں نے اپنا ریوالور بھر کر جیب میں ڈال لیا تھا۔ رات کو اکثر میں کیمپ کا راؤنڈ لیا کرتا تھا چنانچہ جب رات کی ڈیوٹی والے عملے نے مجھے گشت کرتے ہوئے دیکھا تو کوئی خاص نوٹس نہیں لیا۔ سب سے پہلے میں ٹہلتا ہوا بڑے پھاٹک کی طرف گیا جہاں ایک مسلح گارڈ اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔ مجھے قریب آتا دیکھ کر اس نے فوجی انداز میں سلیوٹ کیا پھر دوبارہ گشت لگانے لگا۔ پھاٹک کے پاس جاکر میں نے اس کے وزنی تالے کو چیک کیا پھر ڈیوٹی گارڈ سے ایک دو باتیں کرنے کے بعد ملازمین کے کوارٹر کی سمت چلا گیا۔ نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ آج کچھ نہ کچھ ضرور ہونے والا ہے۔

اپنے خیالات میں محو جب میں ٹہلتا ہوا مادھو لال کے کوارٹر کے قریب پہنچا تو اس کا دروازہ کھلا دیکھ کر رک گیا۔ عام طور پر دن کی ڈیوٹی کرنے والے ملازمین شام ہی سے اپنے اپنے کوارٹر کے دروازے بند کرکے پڑے رہتے تھے۔ مادھو لال کا دروازہ کھلا دیکھ کر مجھے اس کی حماقت پر سخت تاؤ آیا اس لئے کہ آج رات اسے زیادہ محتاط رہنا چاہئے تھا۔ میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی تو رات کے دس بج رہے تھے۔ کچھ دیر خاموش کھڑا اندر کی سن گن لیتا رہا پھر نہ جانے کیوں میرا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ میری چھٹی حس کسی انجانے خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ کچھ سوچ کر میں نے مادھو لال کو دو چار آوازیں دیں۔ دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو میری تشویش میں اضافہ ہوگیا۔ میں نے کچھ وقفے کے بعد اسے دوبارہ آواز دی اور دروازے پر دستک بھی دی مگر اس بار بھی دوسری طرف سے کوئی جواب

نہیں ملا۔ دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں یا تو مادھولال اور موہنی بے خبر سو رہے تھے یا پھر انہیں یقیناً کوئی حادثہ پیش آ چکا تھا۔ اگر یہ کسی مسلمان کا گھر ہوتا تو میں شاید اتنی دیر باہر انتظار نہ کرتا لیکن کسی ہندو کے مکان میں اتنی رات گئے بلا اجازت داخل ہوتے جھجک محسوس ہو رہی تھی اس لئے کہ خدا جانے مکین کس حالت میں ہوں۔ ویسے بھی سونا گھاٹ خالص ہندوؤں کا گڑھ تھا۔ مسلمان تو بس خال خال ہی نظر آتے تھے۔ اسی ادھیڑ بن میں دس منٹ اور گزر گئے۔ میں نے احتیاطاً ایک بار دروازے کو پیٹا پھر جواب نہ پا کر دبے پاؤں اندر داخل ہو گیا۔

کوارٹر میں اس وقت گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ بجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میرا شبہ اب یقین میں بدل چکا تھا کہ مادھولال کو یقیناً کوئی حادثہ پیش آ چکا ہے ورنہ وہ کوارٹر کا دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر اندھیرا کبھی نہ کرتا۔ دھڑکتے ہوئے دل سے دبے دبے قدموں چلتا میں کوارٹر کے برآمدے میں آ گیا۔ کمروں میں بھی کسی قسم کی کوئی آہٹ نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں نے ریوالور کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کی اور اللہ کا نام لے کر بتی روشن کر دی۔ دوسرے ہی لمحے میں یوں اچھل پڑا جیسے میرا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ جو میری نظروں نے دیکھا وہ کچھ ایسا ہی منظر تھا کہ اگر اس وقت میری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ بھی چونکے بغیر نہ رہتا۔

بتی روشن ہوتے ہی میری نظر مادھولال پر پڑی جو سامنے ننگے فرش پر چاروں شانے چت پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں اپنے حلقوں سے باہر ابلی نظر آ رہی تھیں، دونوں ہاتھ یوں اکڑے ہوئے تھے جیسے انہیں جنبش کی حسرت ہی رہ گئی ہو لیکن وہ چیز جس نے مجھ جیسے نڈر اور بے خوف آدمی کو بھی دہشت زدہ کر دیا تھا، مادھولال کا پیٹ تھا۔ جو کسی تربوز کی طرح درمیان سے چرا ہوا تھا اور اندر کی انتڑیاں باہر نکل پڑی تھیں۔ فرش پر دور دور تک خون کے چھینٹے نظر آ رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے میں گنگ سا کھڑا اس روح فرسا منظر کو دیکھتا رہا پھر معاً مجھے اس کی نوجوان بیوی کا خیال آیا کہ نہ جانے اس پر کیا بیتی ہو۔ چنانچہ میں ریوالور نکال کر ملحقہ کمرے کی طرف لپکا اس کے بعد میں نے کوارٹر کا کونا کونا چھان مارا لیکن موہنی کا کوئی سراغ نہ ملا۔ میں نے مادھولال کے کمرے کو بھی اچھی طرح دیکھ ڈالا لیکن مجھے کوئی ایسا خنجر یا ہتھیار نہیں مل سکا جس سے قتل کے امکانی پہلوؤں پر روشنی پڑ سکتی۔

میرے ذہن میں اچانک نئے پجاری کے جملے گونج اٹھے جو اس نے آج شام ہی روانگی کے وقت مجھ سے کہے تھے لیکن اب بھی جو کچھ مجھے نظر آیا تھا میں اسے سونا گھاٹ کے پجاری کی روح کا کرشمہ سمجھنے کے لئے تیار نہ تھا۔ میں اس وقت بھی مادھولال کی موت میں کسی آدمی کا ہاتھ محسوس کر رہا تھا۔

میں نے کوارٹر سے باہر آ کر عملے کے دوسرے سوئے ہوئے ملازمین کو جگایا پھر کیمپ کا ایک ایک کونا چھان ڈالا لیکن موہنی کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ مادھولال کی پُراسرار موت اور میری ڈانٹ پھٹکار نے

سارے ماتحتوں کے اوسان خطا کر رکھے تھے۔ قریب قریب سب ہی بھگوان اور گنگا جل کی قسمیں کھا کر مجھے اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کر رہے تھے کہ انہیں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ نہ ہی انہوں نے کسی قسم کی چیخ و پکار کی آواز سنی ہے۔ کیمپ کے بڑے پھاٹک پر تعینات ڈیوٹی گارڈ کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔ اس نے پہلے تو مجھے بڑی بڑی قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ مادھولال کی موت میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں پھر اچانک اس نے روتے ہوئے میرے پاؤں پکڑ لئے اور گڑگڑا کر بولا۔

''صاحب، میں اپنی ماتا کے چرنوں کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کسی کو نہ اندر آتے دیکھا، نہ باہر جاتے۔''

''پھر موہنی کو کیا زمین نگل گئی۔'' میں نے سارے ہی آدمیوں کو گھورتے ہوئے گرج دار آواز میں کہا۔ ''مادھولال کو کیا فرشتوں نے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔''

''سرکار۔'' چوکیدار نے دبی زبان میں کہا۔ ''مجھے پہلے ہی ڈر تھا کہ کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔''

''کیا مطلب؟''

''آپ نے بڑے مندر کے پجاری کو ناراض کر کے اچھا نہیں کیا۔ سونا گھاٹ کے پجاری کی آتما جو مرضی آئے......''

''بند کرو یہ بکواس۔'' میں نے اتنی زور سے چیخ کر کہا کہ چوکیدار کے علاوہ دوسرے بھی سہم گئے لیکن میں ان کی آنکھوں میں اپنے لئے نفرت دیکھ رہا تھا۔ یہ سوچ کر کہ میرے چیخنے چلانے سے کہیں ان کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں اور وہ مشتعل نہ ہو جائیں میں نے ان سب کو چلے جانے کو کہا پھر ایک فارسٹ گارڈ کو پولیس کو مطلع کرنے کے لئے روانہ کر دیا اور خود دفتر آ کر پیش آنے والے واقعات پر غور کرنے لگا۔ میں نے اپنی زندگی میں بے شمار حیرت انگیز واقعات دیکھے اور سنے ہیں لیکن مادھولال کی موت ان سب سے زیادہ تعجب خیز اور پُراسرار تھی۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے میں روحوں کے وجود کا قائل ضرور ہوں لیکن یہ روحیں اس طرح کسی دشمن کا پیٹ پھاڑ کر اس کی انتڑیاں بھی باہر کھینچ سکتی ہیں، میں اس بات کو تسلیم کر لینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ دوسری بات جو میرے ذہن کو الجھا رہی تھی، وہ یہ تھی کہ آخر سونا گھاٹ کے پجاری کی روح خوب صورت اور نوجوان لڑکیوں کو ہی تہ خانے میں رات گزارنے کے لئے کیوں پسند کرتی تھی۔

تھانہ چونکہ کیمپ سے زیادہ دور نہیں تھا اس لئے ڈیوٹی انچارج دو پولیس والوں کے ساتھ جلد ہی آ گیا۔ سب سے پہلے اس نے میری موجودگی میں موقعہ واردات کو دیکھا پھر کیمپ کا ایک راؤنڈ لے کر میرے دفتر میں آیا اور عملے کے تمام آدمیوں کا بیان قلم بند کرنے لگا۔ بڑے پھاٹک کے ڈیوٹی گارڈ کی

حالت اس وقت بھی پتلی نظر آ رہی تھی۔ چوکیدار نے اپنے بیان میں جہاں اپنی بے گناہی اور لاعلمی ثابت کرنے کی کوشش کی تھی وہاں نئے پجاری کی آمد اور اس سے میری گفتگو کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔ غالباً وہ اس وقت کہیں قریب ہی موجود رہا ہوگا جب میں نئے پجاری سے باتیں کر رہا تھا لیکن اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا تھا کہ وہ کمبخت چھپ کر ہماری گفتگو بھی سنتا رہا ہے۔ پولیس آفیسر کی موجودگی میں تو میں نے اس سے کچھ نہیں کہا لیکن دل میں یہ ارادہ کر لیا تھا کہ بعد میں کسی وقت اس سے اس سلسلے میں باز پرس ضرور کروں گا۔

پولیس آفیسر جواب تک بڑی تندہی سے ساری کارروائی کر رہا تھا، چوکیدار کا بیان سن کر چونک اٹھا پھر جب وہ عملے کے تمام افراد کا بیان فرداً فرداً لے چکا اور دفتر میں صرف ہم دونوں رہ گئے تھے تو اس نے مجھ سے کہا۔

''مادھولال کے قتل کی واردات اب بالکل صاف ہوگئی ہے۔''

''میں سمجھا نہیں۔'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''کیا آپ نے قاتل کو شناخت کر لیا ہے۔''

''ممکن ہے کہ آپ میری رائے سے متفق نہ ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر سونا گھاٹ کے پجاری نے مادھولال کی بیوی کو تہ خانے میں رات گزارنے کے لئے منتخب کر لیا تھا تو پھر آپ کی اور مقتول کی ساری رکاوٹیں بیکار تھیں۔''

''گویا، آپ کا خیال ہے کہ سب کچھ ایک روح کی کرشمہ سازی ہے۔'' میں نے پولیس آفیسر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

''جی ہاں، ہوسکتا ہے کہ آپ اسے نہ مانیں لیکن میں جانتا ہوں کہ موہن لال جی مہاراج کی آتما جو چاہے اور جب چاہے کر گزرتی ہے۔'' پولیس آفیسر جو ایک مقامی ہندو تھا بڑی عقیدت سے بولا پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے کاغذات سمیٹنے کے بعد دبی زبان میں کہا۔ ''آپ چونکہ ایک ذمے دار مسلمان آفیسر ہیں اس لئے میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ مادھولال کی پُراسرار موت یا موہنی کی گمشدگی کے سلسلے میں اس بات کو آگے بڑھانے کی کوشش نہ کریں تو بہتر ہے۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ بھی اب قاتل کی تلاش کے سلسلے میں کوئی اقدام نہیں کریں گے۔'' میں نے متحیرانہ نظروں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''دیوتاؤں کی شکتی سے ٹکرانا ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔''

''مگر میں یہ نہیں مان سکتا کہ دیوتاؤں کی آتما کسی بے قصور کی جان بھی لے سکتی ہے۔''

''دھرم کے معاملے میں، میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔'' پولیس آفیسر نے ناگوار لہجے میں کہا ''میں نے آپ کو ایک دوست کی حیثیت سے مشورہ دے دیا ہے۔ آگے آپ جانیں اور آپ کا

کام۔''

''ایک منٹ آفیسر۔'' میں جلدی سے بولا۔ ''فرض کرلو کہ میں اس سلسلے میں خاموش نہ رہ سکوں تو کیا ہوگا۔''

''اس کا تماشا آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔'' اس نے روکھے انداز میں جواب دیا پھر ایڑیوں کے بل تیزی سے گھوما اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا آفس سے باہر چلا گیا۔

پولیس آفسر کی باتوں نے مجھے اور الجھا دیا تھا۔ جہاں تک دوسرے آدمیوں کا تعلق تھا میں اب تک یہی سمجھتا رہا تھا کہ وہ محض جہالت اور کچے عقیدے کی وجہ سے ایک مرے ہوئے شخص کو اپنا مہاتما اور دیوتا سمجھ بیٹھے ہیں لیکن پولیس آفیسر نے بھی جب انہی باتوں کو دہرایا جو میں پہلے سن چکا تھا تو میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں بہت دیر تک اپنے دفتر میں بیٹھا سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سوچتا رہا جس کی شخصیت اب میرے لئے بہت زیادہ پُراسرار بن چکی تھی۔ تاہم میں کسی آخری نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔

معاً مجھے ٹھاکر مہاراج کی پیشگوئی یاد آ گئی جنہوں نے بڑے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی تھی کہ سونا گھاٹ میں مجھے آئے دن نئے نئے اور حیرت انگیز واقعات اور مصیبتوں کا سامنا کرنا ہوگا لیکن آخر میں فتح میری ہوگی اور پھر میں جو چاہوں گا، وہ پورا ہوگا۔ ہرچند کہ مجھے ٹھاکر مہاراج کی یہ باتیں ہیڈ کوارٹر سے روانگی کے وقت مضحکہ خیز لگی تھیں لیکن آج میں جس واقعہ سے دوچار ہوا تھا، وہ نہ صرف یہ کہ حیرت انگیز تھا بلکہ اس نے مجھے بری طرح الجھا دیا تھا۔ بہرحال میں نے فیصلہ کر لیا کہ مادھولال کے خون کو رائگاں نہیں جانے دوں گا اور جتنی جلدی ممکن ہو سکا سونا گھاٹ کے پجاری کے اسرار کو حل کر کے ہی دم لوں گا۔

آفس کی دیوار گیر گھڑی نے رات کے بارہ کا اعلان کیا تو میں چونک اٹھا اور دفتر بند کر کے باہر آ گیا۔ دل تو چاہا تھا کہ چوکیدار کو اسی وقت آڑے ہاتھوں لے ڈالوں لیکن پھر یہ سوچ کر کہ مفت میں بات بڑھے گی، اپنے کوارٹر میں داخل ہوا تو نہ جانے کیوں مجھے یہ خیال گزرا کہ کہیں موہنی میرے کوارٹر میں موجود نہ ہو۔ اپنے خیال پر مجھے فوراً ہی ہنسی آ گئی اس لئے کہ جب قفل مجھے بند ملا تھا تو پھر وہاں موہنی کی موجودگی کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا۔ اندر داخل ہو کر میں نے بیرونی دروازے کی چٹخنی لگائی پھر ایک طویل جماہی لے کر اعصاب پر چھائی ہوئی کسل مندی کو دور کیا اور قدم اٹھاتا ہوا اپنی خواب گاہ میں آ گیا لیکن جیسے ہی میں نے خواب گاہ میں داخل ہو کر بتی کا سوئچ آن کیا، میرے جسم کا سارا خون جیسے منجمد ہو کر رہ گیا۔ جو کچھ میں دیکھ رہا تھا، اس پر یقین کرلینے کو دل آمادہ نہ ہو سکا۔ مادھولال کی نوجوان بیوی جسے کچھ دیر پہلے سارے کیمپ میں چھان مارا گیا تھا، میری خواب گاہ میں میرے بستر پر پڑی ہلکے ہلکے خراٹے

لے رہی تھی اور میں دروازے پر دم بخود کھڑا اسے پھٹی پھٹی نظروں سے یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ میرے لئے دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو۔

تقریباً دس منٹ تک میں پتھر کے کسی بے جان مجسمے کی طرح اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا موہنی کو دیکھتا رہا پھر سب سے پہلا سوال جو میرے ذہن میں ابھرا وہ یہ تھا کہ اب کیا ہوگا۔ مادھولال کا قتل اور پھر اس کی بیوی کا میری خواب گاہ میں پایا جانا قانون کی نظروں میں مجھے قاتل ثابت کرنے کے لئے بہت کافی تھا۔ یہ سوچ کر میری نظروں کے سامنے اندھیرا سا پھیلنے لگا۔ کچھ دیر کے لئے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا کہ اس اچانک پیش آنے والی صورت حال سے کیوں کر گلوخلاصی ممکن ہو سکتی ہے پھر اچانک ایک ترکیب میرے ذہن میں آ گئی۔ میں نے سوچا کہ پہلے موہنی کو بیدار کر کے اس سے دریافت کروں کہ وہ میری خواب گاہ تک کس طرح پہنچی، بعد میں اگر اس نے فیل مچانے کی کوشش کی تو حالات کے پیش نظر اسے موت کے گھاٹ اتار کر اپنے کوارٹر سے دور لے جا کر کہیں چھپا آؤں گا اور صبح کو جب لاش ملے گی تو ظاہری طور پر میں اس واقعے کو بھی سونا گھاٹ کے پجاری کی روح سے منسوب کر کے اپنی جان صاف بچا لوں گا۔ اس خیال سے میرے دل کو قدرے ڈھارس ملی تو پہلے میں نے جلدی سے خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر دل کڑا کر کے آگے بڑھا اور موہنی کا بازو تھام کر اسے جھنجوڑنے لگا۔ کچھ دیر تک وہ کسمسائی پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور مجھے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورنے لگی۔

''موہنی۔'' میں نے فوراً ہی سخت مگر دبی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کیا۔ ''سچ سچ بتاؤ کہ تم یہاں کس طرح آ گئیں۔''

موہنی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس ٹکٹکی باندھے مجھے گھورتی رہی۔ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر مجھے یہی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک جاگ اٹھی اور اب اپنی یادداشت کو یکجا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتی میں دوبارہ ڈپٹ کر بولا۔

''یہ بات اچھی طرح سوچ لو کہ اگر تم نے تریا چلتر دکھانے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔''

موہنی بدستور میرے چہرے کو گھورے جا رہی تھی۔ چند لمحے تک کمرے میں موت کی سی ہولناک خاموشی چھائی رہی پھر اس کے ہونٹ آہستہ سے ہلے۔ ''کیا میرا پتی مر چکا ہے؟'' اس نے سپاٹ آواز میں مجھ سے پوچھا۔

''ہاں...... لیکن میں نے تم سے یہ پوچھا تھا کہ تم میری خواب گاہ میں کیسے آ گئی تھیں۔'' میں نے بدستور سخت لہجے میں دریافت کیا۔

''مجھے یہاں پجاری کی آتما لائی تھی۔'' موہنی نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''میرے پتی نے

پجاری مہاراج کی آگیا کا پالن نہیں کیا تھا اس لئے مہاراج کی آتما کے غصے کا شکار ہو گیا۔''

''کیا تم نے اپنی آنکھوں سے مادھو کو قتل ہوتے دیکھا تھا۔''

''قتل......'' وہ متحیرانہ انداز میں اپنی پلکیں جھپکاتے ہوئے بولی۔ ''نہیں...... پجاری مہاراج نے میرے پتی کے شریر کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ بس دور سے اپنی انگلی اٹھا کر میرے پتی کی اور اشارہ کیا تھا۔''

موہنی کا یہ بیان بھی میرے لئے کچھ کم حیرت انگیز نہیں تھا۔ میں پھر سوچ میں پڑ گیا۔ اپنے والد سے میں نے کالی طاقتوں اور سفلی علم کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا لیکن اپنی آنکھوں سے آج تک ایسا کوئی واقعہ نہیں دیکھا تھا۔ میں موہنی کو گھورنے لگا لیکن اس کی آنکھوں یا گفتگو کرنے کے انداز میں مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جو میں یہ سوچ سکتا کہ وہ مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ میرے دوبارہ پوچھنے پر کہ وہ میرے کمرے میں کیسے آئی، اس نے یہی بتایا تھا کہ پجاری مہاراج کی شکتی نے جس طرح انگلی کے ایک اشارے سے مادھولال کو قتل کر دیا تھا، اسی طرح میری خواب گاہ کے بند قفل کو بھی کھول لیا تھا اس کے بعد کے واقعات جو اس نے بتائے، وہ انتہائی شرمناک تھے۔ جن کا تذکرہ میں مناسب نہیں سمجھتا لیکن یہ سن کر ہی میرا خون کھول اٹھا کہ سونا گھاٹ کے پجاری نے اپنی ناپاک خواہشوں کی خاطر میری خواب گاہ کا انتخاب کیا تھا۔ دوسرا سوال جو مجھے پریشان کر رہا تھا، وہ موہنی کا گفتگو کرنا تھا اس لئے کہ آنجہانی مادھولال نے مجھے یہ بتایا تھا کہ جس لڑکی کو پجاری کی روح رات گزارنے کے لئے پسند کرتی تھی، وہ بعد میں گونگی ہو جایا کرتی تھی۔

''کیا تمہیں اپنے پتی کی موت کا کوئی رنج نہیں ہے۔'' میں نے کچھ سوچ کر پوچھا تو وہ نظریں جھکا کر بولی۔

''بھگوان کی مرضی کے آگے منش ذات بھلا کیا کر سکتی ہے۔''

پولیس کے روبرو تمہارا کیا بیان ہوگا۔'' میں نے الجھتے ہوئے پوچھا۔

''پجاری مہاراج نے چونکہ مجھے اپنے چرنوں میں جگہ دی ہے اس لئے جھوٹ کہنا میرے لئے گھور پاپ ہے۔ میں پولیس کو وہی بیان دوں گی جو میں نے آپ کو دیا ہے۔''

مجھے موہنی کے اس جواب پر جس قدر حیرت ہوئی اس کا اندازہ کوئی اور نہیں لگا سکتا تھا اس لئے کہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ موہنی مادھولال سے کس قدر پیار کرتی تھی۔ محض تین چار گھنٹے کے اندر اندر اس کا یوں بدل جانا، میرے لئے انتہائی تعجب خیز بات تھی۔ یہ فیصلہ کرنا میرے لئے مشکل ہو رہا تھا کہ موہنی کے ساتھ میرا برتاؤ کیا ہونا چاہئے۔ اسے خاموشی سے جانے کی اجازت دینے کی صورت میں ممکن تھا کہ اپنے آدمیوں میں جا کر اپنے سابقہ بیان سے منحرف ہو جاتی اور میرے خلاف کوئی ایسا سنگین الزام لگا دیتی کہ میرا بچنا محال ہو جاتا۔ کچھ دیر تک میں یہی سوچتا رہا پھر میں نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''کیا تمہارے پجاری دیوتا نے میرے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔''

''نہیں۔''

''تم اگر دوبارہ چاہو تو کیا پجاری کی آتما سے ملاقات کر سکتی ہو؟''

''یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ جب مہاراج کا من چاہے گا خود ہی مجھے درشن دے جائیں گے۔''

''اگر میں سونا گھاٹ کے پجاری سے ملنا چاہوں تو کیا تم میری کوئی مدد کر سکتی ہو؟''

''اس کے لئے تمہیں بڑے مندر کے نئے پجاری سے اجازت لینی ہوگی۔''

میں ایک بار پھر سوچ میں پڑ گیا کہ موہنی کے ساتھ میرا کیا سلوک ہونا چاہئے۔ کیا میں اسے اپنے بچاؤ کے لئے ختم کردوں یا مصیبت مول لینے کے لئے جانے کی اجازت دے دوں۔ بڑی دیر تک میں کوئی آخری فیصلہ نہ کر سکا پھر اچانک میرے دل نے کہا میں ایک مسلمان ہوں اور بلا وجہ کسی کمزور کے خون سے ہاتھ رنگنا ایک مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے دل میں خدا کا نام لے کر موہنی کو خاموشی سے چلے جانے کی اجازت دے دی لیکن اتنا ضرور کہہ دیا کہ اگر اس نے کوئی شرارت کی تو پھر مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ وہ میری بات سن کر آہستہ سے اٹھی اور اپنے بے ترتیب لباس کو درست کرتے ہوئے چپ چاپ چٹخنی کھول کر خواب گاہ سے باہر نکل گئی۔ موہنی کے جانے کے بعد تقریباً دو گھنٹے تک میں اس خیال سے جاگتا رہا کہ کہیں عملے کے لوگ اس کی بازیابی پر مجھے تنگ کرنے نہ آ جائیں لیکن جب کوئی نہ آیا تو میں نے تین بار آیت الکرسی پڑھ کر پورے کوارٹر کا حصار کھینچا اور تین بار زور زور سے تالیاں بجا کر خواب گاہ کو اندر سے بند کیا اور سونے کے لئے لیٹ گیا۔

رات کسی نہ کسی طرح بیت گئی۔ صبح جب میں سو کر اٹھا تو سب سے پہلے جو فکر لاحق ہوئی وہ موہنی کی تھی۔ میں یہ جاننے کے لئے بے چین تھا کہ اس نے کیمپ کے دوسرے ملازمین کو اپنی گمشدگی اور پھر اچانک رونما ہونے کے بارے میں کیا بیان دیا تھا۔ اپنے طور پر میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر موہنی نے مجھے پھنسانے کے لئے کوئی الٹا سیدھا بیان دیا تو میں اس کی صحت سے انکار کردوں گا اور سارا بہتان سونا گھاٹ کے پجاری موہن لال جی مہراج پر لگا دوں گا۔

بستر سے اٹھ کر میں نے غسل کیا فجر کی نماز ادا کی پھر ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر کپڑے بدلے اور باہر آ گیا۔ ابھی میں اپنے کوارٹر سے نکل کر بہ مشکل تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ چوکیدار پر نظر پڑی جو بڑے پھاٹک کے نائٹ گارڈ کے ساتھ میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے ان کے چہروں پر حیرت کے تاثرات دیکھ کر ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ انہیں موہنی کی کیمپ میں موجودگی کا علم ہو چکا ہے اور اب وہ غالباً مجھے یہی اطلاع دینے آ رہے تھے۔ قریب آ کر ان دونوں نے مجھے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا پھر چوکیدار جس

کے چہرے پر زیادہ بوکھلاہٹ نظر آ رہی تھی بولا۔

''سرکار..... موہنی واپس آ گئی ہے۔''

''کب؟'' میں نے بڑی حیرت سے پوچھا۔

''یہ کسی کو نہیں پتا سرکار لیکن سویرے وہ اپنے کوارٹر میں ملی تھی۔'' چوکیدار نے کہا۔ ''میری استری کا کہنا ہے کہ سویرے جب وہ اشنان کے لئے جا رہی تھی تو اس نے سورگ باشی مادھو لال کے کوارٹر کا دروازہ کھلا دیکھا۔ وہ ڈرتے ڈرتے مکان کے اندر گئی تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گئی کہ موہنی رسوئی گھر میں بیٹھی برتن باسن کر رہی ہے۔''

''اچھا۔'' میں نے بدستور اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''اپنی رات کی گمشدگی کے بارے میں اس نے کیا بتایا۔''

''ہم سب نے بہتری کوشش کی سرکار، پرنتو وہ اسی بات پر ڈٹی ہے کہ رات وہ اپنے کوارٹر میں ہی سوئی تھی۔''

''گویا اس بار تمہارے دھرماتما موہن لال جی کی شکتی بیکار ہو گئی۔'' میں نے سونا گھاٹ کے پجاری کا مضحکہ اڑاتے ہوئے بڑی حقارت سے کہا۔ ''میں نے تو سنا تھا کہ سونا گھاٹ کا پجاری جس عورت کو رات گزارنے کے لئے پسند کرتا ہے، اس کی زبان بند کر دیتا ہے۔''

''دیوتاؤں کی باتیں دیوتا ہی جانیں سرکار۔'' چوکیدار نے برا سا منہ بنا کر کہا پھر جلدی سے روکھے لہجے میں بولا۔ ''رات والے داروغہ جی آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔ میں نے انہیں دفتر میں بٹھا دیا ہے۔''

میں نے محسوس کیا کہ چوکیدار کو میری باتیں جو میں نے سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں کہی تھیں، سخت ناگوار گزری ہیں۔ میں دل ہی دل میں ہنستا ہوا دفتر کی طرف آ گیا، جہاں وہی پولیس آفیسر موجود تھا جو رات مادھو لال کے پُراسرار قتل اور موہنی کی گمشدگی کی تفتیش کی غرض سے آیا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا لیکن میں پہلی ہی نظر میں بھانپ گیا کہ رات کے مقابلے میں اس وقت اس کے تیور زیادہ خراب ہیں۔ میں نے اسے مطلق کوئی اہمیت نہ دی اور بڑے اطمینان سے قدم بڑھاتا افسرانہ شان سے اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔

''مجھے پتا چلا ہے کہ موہنی واپس آ گئی ہے۔'' کچھ دیر بعد پولیس افسر نے مجھ سے دریافت کیا تو میں نے بڑی لاپرواہی سے اسے چوکیدار کا دیا ہوا بیان سنا دیا۔ پولیس افسر مجھے بڑی کینہ توز نظروں سے گھورتا رہا۔ شاید اس کا خیال تھا کہ میں اس خبر کو سن کر چونک اٹھوں گا لیکن دوسری طرف میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اس معاملے میں مطلق کسی دلچسپی کا اظہار نہ کروں گا۔

’’میں آپ کی موجودگی میں موہنی کا بیان لینا چاہتا ہوں۔‘‘

’’بڑی خوشی سے لیجئے۔‘‘ میں نے کہا پھر گھنٹی بجا کر چپراسی کو طلب کیا اور اسے موہنی کو بلانے کے لئے روانہ کر دیا۔ اس کے بعد میں نے یونہی ایک فائل اٹھائی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ پولیس آفسر اپنی جگہ بیٹھا پیچ و تاب کھاتا رہا۔

’’کیا آپ نے موہنی سے دریافت نہیں کیا کہ وہ رات کہاں تھی اور اچانک کیمپ میں واپس کیسے آ گئی۔‘‘ اس بار پولیس آفیسر نے تلملا کر پوچھا۔

’’میں نے ارادہ کیا تھا لیکن اس خیال سے کچھ نہیں پوچھا کہ دیوتاؤں کی شکتی سے ٹکرانا ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔ آپ نے بھی کل رات چلتے وقت مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ میں اس معاملے میں آگے بڑھنے کی کوشش نہ کروں۔‘‘ میں نے وہی جملے دہرا دیے جو رات اس نے مجھ سے کہے تھے

میری بات سن کر وہ غصے سے اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا۔ میں نے اس کی جھلاہٹ پر کوئی توجہ نہ دی اور دوبارہ فائل دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔

موہنی آئی تو میں نے فائل بند کر دی۔ پولیس آفیسر بجائے اس کے کہ موہنی کو پوترا اور دیوی سمان جان کر اٹھتا اور اس کے چرن چھو کر آشیرواد لیتا اسے خون خوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ دفتر کے باہر ورانڈے میں دوسرے ملازم جمع تھے۔ ان کی کھسر پھسر کی آوازیں مجھے صاف سنائی دے رہی تھیں۔ موہنی میری میز کی دائیں جانب سر جھکائے چپ چاپ کھڑی تھی۔ نہ تو اس کے چہرے سے کسی گھبراہٹ کا پتا چلتا تھا اور نہ ہی وہ پریشان دکھائی دیتی تھی۔ دفتر میں داخل ہوتے وقت بس ایک بار اس نے میرے چہرے پر نظر ڈالی تھی پھر میز کے قریب آ کر سر جھکائے کھڑی ہو گئی تھی۔ پولیس افسر کچھ دیر تک اسے گھورتا پھر بولا۔

’’تیرا نام کیا ہے؟‘‘

’’موہنی!‘‘ موہنی نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

’’تو سورگ باشی مادھولال کی پتنی ہے؟‘‘

’’ہاں۔‘‘

’’رات تو کہاں غائب ہو گئی تھی؟‘‘ پولیس افسر نے غصیلی آواز میں دریافت کیا تو میرا دل دھڑک اٹھا۔ موہنی بہرحال ایک عورت ہی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ وہ کہیں پولیس کی دھونس دھڑلے میں آ کر میرا نام نہ لے لے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ موہنی نے بڑے آرام سے کہا تھا۔

’’میں نہیں جانتی کہ میں رات کہاں تھی مگر سویرے میں اپنے کوارٹر میں جاگی تھی۔‘‘

’’مادھولال کو کس پاپی نے قتل کیا تھا؟‘‘

’’موہن لال جی مہاراج نے۔‘‘ موہنی نے بدستور نظریں جھکائے جھکائے کہا پھر میرے کوارٹر کا تذکرہ درمیان سے نکال کر رات کو مادھولال کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کی کہانی سنا ڈالی۔

’’بکواس کرتی ہے۔ کلنکنی۔‘‘ پولیس افسر گرجدار آواز میں بولا۔ ’’مجھے سب پتا چل گیا ہے کہ تو رات کہاں اور کس کے ساتھ تھی۔ ٹھیک طرح سے سب کچھ اگل دے۔ نہیں تو مجھے ٹیڑھی انگلیوں سے بھی گھی نکالنا آتا ہے۔‘‘

’’مجھے جو کچھ پتا تھا، وہ بتا چکی ہوں۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔‘‘

’’مورکھ۔ کم جات۔‘‘ پولیس افسر نے غراتے ہوئے کہا۔ ’’کیوں پجاری جی مہاراج کا شبھ نام لے کر اپنا دھرم نشٹ کرتی ہے۔ سیدھی طرح سچ سچ بتا دے ورنہ میں تیری چمڑی ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔‘‘

موہنی نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایک بار اس نے نظر اٹھا کر مجھے دیکھا پھر دوبارہ نظریں جھکا لیں۔ میں اپنی جگہ سٹپٹا کر رہ گیا۔ پولیس افسر کے تیور اور اس کی باتوں سے میں سمجھ رہا تھا کہ کسی آدمی نے رات کو موہنی کو میرے کوارٹر سے نکلتے دیکھ لیا ہوگا اور چپ چپاتے اس کی اطلاع جا کر پولیس کو دے آیا ہوگا۔ ایسی صورت میں اگر موہنی یہ بیان دے دیتی کہ ہوش آنے پر اس نے خود کو میری خواب گاہ میں پایا تھا تو میری پوزیشن پولیس کی نگاہوں میں ضرور مشکوک ہو جاتی اس لئے کہ میں نے تھانے دار کو یہی بتایا تھا کہ موہنی کی بازیابی کی اطلاع مجھے چوکیدار سے ملی تھی۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ آخر وہ کون آدمی ہو سکتا ہے جس نے پولیس افسر کو مخبری کی ہے کہ تھانے دار کڑک کر بولا۔

’’چپ کیوں کھڑی ہے۔ بتاتی کیوں نہیں کہ تو نے رات کہاں اور کس کے ساتھ گزاری ہے؟‘‘

’’میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتی ہوں کہ رات میرے شریر کو موہن لال جی مہاراج کے سوا......‘‘

’’بکواس بند کر حرام کی جنی۔‘‘ تھانے دار غصے میں کانپتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ’’اب اگر تیری گندی زبان سے پجاری مہاراج کا پوتر نام نکلا تو مارے بیدوں کے چمڑی ادھیڑ ڈالوں گا۔‘‘

’’یہ سراسر آپ کی زیادتی ہے۔‘‘ میں چپ نہ رہ سکا۔ ’’موہنی جو بیان دے رہی ہے، وہ آپ لکھ لیں رہا اس کی صداقت کا مسئلہ تو وہ آپ اپنی تفتیش سے معلوم کر سکتے ہیں۔‘‘

’’میں پہلے ہی معلوم کر چکا ہوں کہ اصل چکر کیا ہے۔‘‘ تھانے دار نے مجھے زہریلی نظروں سے گھورا پھر موہنی کی طرف حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ’’تجھے میرے ساتھ تھانے چلنا ہوگا۔ وہیں میں تیرا بیان لکھوں گا۔‘‘

’’میں گنگا جل اٹھا کر کہہ سکتی ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا، وہ جھوٹ نہیں ہے۔‘‘ موہنی سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

’’بند کر اپنی بکواس۔‘‘ پولیس افسر کڑک کر بولا۔ ’’تھانے چل کر میں تجھے تیری حرام کاری کا ایسا

مزہ چکھاؤں گا جسے سارا جیون یاد رکھے گی۔"

میں نہیں چاہتا تھا کہ تھانے دار موہنی کو پولیس اسٹیشن لے جائے۔ میری خواہش تھی کہ موہنی کا بیان اگر میری موجودگی میں لیا جائے تو زیادہ اچھا ہے۔ تھانے لے جا کر پولیس افسر موہنی کے ساتھ من مانی بھی کر سکتا تھا اور اس کی طرف سے الٹا سیدھا بیان لکھ کر اسے انگوٹھا لگانے پر زبردستی مجبور بھی کر سکتا تھا لیکن قبل اس کے کہ میں کچھ کہتا، تھانے دار نے لپک کر موہنی کو بازو سے تھام لیا اور دروازے کی طرف اس زور سے دھکا دیا کہ وہ کراہ اٹھی۔ اس نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ موہنی کو دھکا دینے کے بعد وہ اپنی بید سنبھالتا ہوا اس کی جانب لپکا تھا لیکن پھر جو کچھ ہوا وہ میرے لئے بھی انتہائی حیرت انگیز تھا۔ بید اچانک تھانے دار کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑی اور وہ بری طرح چیختا ہوا زمین پر گرا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی غیر مرئی طاقت نے اسے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑتا اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن قبل اس کے کہ میں آگے بڑھ کر تھانے دار کو زمین سے اٹھاتا۔ کسی نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"سرکار آپ دور ہی رہیں۔"

میں نے مرحوم مادھولال کی آواز کو پہچان لیا تھا۔ غالباً وہ اس کی روح تھی جس نے پولیس افسر کے ہاتھ سے بید چھین کر اسے زمین پر پٹخنی دی تھی۔ مادھولال کی آواز سن کر میں نے تھانے دار کو زمین سے اٹھانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ میرے عملے کے دوسرے افراد جو ابھی تک باہر کھڑے تھے، موہنی کے کراہنے اور تھانے دار کے چیخنے کی آواز سن کر کمرے میں آ گئے۔ تھانے دار نے جو اس اچانک افتاد سے گھبرا گیا تھا، جب دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی تو پھر چیخ کر رہ گیا اور اپنا گال سہلانے لگا۔ اس کے بعد تو یوں لگا جیسے اس کے جسم سے بے شمار چیونٹیاں لپٹ گئی ہوں۔ کبھی وہ تلملا کر ایک طرف گرتا اور کبھی دوسری طرف اور کبھی غصے کے عالم میں اپنے گال کھجانے لگتا۔ ملازموں میں سب سے پہلے چوکیدار اس کی مدد کے لئے آگے بڑھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ زمین سے تقریباً دو فٹ ہوا میں معلق ہو کر حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا۔ کسی نے اس کے کرتے کا گریبان اوپر اٹھا رکھا تھا۔ اس خوفناک منظر کو دیکھ کر عملے کے تمام افراد "ہری اوم ...... ہری اوم" کا نعرہ لگاتے ہوئے باہر کی طرف بھاگے۔ تھانے دار جلدی سے کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ اب اس کی آنکھوں سے بھی خوف جھانک رہا تھا۔ چوکیدار ابھی تک فضا میں معلق چیخ چیخ کر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ میں نے بہتیرا ضبط کرنے کی کوشش کی لیکن بے اختیار ہنس دیا پھر سنجیدگی اختیار کر کے تھانے دار سے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دیوی دیوتاؤں کی شکتی سے ٹکرانا سچ مچ ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔"

تھانے دار جو میرے جملے سے تلملا اٹھا تھا، کچھ کہنا چاہتا تھا کہ چوکیدار دھپ سے زمین پر آ رہا

اور مادھولال کی روح جو غالباً موہنی کے ساتھ تھانے دار کا برتاؤ دیکھ کر بھڑک اٹھی تھی، دوبارہ اس سے چمٹ گئی۔ میں نے تھانے دار کو گلے پر ہاتھ رکھ کر اچانک بڑی کربناک آواز میں چیختے دیکھا۔ اس کی آنکھیں یوں ابلی پڑ رہی تھیں جیسے کوئی اس کا گلا گھونٹنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پولیس افسر کو اس اذیت میں پھنسا دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ اگر مادھولال کی بے چین روح نے اسے جان سے مار دیا تو میں مفت میں مزید الجھنوں میں گرفتار ہو جاؤں گا چنانچہ میں نے بلند آواز میں کہا۔

"اے پُراسرار شکتی! مجھے پتا ہے کہ تو نے اپنی سویکار کی ہوئی چیز کا اپمان دیکھ کر بدلہ لینے کی ٹھان لی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تھانے دار موہنی کو اب پریشان نہیں کرے گا اس لئے اسے چھوڑ دے اور اس آدمی سے اپنا انتقام پورا کر جس نے تھانے دار کو الٹی سیدھی پڑھا کر میرے خلاف ورغلانے کی کوشش کی تھی۔"

میں نے یہ جملے جان بوجھ کر کچھ ایسے انداز میں کہے تھے کہ تھانے دار یہی سمجھے کہ میں سونا گھاٹ کے پجاری کی آتما سے پرارتھنا کر رہا ہوں حالانکہ میں جان چکا تھا کہ چوکیدار اور تھانے دار کی درگت بنانے والی شکتی مادھولال کی روح کے سوا کوئی اور نہیں تھی۔ میرے کہے ہوئے جملے کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ مادھولال کی آتما نے تھانے دار کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ چوکیدار دوبارہ فضا میں بلند ہو کر باہر کی سمت جانے لگا۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ کے ساتھ بے ربط جملے بھی نکل رہے تھے

"بھگوان کے لئے شما کر دو مہاراج ...... مہاتما مجھ سے بھول ہو گئی تھی۔ مہانوں کے مہان بلوانوں کے بلوان ...... میرے باپ کی توبہ ...... شما کر دو مہاراج ...... میں پوتر رامائن اور گیتا کی سوگند کھاتا ہوں، اب کبھی بڑے سرکار کی چغلی نہیں کھاؤں گا۔"

چوکیدار چیخ چیخ کر اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر ان دیکھی شکتی سے مخاطب تھا۔ میں تھانے دار کے پیچھے پیچھے دفتر سے نکلا تو دیکھا کہ چوکیدار فضا میں معلق تیزی سے اس پانی سے بھرے ٹینک کی طرف جا رہا تھا جو نہانے دھونے کے کام آتا تھا۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹینک کے اوپر جا کر ایک لمحے کے لئے رکا پھر دھڑام سے پانی میں گر کر ڈبکیاں کھانے لگا۔ تھانے دار نے چوکیدار کا انجام دیکھا تو بڑے پھاٹک کی طرف اس طرح بھاگا کہ پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ چوکیدار زندہ ہے یا مر گیا۔ میں دل ہی دل میں مسکراتا ہوا دفتر میں آ گیا جہاں موہنی سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ میں اس کے قریب جا کر بولا۔

"موہنی میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے بارے میں اپنی زبان نہیں کھولی ورنہ تھانے دار مفت میں میرے پیچھے لگ جاتا۔"

"میں نے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کیا۔" موہنی بولی۔ "میں نے پجاری مہاراج کی آگیا کا پالن کیا ہے۔ رات مہاراج نے مجھے سوتے میں درشن دئے تھے اور کہا تھا کہ میں آپ کے بارے میں کوئی

بات زبان سے باہر نہ نکالوں۔"

"اچھا اب تم جا کر آرام کرو۔ تھانے دار اب تمہیں دوبارہ پریشان کرنے نہیں آئے گا۔"

موہنی نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا، خاموشی سے گردن جھکائے دفتر سے باہر چلی گئی۔

میں اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سوچنے لگا۔ کچھ دیر بعد چوکیدار پانی میں شرابور ہانپتا کانپتا دفتر میں آیا اور دوڑ کر میرے قدموں سے لپٹ گیا پھر بڑی رقت بھری آواز میں بولا۔

"سرکار، آپ بھی مجھے شما کر دیں۔ میں نے گھور پاپ کیا ہے جو آپ کے بارے میں تھانے دار کے کان بھرے۔ اب کبھی ایسا نہیں کروں گا سرکار۔ بھگوان کے لئے میری غلطی معاف کر دیں۔"

مجھے چوکیدار کی بات سن کر سخت غصہ آیا لیکن مادھولال کی روح چونکہ اسے اچھی خاصی سزا دے چکی تھی اس لئے میں زیادہ کچھ نہ کہا۔ ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دیا اور خود اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

شام کو میں حسب معمول چار بجے دفتر سے اٹھ کر اپنے کوارٹر میں آ گیا۔ نہا دھو کر کپڑے تبدیل کئے۔ کچھ دیر آرام کی غرض سے لیٹا ہی تھا کہ عملے کے سارے افراد آ گئے۔ صبح کو دفتر میں جو کچھ وہ دیکھ چکے تھے اس کا اثر اب بھی ان کے چہروں سے جھلک رہا تھا۔ چوکیدار نے انہیں بتا دیا تھا کہ پُراسرار طاقت نے میرے ہی کہنے پر تھانے دار کو چھوڑا تھا۔ اس وقت وہ مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلانے آئے تھے۔ میرا دل چاہا کہ ان سب کو کھری کھری سنا دوں لیکن یہ خیال کر کے کہ اس طرح میری راہ میں دشواریاں پیدا ہو سکتی ہیں، میں نے انہیں معاف کر دیا مگر دبی زبان میں یہ بھی ذہن نشین کرا دیا کہ اگر دوسری بار کسی نے میرے خلاف کوئی سازش کرنے کی کوشش کی تو میں کھڑے کھڑے اسے ملازمت سے برطرف کرا دوں گا۔ ابھی میں عملے کے افراد سے گفتگو کر رہا تھا کہ کوارٹر کی طرف سے موہنی کے چیخنے چلانے کی آواز سنائی دی۔ میں اپنے آدمیوں کے ساتھ بھاگتا ہوا موہنی کے کوارٹر کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہ صحن میں کھلے آسمان کے نیچے زمین پر پڑی لوٹ لگا رہی تھی۔ اس کی گردن اور پیٹ سے گاڑھا خون بہہ رہا تھا۔ میرے آدمیوں نے کوارٹر کا کونا کونا چھان مارا لیکن موہنی کے قاتل کا کوئی پتا نہ چلا۔ موہنی کچھ دیر تک کچے صحن میں پڑی ذبح کی ہوئی بکری کی طرح ہاتھ پاؤں مارتی رہی پھر اس کا جسم اکڑ کر سرد ہو گیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا حیرت سے آنکھیں پھاڑے موہنی کی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ اسے کیوں اور کس نے موت کے گھاٹ اتارا تھا یہ تو میں نہ جان سکا لیکن اتنا ضرور سمجھ گیا تھا کہ موہنی کی موت میں یا تو مادھولال کا ہاتھ ہے یا پھر یہ سونا گھاٹ کے پجاری کی ان دیکھی طاقت کا کرشمہ ہے۔ عملے کے افراد موہنی کی لاش سے دور سہمے کھڑے تھے۔ میں تھوڑی دیر موہنی کے کوارٹر میں رہا پھر کچھ روپے اس کے کریا کرم کے لئے دیئے اور سوچ میں ڈوبا اپنے کوارٹر میں آ گیا۔

صبح سے جو حادثات پے در پے رونما ہو رہے تھے انہوں نے میرے تجسس کو اور بڑھا دیا تھا۔ میں

بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ اب جلد از جلد سونا گھاٹ کے پجاری موہن لال کی پُراسرار قوتوں کا راز معلوم کرنا چاہئے لیکن ابھی تک کوئی ایسا قابل اعتماد آدمی مجھے نہیں ملا تھا جو پجاری تک پہنچنے میں میری مدد کرتا۔ رات گئے تک میں انہی باتوں کے بارے میں سوچتا رہا پھر رات کے کھانے سے فارغ ہو کر کچھ دیر حسب عادت میں اپنے کوارٹر کے سامنے ٹہلتا رہا اس کے بعد سونے کی غرض سے اپنی خواب گاہ میں آ گیا۔ بستر پر لیٹنے سے پہلے میں کوارٹر کی تمام کھڑکی دروازے اچھی طرح بند کئے تین بار آیت الکرسی پڑھ کر حصار کھینچا اور تین بار زور زور سے تالی پیٹ کر سونے کے ارادے لیٹ گیا۔ مجھے آیت الکرسی پر مکمل اعتماد تھا اور یقین تھا کہ اس کے حصار کے اندر کوئی بدروح یا گندی طاقت داخل ہو کر مجھے پریشان نہ کر سکے گی۔

میری آنکھ کب لگی مجھے ٹھیک طرح سے یاد نہ رہا لیکن نیند سے ہڑبڑا کر بیدار ہونے کی وجہ یقیناً وہی آواز تھی جو بار بار کمرے میں گونج رہی تھی۔ ایک دو بار میں نے اس آواز کو غنودگی کی حالت میں سنا تو کوئی دھیان نہ دیا مگر جب تیسری بار کسی نے میرے کان میں زور سے میرا نام لے کر مجھے آواز دی تو میری نیند اچاٹ ہو گئی۔ میں نے جلدی سے اٹھ کر بتی روشن کی اور خواب گاہ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ معاً مجھے خیال گزرا کہ کہیں مادھولال کی روح نہ ہو چنانچہ میں جی کڑا کر کے کہا۔

"خواب گاہ میں کون موجود ہے۔ مجھے کس نے پکارا تھا؟"

"سرکار، میں مادھولال۔" میرے بائیں کان کی طرف خاصی دوری پر مادھولال کی آواز سنائی دی۔

"اتنی رات گئے تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟" میں نے قدرے خشک لہجے میں پوچھا۔

"سرکار، پہلے مجھے اندر آنے کی اجازت دیجئے۔"

مجھے حصار کا خیال آیا۔ میں نے اس سے کہا۔ "تم آ جاؤ، تم ایک شریف آدمی ہو اور بے موت مارے گئے ہو، تم اندر کیوں نہیں آ جاتے۔"

"سرکار، میں شرمندہ ہوں کہ آپ کو رات گئے تکلیف پہنچائی۔" اس کی آواز مجھے خود سے قریب معلوم ہو رہی تھی۔ "مگر سرکار، میں آپ کو یہ بتانے آیا کہ اب آپ کی اور موہن لال کی راہ میں صرف ایک رکاوٹ باقی رہ گئی ہے اور اس پلید کا نام ہے جیون داس بڑے مندر کا نیا پجاری۔ آپ کی راہ کی دوسری رکاوٹ موہنی تھی جسے میں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔"

"کیا تم نے موہنی کو مارا تھا۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں سرکار، اس کے سوا کوئی دوسرا اپائے نہ تھا۔" مادھولال کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "وہ کلنکنی مجھے بھول کر اس پاجی پجاری موہن لال کو دیوتا سمان پوجنے لگی تھی جس نے مجھے موت

کے گھاٹ اتارا پھر موہنی کے پوتر شریر کو اس راکھشش نے روند ڈالا۔ اگر وہ پاپن زندہ رہتی تو آپ کی راہ کی کٹھنائیں بڑھ جاتیں۔"

"مادھولال۔" میں نے جلدی سے کچھ سوچ کر کہا۔ "کیا تم چاہتے ہو کہ سونا گھاٹ کے پجاری سے تمہارے قتل اور موہنی کی بربادی کا انتقام لیا جائے۔"

"اگر میری یہ اچھا (خواہش) نہ ہوتی تو سرکار میں چوکیدار کی درگت کیوں بناتا اور موہنی کے کومل شریر کو مٹی میں کیوں ملاتا۔"

"کیا تم مجھے پرانے مندر کے تہ خانے تک پہنچا سکتے ہو۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"میں آپ کو مندر تک چھوڑ سکتا ہوں۔ اس کے آگے جانا میری شکتی کے بس کا روگ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں اسی وقت چلتا ہوں۔ بس تم میرے قریب ہی رہنا تاکہ کوئی اور مجھے پریشان نہ کر سکے۔"

"میں آپ کو وچن دیتا ہوں سرکار، موہن لال کی شکتی کے سوا کوئی اور آپ کو کشٹ نہیں دے سکتی۔"

مادھولال کا جواب سن کر میرا تجسس اور بڑھ گیا۔ میں نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا۔ اپنا ذاتی ریوالور بھر کر جیب میں ڈالا اور اللہ کا نام لے کر کوارٹر سے باہر نکل آیا۔ کیمپ کے بڑے پھاٹک کے قریب پہنچ کر مجھے خیال ہوا کہ رات کی ڈیوٹی والا گارڈ اس وقت میرے باہر جانے کو ضرور شبہے کی نظروں سے دیکھے گا۔ ابھی یہ خیال میرے ذہن میں ابھرا ہی تھا کہ مادھولال کی روح نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"سرکار، آپ ڈیوٹی گارڈ کی کوئی چنتا نہ کریں اور آرام سے پھاٹک پر چڑھ کر دوسری طرف اتر جائیں۔ میں اس کی آنکھوں کے سامنے پردہ ڈال دوں گا تاکہ وہ آپ کو دیکھ ہی نہ سکے۔"

میں جی کڑا کر کے آگے بڑھا اور نہایت اطمینان سے پھاٹک پر چڑھ کر باہر کی طرف اتر گیا۔ ڈیوٹی گارڈ ہاتھوں میں سنگین بردار رائفل لئے میرے سامنے گشت لگا رہا تھا لیکن ایک بار بھی اس نے پلٹ کر میری طرف نہ دیکھا حالانکہ میں اس کے برابر سے ہو کر پھاٹک تک پہنچا تھا۔

سونا گھاٹ کا پورا علاقہ اس وقت گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ تاریکی کی دبیز چادر نے ہر شے کو اپنے سیاہ وجود میں لپیٹ رکھا تھا۔ ہر سو ہولناک سناٹا طاری تھا۔ میں آیت کریمہ کا ورد کرتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس راستے پر بڑھتا رہا جو پرانے مندر کی طرف جاتا تھا۔ چار فرلانگ کا راستہ طے کرنے کے بعد میں اس گندے تالاب کے قریب پہنچ گیا جو آبادی سے ایک کوس دور تھا اور جہاں پوری

آبادی کی گندگی اور غلاظت پھینکی جاتی تھی۔ تالاب کے اطراف میں چونکہ گھنی گھنی جھاڑیاں اور تناور درخت تھے اس لئے آبادی کے لوگ رات کے وقت ادھر کا رخ کرنے سے ڈرتے تھے۔ میں نے اپنے عملے کے افراد سے سن رکھا تھا کہ یہ تالاب بھوت پریت اور گندی ارواح کا مسکن ہے اس لئے سرِشام ہی سے سونا گھاٹ کے لوگ ادھر کا راستہ چھوڑ دیتے تھے۔ میں چونکہ بھوت پریت کا قائل نہ تھا اس لئے آبادی کا چکر کاٹ کر پرانے مندر تک پہنچنے کے بجائے تالاب والے راستے کو ترجیح دی تھی۔ یہ راستہ ویسے بھی نزدیک کا تھا۔ ابھی میں تالاب کے ساتھ ساتھ بنی ہوئی پگڈنڈی کو نصف ہی طے کر پایا تھا کہ اچانک ٹھٹک کر رک گیا۔ تالاب کی سمت سے کسی عورت کی سسکیوں کی آواز مجھے صاف طور پر سنائی دی تھی۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ اتنی رات گئے اس ویران، سنسان اور غیر آباد حصے میں جس کے بارے میں طرح طرح کی روایتیں مشہور تھیں، کسی عورت کی موجودگی کیا معنی رکھتی تھی۔ سسکیوں کی آواز ہر لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھی پھر یکلخت وہ آواز آنا بند ہو گئی۔ اس کے فوراً بعد ہی میرے کانوں میں کسی نوجوان عورت کے کھنکتے قہقہوں کی آواز ٹکرانے لگی۔ میں ابھی اس الجھن میں مبتلا تھا کہ اس رونے اور ہنسنے کی آواز کو کیا سمجھوں کہ میرے بائیں جانب کی گھنی جھاڑیوں سے ایک آواز ابھری "افضل بیگ...... کہاں جاتے ہو، ادھر آؤ۔" اس آواز کے ساتھ ہی مجھے گھنگھروؤں کی آواز بھی سنائی دی۔ میں تیزی سے جھاڑی کی طرف لپکا مگر دوسرے ہی لمحے ٹھٹک کر رک گیا۔ تاریکی کے باوجود میں نے اس عورت کو دیکھ لیا جو جھاڑی کے قریب کھڑی ہاتھ کے اشارے سے مجھے اپنے قریب بلا رہی تھی۔ میں حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگا پھر جیسے ہی میری نظر غیر ارادی طور پر اس کے پیروں پر پڑی تو میں خوف سے کپکپا کر رہ گیا۔ عورت جس کے پاؤں پیچھے کی سمت گھومے ہوئے تھے، یقیناً کوئی پچھل پیری تھی جو مجھے تنہا دیکھ کر لقمۂ اجل بنانا چاہتی تھی۔ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی پچھل پیریوں اور چڑیلوں کے بارے میں بے شمار باتیں سن رکھی تھیں۔ ایک بار میرے والد نے کہا تھا کہ ان گندی بلاؤں سے بچاؤ کے دو ہی راستے ہیں یا تو آگ جلا لی جائے یا پھر انسان ان کے سامنے برہنہ کھڑا ہو جائے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے پہلے تو اپنے ہاتھ میں دبی ہوئی ٹارچ کو روشن کرنے کا خیال کیا لیکن یہ سوچ کر کہ اس کی روشنی کرنے سے ممکن ہے دوسری بلائیں میری طرف متوجہ ہو جائیں، میں نے ٹارچ جلانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور جلدی سے اپنی قمیض اتار کر کندھے پر ڈال لی۔ یہ طریقہ ہر چند کے بے حد بے ہودہ تھا لیکن اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ پچھل پیری جو ابھی تک میرے سامنے کھڑی مجھے اشاروں سے بلا رہی تھی، میرے قمیض اتارتے ہی منمناتی ہوئی جھاڑیوں کی طرف بھاگی اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ مجھے اس کی منمناہٹ کی اواز دور تک سنائی دیتی رہی۔ پچھل پیری یا چڑیل سے نجات حاصل کرتے ہی میں پلٹ کر بھاگا اور تالاب کا حصہ گزر جانے کے بعد ہی اطمینان کا سانس لیا۔ ایک جگہ رک کر میں نے قمیض پہنی تو

مجھے مادھولال کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔ مجھے اس بات پر سخت غصہ آیا کہ وہ کم بخت میرے ساتھ تھا لیکن اس نے کچھ نہیں کہا اور اب مجھ پر ہنس رہا تھا۔ جی تو چاہا کہ اسے بے نقط سنانی شروع کر دوں لیکن اس خیال سے کہ کہیں وہ خفا ہو کر میری رہبری سے منہ نہ موڑ لے خون کے گھونٹ پی کر چپ رہا۔ پتا نہیں مادھولال کی روح کو میری بات کا علم کس طرح ہو گیا اس لئے مادھولال نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ ''سرکار، مجھے پتا تھا کہ وہ بدذات آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی اس لئے میں الگ تھلگ رہا۔''

میں نے کوئی جواب نہ دیا اور پلٹ کر پرانے مندر جانے والے راستے پر ہو گیا جیسے جیسے میں مندر کے قریب ہوتا جاتا تھا، میرا جوش بڑھتا جا رہا تھا۔ اچانک مجھے اس سادھو کا خیال آ گیا جس نے سونا گھاٹ کے پجاری کی شکتی کا راز جاننے کی کوشش کی تھی لیکن تہ خانے کی سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہی جل کر بھسم ہو گیا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی میرے جسم میں جھرجھری سی آ گئی لیکن فوراً ہی میں نے جلدی سے آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا اور مندر کی طرف بڑھنے لگا جو رات کی تاریکی میں کسی دیو قامت آسیب کی طرح نظر آ رہا تھا۔ ابھی میں پرانے مندر سے بیس گز کے فاصلے پر تھا کہ مادھولال کی روح نے مجھے مخاطب کر کے آہستہ سے کہا۔

''سرکار، میری مانو موہن لال سے مچھیٹا کرنے سے پہلے جیون داس کو موت کے گھاٹ اتار دو...... اب صرف وہی ایک پاپی باقی رہ گیا ہے جو آپ کی راہ میں کٹھنائیاں پیدا کر سکتا ہے۔''

''کیا جیون داس بھی مندر ہی میں رہتا ہے؟'' میں نے دریافت کیا۔

''مندر کے پیچھے جو کٹی بنی ہے وہ اپرادھی اسی میں رہتا ہے۔ اس کم جات کے کارن کوئی موہن لال تک نہیں پہنچ پاتا۔'' مادھولال کی روح نے کہا۔ ''اگر آپ اس نیچ سے دو دو ہاتھ کرنے کی جی میں ٹھان لیں تو میں آپ کی تھوڑی بہت سہائتا کر سکتا ہوں۔ پرنتو موہن لال کی ناپاک شکتی سے ٹکر لینا، میرے بس کا روگ نہیں ہے۔''

''کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ جیون داس اس وقت سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔''

''آپ یہیں ٹھہریں میں ابھی جا کر پتا کر آتا ہوں۔''

''میں نے اثبات میں گردن ہلائی اور ایک بوڑھے برگد کے تنے کی آڑ لے کر کھڑا ہو گیا۔ دو منٹ بعد ہی مادھولال کی روح نے دوبارہ میرے کانوں میں سرگوشی کی لیکن اس بار اس کی آواز سے غصے اور نفرت کا اظہار ہو رہا تھا اس نے مجھ سے کہا تھا۔

''سرکار، دھرم کا پرچار کرنے والا بگلا بھگت اس سمے اپنی کٹی میں ایک سندر اور بھولی بھالی کنیا کا دھرم نشٹ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اس سمے اگر آپ نے اسے مار دیا تو بھگوان بھی آپ سے ناراض نہیں ہو گا۔''

میں مادھولال کی روح کی آواز سن کر غصے سے سرخ ہو گیا۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ سونا گھاٹ کے پجاری کی ذات سے جو باتیں منسوب ہیں اس میں نئے پجاری کی شرارتوں کا بھی ضرور دخل ہو گا چنانچہ میں فوراً ہی جیون داس کی کٹی کی طرف چل پڑا جو پرانے مندر کے عقب میں واقع تھی۔ مادھولال کی روح نے جس جگہ کو کٹی کا نام دیا تھا وہ ایک پختہ مکان تھا جس کے بیرونی دروازے پر دونوں طرف دیوار کے ساتھ بھگوان کی مورتیاں جڑی ہوئی تھیں۔ میں اس مکان کے قریب پہنچ کر رک گیا اور اندر کی سن گن لیتا ہوا ایک ایسی کھڑکی کے قریب جا کر ٹھہر گیا جہاں سے اندر کی روشنی جھریوں کے ذریعے باہر پھوٹ رہی تھی۔ ایک جھری سے آنکھ لگا کر میں نے اندر جھانکا تو مارے غصے کے لرز اٹھا۔ پرانے مندر کا نیا پجاری جو سونا گھاٹ میں بڑی عزت اور عقیدت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا، اس وقت مجھے شیطان سے زیادہ مکروہ اور ناپاک نظر آ رہا تھا۔ کمرے کے اندر وہ ایک خوب صورت اور بھولی بھالی ہندو لڑکی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کی خاطر زور آزمائی کر رہا تھا۔ مارے غصے کے میری مٹھیاں بھینچ گئیں اور رگوں میں میرا جوان خون جوش مارنے لگا۔ میں نے دوبارہ اندر جھانکا، سہمی ہوئی لڑکی اپنے بچاؤ کی خاطر زور آزمائی کر رہی تھی اور جیون داس کسی بھوکے اور خون آشام بھیڑیے کی طرح بار بار لڑکی پر جھپٹ کر اسے بھنبھوڑ ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''بھگوان کے لئے مہاراج، مجھ ابھاگن پر دیا کرو۔'' لڑکی نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ ''اگر میرے ماتا پتا کو پتا چل گیا تو وہ مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔ میں تمہیں دیوتاؤں کا واسطہ دیتی ہوں، مہاراج مجھے برباد نہ کرو۔''

''بکواس مت کر مورکھ۔'' جیوان داس غرا کر بولا ''تجھے تو خوش ہونا چاہئے نادان کہ پرانے مندر کے پجاری نے تجھے سوئیکار کیا ہے۔''

میں نے جیون داس کو دوبارہ لڑکی کی طرف جھپٹتے دیکھا تو ضبط نہ کر سکا اور تیزی سے چلتا ہوا عمارت کی پشت پر آیا اور حد بندی کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گیا۔ جس کمرے میں جیون داس اپنی ہوس کا ہولناک ڈراما کھیل رہا تھا، اسے اندر سے بند پا کر میں سوچ میں پڑ گیا کہ اب اندر کس طرح داخل ہوں، اسی لمحے مادھولال کی روح کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ''آپ کوئی چنتا نہ کریں سرکار، میں اندر جا کر کنڈی کھول دیتا ہوں۔''

کنڈی کھلنے کی آواز سنتے ہی میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو جیون داس میرے قدموں کی آہٹ پا کر لڑکی کو چھوڑ کر میری طرف گھوما اور اپنی لال لال آنکھوں سے مجھے گھورتا ہوا بولا۔

''افضل بیگ، تم اس سمے یہاں کیا لینے آئے ہو؟''

''میں تمہارے گندے کرتوتوں کی سزا دینے آیا ہوں۔'' میں کڑک کر بولا۔ ''کسی مجبور لڑکی پر

اپنی ناپاک شکتی کو آزماتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔"

"نادان بالک! اگر تجھے اپنا جیون پیارا ہے تو الٹے قدموں واپس لوٹ جا۔ مندر کے پجاریوں اور پروہتوں کو اگر یہاں تیری موجودگی کا پتا چل گیا تو تیرے شریر کی تکا بوٹی کر کے رکھ دیں گے۔" ہٹا کٹا اور طویل القامت پجاری مجھے بڑی خونخوار نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "پاپ اور پُن کیا ہے، ہم دھرم کے پجاری بخوبی سمجھتے ہیں تو ان معاملات میں اپنی ٹانگ کیوں پھنساتا ہے۔"

"میں آج یہی فیصلہ کرنے آیا ہوں جیون داس کہ کس کا دھرم زیادہ طاقت ور ہے۔" میں نے گرج دار آواز میں جواب دیا۔

"اچھا۔ تو پھر سنبھال۔" جیون داس نے کوئی منتر پڑھ کر میری طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ "دیکھتے ہی دیکھتے ایک سیاہ رنگ کا خوف ناک ناگ نہ جانے کہاں سے میرے سامنے نمودار ہوا اور تیزی سے پھن اٹھائے میری سمت لپکا۔ اگر میں تیزی سے اچھل کر ایک طرف ہٹ نہ گیا ہوتا تو سیاہ ناگ مجھے یقیناً ڈس لیتا۔ اپنا بچاؤ کر کے میں نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالنا چاہا۔ اس لمحے مادھو لال کی روح نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"سرکار، آپ کوئی چنتا نہ کریں۔ میں ابھی اس ناگ کو جلا کر راکھ کئے دیتا ہوں۔" مادھو لال کی روح کی آواز سن کر میں نے سوچا کیوں نہ میں شعبدہ بازی کا مظاہرہ کر کے جیون داس کو مرعوب کرنے کی کوشش کروں۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے اپنی کلمے والی انگلی اٹھا کر سانپ کی طرف اشارہ کیا اور ٹھیک اسی وقت مادھو لال کی روح نے اس موذی سانپ کو اپنی شکتی سے جلا کر راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا۔ جیون داس نے مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھا پھر منہ ہی منہ میں کسی اور منتر کا جاپ کرنے لگا لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنا منتر پورا کرتا میں نے خدا کا نام لے کر اس پر چھلانگ لگا دی اور اس سے لپٹ پڑا۔ میرا خیال تھا کہ میں جیون داس کو تھوڑے سے مقابلے کے بعد زیر کر لوں گا لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ اس ہٹے کٹے جسم میں بلا کی طاقت تھی۔ کچھ دیر زور آزمائی کرنے کے بعد میری قوت مدافعت جواب دینے لگی تو میں نے ایک بار پھر اپنا ریوالور نکالنا چاہا لیکن اس بار مادھو لال کی روح نے مجھے منع کر دیا اور کہا کہ گولی چلنے کے دھماکے سے اگر مندر کے دوسرے پجاری جاگ گئے تو پھر میرا وہاں سے بچ نکلنا دشوار ہو جائے گا۔ اس نے مجھے مشورہ دیا کہ اگر میں کسی طرح ہٹے کٹے پجاری کو زمین پر گرا دوں تو جیت میری ہوگی۔ مادھو لال کی روح نے مجھے جو مشورہ دیا، وہ دور اندیشی کے عین مطابق تھا چنانچہ میں نے ریوالور نکالنے کا ارادہ ترک کر دیا اور پوری قوت سے جیون داس سے مقابلہ کرنے لگا۔ لڑکی جو میرے اچانک آ جانے سے جیون داس کی ہوس کا نشانہ بننے سے بچ گئی تھی ایک طرف سہمی کھڑی تھی۔ پرانے مندر کا ہٹا کٹا پجاری جس کے جسم میں بلا کی طاقت تھی، ہر لمحے مجھ پر حاوی ہوتا جا رہا تھا۔ میں اس

کی آہنی گرفت میں پھنسا تڑپ رہا تھا۔ میری سانس گھٹتی جا رہی تھی اور موت کے بھیانک تصور سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ میں نے اپنے خدا کو یاد کیا اور ایک آخری بار پوری قوت لگا کر قلابازی کھائی تو جیون داس اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور اچھل کر لڑکی کے قریب جا کر اوندھے منہ زمین پر گرا پھر اس سے پہلے کہ میں یا جیون داس اٹھ پاتے لڑکی نے دوڑ کر قریب رکھی ہوئی بھگوان کی پیتل کی مورتی اٹھائی اور پوری قوت سے ہٹے کٹے پجاری کے گنجے سر پر دے ماری۔ میں نے جیون داس کے سر سے خون کا فوارہ ابلتے دیکھا۔ اس کے بعد وہ چیخا ہی تھا کہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس پر سوار ہو گیا پھر اس وقت تک اس کے منہ کو دونوں ہاتھوں سے سختی سے دبائے رکھا۔ جب تک اس کا جسم تڑپ تڑپ کر ساکت نہیں ہو گیا۔ جیون داس سے چھٹکارا پانے کے بعد میں نے لڑکی کو یہ بات باور کرانے کی کوشش کی کہ اگر اس نے اس واقعے کا ذکر کسی اور سے کیا تو اسے پجاری کے قتل کے الزام میں پھانسی کی سزا بھی مل سکتی ہے۔ لڑکی نے جو بری طرح سہمی ہوئی اور دہشت زدہ نظر آ رہی تھی، مجھ سے وعدہ کر لیا کہ وہ ان تمام واقعات کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرے گی پھر وہ جلد ہی وہاں سے باہر نکل گئی اور تاریکی سے فائدہ اٹھا کر وہاں سے بھاگ گئی۔

جب میں جیون داس کے مکان سے باہر نکلا تو مادھو لال کی روح کی آواز نے کہا۔ "سرکار، اب میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ جیون داس جیسے اپرادھی اور پلید پجاری کی موت سے آپ کی راہ کی رکاوٹیں ختم ہو گئی ہیں۔ اب آپ بلا کھٹکے موہن لال تک پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد بھگوان ہی بہتر جانتا ہے کیا ہوگا۔"

مادھو لال کی روح کو میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جیون داس کی موت سے جہاں مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی، وہاں اب سونا گھاٹ کے پجاری موہن لال تک پہنچنے کے لئے میرا جوش بھی کئی گنا بڑھ چکا تھا۔ میں نے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے پرانے مندر کا ایک طویل چکر کاٹا پھر اس حصے کی طرف چھپتا چھپاتا آ گیا جہاں وہ چبوترا بنا ہوا تھا جس کی سیڑھیاں مندر کے تہ خانے کے بڑے پھاٹک تک گئی تھیں۔ چبوترے کے قریب رک کر میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہر طرف تاریکی اور سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ میں تیزی سے لپک کر چبوترے پر آ گیا اور اللہ کا نام لے کر سیڑھیوں کو طے کرنے لگا۔ جیسے جیسے میں آگے بڑھتا جاتا تھا، میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جاتی تھیں۔ مجھے رہ رہ کر اس سادھو کا خیال آ رہا تھا جو انہی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ ہیڈ کوارٹر سے چلتے وقت مجھے ایک واقف کار اوم پرکاش نے، جو ان دنوں سونا گھاٹ میں تعینات تھا، یہ واقعہ سنایا تھا۔ اوم پرکاش کے بیان کے مطابق اس سادھو نے اس بات کا دعویٰ کیا تھا کہ موہن لال کی پُراسرار شکتی کے بارے میں جو کچھ مشہور ہے، وہ سب جھوٹ ہے اور وہ اس جھوٹ کو ثابت کر دکھائے گا

لیکن قبل اس کے کہ وہ سادھو جسے سونا گھاٹ کے لوگ اوتار سمجھ رہے تھے، اپنا دعویٰ پورا کرتا، تہ خانے کی طرف جاتے ہوئے انہی سیڑھیوں پر جل بھن کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا تھا۔ اس واقعے نے موہن لال کی دہشت لوگوں کے دلوں پر اس حد تک بٹھا دی تھی کہ وہ دن کے اوقات میں بھی چوبی سیڑھیوں والے چبوترے کا رخ کرتے ہوئے کتراتے تھے۔

سادھو کا واقعہ یاد آیا تو میں ایک لمحے کے لئے سہم کر رک گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے خود پر ملامت کی اور دل میں خدا کو یاد کرتا ہوا، دوبارہ سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ میری اس بے فکری اور نڈر پن کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور خدا کی مرضی کے بغیر کوئی نہیں مر سکتا۔ اس کے علاوہ میرے آگے پیچھے کوئی رونے والا بھی نہیں تھا جس کا خیال پریشان کرتا جہاں تک میرے بھائی اور بہنوں کا تعلق تھا، تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ والد صاحب کے انتقال کے بعد انہوں نے کس طرح مجھ سے نظریں پھیر لی تھیں اور جائداد کے بٹوارے کے وقت نہ صرف چھوٹا سمجھ کر میری حق تلفی کی تھی بلکہ دودھ کی مکھی کی طرح مجھے نکال باہر کیا تھا۔

انہی خیالات میں غرق میں جلدی جلدی سیڑھیاں طے کرتا ہوا تہ خانے کے دروازے تک پہنچ گیا جس پر ایک زنگ آلود وزنی تالا پڑا ہوا تھا اور دونوں پٹوں پر جا بجا دھندلے دھندلے رنگوں سے بنی ہوئی بھگوان اور دوسرے دیوی دیوتاؤں کی تصویریں نظر آ رہی تھیں۔ اس خیال سے کہ میرے اور سونا گھاٹ کے پجاری کے درمیان بس یہی ایک دروازہ حائل رہ گیا ہے، میرا جوش بڑھ گیا۔ میں نے ایک بار پھر پلٹ کر چبوترے کی طرف دیکھا، مبادا کوئی پجاری یا بھگت چھپ کر میری حرکات وسکنات کا جائزہ لے رہا ہو لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ ہر طرف مہیب سناٹا اور گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ میں نے اب تالے کی طرف توجہ کی جو خاصا وزنی اور مضبوط تھا۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں دوبارہ جیون داس کے مکان میں جا کر چابی تلاش کروں۔ تالا توڑنے کی صورت میں ممکن تھا کہ مندر کے پجاری اور پنڈت جاگ جاتے۔ اس خیال کے تحت میں جانے کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ وزنی تالا ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ ہر چند کہ میں ہمیشہ سے بے حد نڈر اور بے خوف رہا ہوں لیکن تالے کا اس طرح اپنے آپ کھل جانا میرے لئے انتہائی تعجب خیز تھا۔ معاً میرے دل میں خیال آیا کہ ممکن ہے مادھو لال کی روح نے میری مشکل آسان کرنے کی خاطر تالا کھول دیا ہو۔ بہر حال میں نے ایک بار پھر آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا اور وزنی تالے کو ہٹا کر چٹخنی کھولی پھر دروازے کو آہستہ آہستہ اندر کی طرف دھکیلنے لگا۔ اندر بھی گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ دروازہ کھول کر میں دھڑکتے ہوئے دل سے تہ خانے میں داخل ہوا، جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی اور اس کی روشنی تہ خانے میں ادھر ادھر رینگنے لگی۔ اچانک روشنی کا دائرہ ایک صندلی تابوت پر پڑا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا میں تابوت

کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک انتہائی لمبا تڑنگا اور ہٹا کٹا ہندو جو غالباً موہن لال ہی تھا، تابوت کے اندر سمٹا سمٹایا چت لیٹا ہے۔ اس کی دونوں آنکھیں خوف ناک انداز میں کھلی ہوئی تھیں۔ اس کے جسم پر جو کورا کپڑا موجود تھا، وہ بھی انتہائی اجلا تھا اور اس پر کہیں میل کچیل کا نشان تک نہ تھا۔ موہن لال کی جسمانی حالت بھی بالکل ٹھیک ٹھاک نظر آ رہی تھی جب کہ لوگوں کے بیان کے مطابق اسے مرے ہوئے خاصا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔

میں صندلی تابوت کے قریب کھڑا موہن لال کی ساکت آنکھوں کو دیکھتا رہا، جس کی پتلیوں سے ایک خوف ناک لہر پھوٹ رہی تھی۔ اس کا جسم بری طرح اکڑا ہوا نظر آ رہا تھا، جس میں کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں نظر آ رہی تھی۔ چند لمحے تک میں ساکت و جامد کھڑا دنیا کے اس آٹھویں عجوبے کو حیرت بھری نظروں سے گھورتا رہا کوئی غیر مرئی طاقت مجھے بار بار یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی تھی کہ موہن لال مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔ طویل عرصے تک کسی انسانی جسم کا لاش میں تبدیل ہو جانے کے باوجود اس حالت میں پایا جانا کہ جلد کی رنگت تک نہ بدلی ہو اور ایک ایک روئیں سے زندگی کے اثرات نمایاں نظر آ رہے ہوں، میرے لئے ناقابل یقین بات تھی۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے پجاری کے جسم کو محفوظ کرنے کے لئے کوئی مخصوص مسالا لگا دیا گیا ہو جو بظاہر نظر نہ آ رہا ہو میں نے اس کے جسم کو چھونے کی غرض سے ہاتھ آگے بڑھایا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے کی تکمیل کرتا، تہ خانے کا دروازہ جسے میں اپنے پیچھے کھلا چھوڑ آیا تھا ایک زوردار آواز سے بند ہو گیا۔ چٹخنی لگنے کی آواز بھی سنائی دی۔ میں بری طرح لرز اٹھا۔ تیزی سے گھوم کر میں نے ٹارچ کی روشنی دروازے پر ڈالی تو میرے اندازکی تصدیق ہو گئی۔ دروازے کی چٹخنی اندر سے بند تھی۔ دوسرے ہی لمحے حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے اپنا ریوالور نکال لیا پھر ٹارچ کی روشنی میں مختصر تہ خانے کا ایک ایک کونا دیکھ ڈالا لیکن وہاں میرے اور صندلی تابوت کے علاوہ کوئی اور چیز موجود نہ تھی۔ خوف کی ایک لہر میرے دل و دماغ پر طاری ہو گئی اور میں جھرجھری لئے بغیر نہ رہ سکا۔ یقیناً وہ کوئی پُراسرار طاقت ہی تھی جس نے تہ خانے کو میرے لئے چوہے دان بنانے کی غرض سے اس کے دروازے کو بند کر دیا تھا۔ میں نے جلدی سے بلند آواز میں آیت کریمہ کا ورد شروع کر دیا۔ ایک لمحے کے لئے میں سوچا کہ دروازے کی چٹخنی کھول کر اس پراسرار قید سے نجات حاصل کرنے کے لئے بھاگ کھڑا ہوں لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ سونا گھاٹ کے پجاری تک پہنچ کر بے نیل ومرام واپس لوٹ جانا میری مہم جو طبیعت کے خلاف تھا۔

دل کڑا کر کے میں نے ٹارچ کا رخ دوبارہ تابوت کی طرف کیا تو مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کی آنکھوں کی پتلیاں جو کچھ دیر پہلے چھت پر مرکوز تھیں، اب میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور اس کے موٹے اور بھدے ہونٹ جو پہلے خشک اور بے جان نظر

آ رہے تھے۔ اب ان پر ایک پُراسرار مسکراہٹ نظر آ رہی تھی یوں جیسے وہ میری موجودہ کیفیت پر مسکرا رہے ہوں۔ میں نے ریوار کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کی اور تیزی سے دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ٹارچ کی تیز روشنی بدستور صندلی تابوت پر پڑ رہی تھی اور میں حیرت سے پھٹی پھٹی نظروں سے سونا گھاٹ کے پجاری موہن لال کو دیکھ رہا تھا جس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہر لمحے گہری ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں جو انگاروں کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔ بدستور میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ میں ریوالور کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کئے ہوئے صندلی تابوت سے تھوڑے فاصلے پر ساکت و جامد کھڑا پجاری کے خوفناک وجود کو ٹکٹکی باندھے گھور رہا تھا۔

تہ خانے کے وزنی دروازے کا اپنے آپ سے پُرشور آواز کے ساتھ بند ہو جانا اور مردہ پجاری کی پتلیوں کا یوں اپنے حلقے کے اندر حرکت کرنا، دونوں ہی باتیں میرے لئے حیرت انگیز تھیں۔ ہر چند کہ اپنے والد کے ساتھ میں بڑے بڑے معرکوں میں ثابت قدم رہ چکا تھا لیکن اس وقت جو کچھ میری نگاہوں نے دیکھا، وہ میرے تمام سابقہ تجربوں سے زیادہ پُراسرار تھا۔ خوف اور دہشت کے ملے جلے تاثرات کے زیراثر میں مبہوت کھڑا پجاری کو دیکھے جا رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔

ابھی میں اپنی جگہ کھڑا سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری موہن لال کے بارے میں کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہی تھا کہ خوف کی ایک لہر میرے وجود پر بری طرح چھا گئی۔ اس بار نہ صرف یہ کہ میں نے پجاری کی ساکت پتلیوں کو دوبارہ حرکت کرتے دیکھا تھا بلکہ اس کی دراز پلکوں کو بھی تیز تیز جھپکتے محسوس کیا تھا۔ کسی مردے کا یوں اپنی آنکھوں کو حرکت دینا میرے لئے سخت حیرت انگیز اور ناقابل یقین بات تھی۔

میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ تیزی سے پلٹ کر تہ خانے کے دروازے کو کھولوں اور ان پُراسرار حالات سے نجات حاصل کرنے کے لئے بھاگ کھڑا ہوں مگر قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتا، سونا گھاٹ کے پجاری کے جسم میں حرکت ہوئی اور وہ یوں جماہی لیتا ہوا اٹھ بیٹھا جیسے ایک طویل عرصے سے سوتے رہنے کے بعد جاگا ہو۔ اس کی بڑی بڑی سرخ اور خوفناک آنکھیں بدستور میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

''تم ...... تم ......'' میں نے دل کڑا کر کے پجاری کو مخاطب کرنا چاہا لیکن خوف اور دہشت کے مارے جملے میرے حلق میں ہی پھنس کر رہ گئے۔

سونا گھاٹ کا پجاری میری بوکھلاہٹ پر مسکرایا پھر کسی آسیب کی طرح صندلی تابوت سے نکل کر باہر آ گیا۔ اب وہ میرے سامنے زندہ انسانوں کی طرح مجھے مضحکہ خیز نظروں سے گھور رہا تھا۔ ایک لمحے

کے لئے میں کانپ اٹھا۔ اب تک میں نے پجاری کے بارے میں جو کچھ سن رکھا تھا، وہ ساری باتیں تیزی سے میرے ذہن میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں غنودگی کی کیفیت میں کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہا ہوں۔ کچھ دیر تک میں اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا پھر میں نے اپنے حواس بحال کئے اور لرزتی آواز میں بولا۔

''خبردار...... اگر تم نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو میں گولی مار دوں گا۔''

جواب میں پجاری کے ہونٹوں پر کھیلتی ہوئی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔ میری دھمکی کا اس پر مطلق کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ بڑے اطمینان اور پُروقار انداز میں سینہ تانے کھڑا مجھے گھورتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

''مجھے پورا وشواس تھا افضل بیگ کہ تم یہاں ضرور آؤ گے۔ مجھے تمہارا انتظار بھی تھا۔''

اتنا کہہ کر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا میری جانب بڑھنے لگا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا میں پیچھے ہٹتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں تہ خانے کے دروازے سے جا لگا۔ اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں ریوالور داغ کر اس کے پُراسرار اور ناپاک وجود کو خاک میں ملا دوں۔

''موہن لال۔'' میں نے بڑی مشکل سے اپنی بوکھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے پجاری کو مخاطب کیا۔ ''اگر جان کی سلامتی چاہتے ہو تو میرے قریب آنے کا ارادہ ترک کر دو ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔''

پجاری کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ میں یہی سمجھا تھا کہ میری دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا ہے لیکن میرا خیال زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکا۔ پجاری نے بڑے اطمینان سے مسکراتے ہوئے اور ٹھہرتے ہوئے انداز میں کہا۔

''افضل بیگ، میں تم کو اس بات پر آشیرباد دیتا ہوں کہ تم ایک دلیر اور بے خوف منش ہو۔ تمہاری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو راستے کی کٹھنائیوں سے گھبرا کر بھاگ جاتا۔ پرنتو تم نے ایسا نہیں کیا۔ میں تمہاری بہادری پر خوش ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ تم یہاں تک اوش آؤ گے۔''

''اور اب تم مکاری کی باتیں کر کے مجھے اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کر رہے ہو۔'' میں نے قدرے بھاری آواز میں جواب دیا اور پجاری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ ''کیا تمہیں اس بات کا وشواس نہیں ہے کہ اب تمہیں میرے ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا سکتا۔''

ایک لمحے کے لئے موہن لال کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہو گیا۔ وہ مجھے شعلہ بار نظروں سے گھورنے لگا لیکن یہ کیفیت بتدریج ختم ہوتی گئی۔

''افضل بیگ۔'' اس نے مسکراتے ہوئے نرم آواز میں کہا۔ ''تم ابھی نادان بالک ہو جو ایسی باتیں کر رہے ہو۔ میری شکتی کا راز جاننے کے لئے تمہیں پورا ایک جیون دان کرنا ہوگا۔ تب کہیں جا کر تم

سمجھ سکو گے کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ اگر میری اِچھا نہ ہوتی تو تم یہاں تک کبھی نہ آ سکتے۔ پرنتو میں یہی چاہتا تھا کہ تم میرے چرنوں تک پہنچ جاؤ۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم یہاں تک کس کی سہائتا پا کر پہنچے ہو۔''

فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال ابھرا کہ سونا گھاٹ کا پجاری میرے ساتھ مکاری کی باتیں کر رہا ہے تا کہ مجھے باتوں میں الجھا کر کسی طرح ریوالور چھین سکے چنانچہ اس خیال کے تحت میں نے اسے حقارت سے گھورا اور درشت آواز میں بولا۔

''موہن لال، تم اب تک جو کچھ کرتے رہے ہو میں بھی تمہاری پُراسرار قوتوں سے زیادہ تمہاری عیاری اور مکاری کا دخل رہا مگر کان کھول کر سن لو کہ میرے اوپر تمہاری باتوں کا کوئی جادو نہ چلے گا۔''

''مورکھ۔'' پجاری نے زیرلب مسکرا کر کہا پھر بڑے پُروقار انداز میں بولا۔ ''تم اگر میرے مہان ہونے پر شک کر رہے ہو تو یہ تمہاری بھول ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک ایک سمے کی تمام باتیں بتا سکتا ہوں۔ جس روز تم سونا گھاٹ روانہ ہونے سے پہلے ٹھاکر بلوان سے ملے تھے اس روز سے آج تک کی تمام باتیں میرے علم میں ہیں۔ تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ موہنی کے سلسلے میں تم نے میری راہ میں جو رکاوٹیں کھڑی کی تھیں، وہ میری شکتی کے آگے بیکار ثابت ہوئی تھیں۔''

''ہو سکتا ہے کہ تم نے میرے کسی ماتحت کو مرعوب کر کے اپنی ناپاک خواہشات کی تکمیل کی ہو۔'' میں نے نفرت سے جواب دیا۔

''کیا تم یہ بھول رہے ہو افضل بیگ کہ موہنی تمہارے بند کمرے میں آرام کر رہی تھی۔'' پجاری نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

''مجھے اچھی طرح یاد ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ اس میں بھی میرے ہی کسی آدمی کا ہاتھ شامل رہا ہوگا۔''

پجاری کی آنکھیں دوبارہ سرخ ہو گئیں۔ وہ مجھے ایسی نظروں سے گھور رہا تھا جیسے اس بات کا فیصلہ کر رہا ہو کہ میرے ساتھ اس کا آئندہ برتاؤ کیا ہونا چاہئے لیکن میں نے اس کے گھورنے کی کوئی پروانہ کی اور بڑی لاپروائی سے بولا۔

''اگر تمہیں تمام باتوں کا علم تھا تو پھر تم نے اپنی شکتی سے اس وقت کیوں کام نہیں لیا جب میں نے جیون داس کو ٹھکانے لگایا تھا۔''

''میری مرضی تھی کہ تم اسے کشٹ پہنچاؤ...... جیون داس نے میری سویکار کی ہوئی استری کو ہاتھ لگا کر گھور پاپ کیا تھا۔ اگر تم نہ آتے تو میں اسے کچل کر رکھ دیتا۔''

''بہت خوب۔'' میں نے انتہائی نفرت سے کہا۔ ''گویا تم اگر کسی استری کا جیون نشٹ کر دو وہ

تمہارے نزدیک پُن ہے لیکن اگر تمہارا کوئی چیلا یا بھگت اس استری پر بری نگاہ ڈالے تو وہ گھور پاپ کا مرتکب ہو جاتا ہے۔''

''اس چکر میں مت پڑو افضل بیگ۔ پاپ اور پُن کیا ہے، یہ تم نہیں جان سکو گے۔''

''میں ان بے ہودہ باتوں کو سمجھنے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں۔'' میں نے کرخت آواز میں کہا۔

''پھر تمہارے من میں کیا ہے؟'' پجاری نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

''میں صرف تمہارا ناپاک وجود ختم کر دینا چاہتا ہوں تا کہ آئندہ تم بھولے بھالے آدمیوں اور معصوم لڑکیوں کے ساتھ اپنا شیطانی ناٹک نہ کھیل سکو۔''

پجاری میری بات سن کر یوں مسکرایا جیسے میں نے کوئی مضحکہ خیز بات کہہ دی ہو۔ چند لمحے کے لئے وہ چپ چاپ کھڑا مجھے گھورتا رہا پھر سپاٹ لہجے میں بولا ''مورکھ تجھے نہیں معلوم کہ تو اس سمے کس شکتی کے سامنے کھڑا باتیں کر رہا ہے۔ اگر تو میری شکتی کا تماشا دیکھنا چاہتا ہے تو گولی چلا کر دیکھ لے پرنتو یہ سوچ لے کہ اگر تیرے من میں مجھے کشٹ دینے کا خیال بھی ابھرا تو پھر ٹھاکر بلوان کا کہا ضرور پورا ہوگا۔ تجھے ایسی کٹھنائیوں سے گزرنا ہوگا، جس سے تنگ آ کر تو پالتو جانوروں کی طرح میرے چرنوں میں لوٹ لگانے پر مجبور ہو جائے گا۔''

اس خیال سے کہ کہیں موہن لال مجھے سچ مچ باتوں میں الجھا کر اپنی کسی پُراسرار شکتی سے کام نہ لے لے میں نے بڑی پھرتی سے ریوالور تانا اور اس کے ننگے سینے کا نشانہ لے کر یکے بعد دیگرے چار فائر جھونک مارے لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے ریوالور سے نکلی ہوئی گولیوں کو پجاری کے جسم سے ٹکرا کر پھول بنتے دیکھے۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے ان چاروں پھولوں کو دیکھ رہا تھا، جو موہن لال کے قدموں کے پاس پڑے تھے۔ سونا گھاٹ کا پُراسرار پجاری بدستور سینہ تانے میرے سامنے کھڑا معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔ ہرچند کہ میرے ریوالور کے چیمبر میں دو گولیاں موجود تھیں لیکن پہلی چار گولیوں کا حشر دیکھ کر میں اس قدر سہم گیا تھا کہ باقی دو گولیاں چلانے کی ہمت نہ ہوئی۔

''کس وچار میں ہو افضل بیگ، باقی گولیاں بھی چلا کر اپنے من کی آشا پوری کر لو۔ اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں۔''

دہشت کے مارے میں موہن لال کی بات کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ محض تھوک نگل کر رہ گیا۔

''مادھو لال کی آتما کی سہائتا پا کر تم شاید بھول گئے تھے کہ تم ایک مہان شکتی سے ٹکر لینے والے ہو جس کے آگے تمہاری مثال ایسی ہے جیسے شیر کے سامنے گیدڑ کی۔'' موہن لال نے اس بار قدرے خشک لہجے میں کہا پھر بولا۔ ''تمہیں دوسرے کے دھرم کے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت تھی۔ تم نے برا کیا جو ایسا دھیان بھی اپنے من میں آنے دیا۔ اگر تم نے مجھے کشٹ دینے کی حماقت نہ کی ہوتی تو

میں تمہیں ایک نادان بالک جان کر ضرور شما کر دیتا۔ پرنتو تم نے میرا کہا نہ مانا اس لئے میں تمہیں شما نہیں کروں گا۔''

خوف کے مارے میرا برا حال تھا۔ اس لئے میں نے فوراً ہی موہن لال کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اگر موہن لال کی جگہ کوئی بپھرا ہوا آدم خور بھی میرے سامنے ہوتا تو شاید میں دلیری کے ساتھ اس سے ٹکرا جاتا لیکن جادوٹونے کے ساتھ الجھنا محض موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا چنانچہ میں کچھ دیر چپ چاپ رہا پھر اپنے حواسوں پر کسی قدر قابو پانے کے بعد کہا۔

''موہن لال، جادوٹونے اور سفلی کے ذریعے کسی کو نیچا دکھا کر موت کے گھاٹ اتارنا میرے نزدیک بہادری نہیں بلکہ بزدلی ہے...... اگر تم سچے مرد ہو تو صرف اپنی جسمانی طاقت کو آزماؤ پھر میں دیکھوں گا کہ ہم دونوں میں زیادہ طاقت کس کے بازوؤں میں ہے۔''

''ہنھ...... اس کی چنتا مت کرو افضل بیگ، میں تمہیں شریر کی شکتی آزمانے کا موقع بھی ضرور دوں گا۔ پرنتو سب سے پہلے میں نیچ مادھو لال کو سزا دوں گا جس نے موہنی کو مار کر میرا اپمان کیا تھا۔''

اتنا کہہ کر موہن لال نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ہونٹ تیزی سے ہلنے لگے۔ غالباً وہ کوئی جاپ شروع کر چکا تھا۔ میں کسی بت کی طرح خاموش کھڑا اسے گھورتا رہا اور سوچتا رہا کہ اسے زیر کرنے کے لئے کیا کیا جائے۔ پجاری کی پُراسرار اور حیرت انگیز طاقتوں سے جس کا مظاہرہ میں اپنی نظروں سے دیکھ چکا تھا ٹکرانا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ اگر جذبات کے ہاتھوں بہک کر میں پجاری سے ٹکرانے کی حماقت کر بیٹھتا تو یقیناً مارا جاتا۔ معاً میرے ذہن میں یہ خیال ایک بار پھر بڑی سرعت سے ابھرا کہ دروازہ کھول کر دبے قدموں تہ خانے سے نکل جاؤں اور موہن لال سے ٹکرانے کے لئے کسی دوسرے مناسب موقع کی تاک میں رہوں لیکن نہ جانے وہ کون سی غیر مرئی طاقت تھی جس نے میرے پاؤں جکڑ رکھے تھے۔ میں چاہنے کے باوجود اپنے ارادے کو تکمیلی جامہ نہ پہنا سکا اور بے بسی کی حالت میں کھڑا موہن لال کے چہرے کو تکتا رہا۔

دس منٹ تک تہ خانے میں ہولناک سناٹا طاری رہا۔ صرف سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کے ٹہلنے کی چاپ سنائی دیتی رہی۔ اس کے بعد کچھ ایسی آوازیں گونجنے لگیں جیسے کوئی انتہائی کرب کی حالت میں آہ وزاری کر رہا ہو۔ کچھ دیر تک میں مبہوت کھڑا ان آوازوں کو سنتا رہا پھر اچانک میں نے اس آواز کو پہچان لیا۔

''اس آواز کو پہچانتے ہو افضل بیگ......'' پجاری نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

وہ مادھو لال کی آواز تھی جو تہ خانے کے درودیوار سے ٹکراتی پھر رہی تھی مگر حیرت اس بات کی تھی کہ خود مادھو لال مجھے کہیں نظر آ رہا تھا۔ یہ سمجھ لینے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ سونا گھاٹ کے

پجاری نے اپنی پُراسرار قوتوں کے ذریعے غریب مادھو لال کی بے چین روح کو تہ خانے میں طلب کر لیا ہے۔

میرے دل کی دھڑکنیں ہر لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اچانک سونا گھاٹ کے پجاری نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک نظر مجھ پر ڈالی پھر ایک طرف دیکھتا ہوا بولا ''مادھو لال، تُو یہاں کس کی آگیا سے آیا ہے۔''

''میں تمہارے حکم پر آیا ہوں پجاری مہاراج۔ پرنتو میری آتما کو بلانے کا کارن کیا ہے۔''

''کارن پوچھتا ہے...... اپرادھی۔'' موہن لال نے غضب ناک لہجے میں پوچھا۔ ''پلید...... پہلے تُو نے موہنی کو مارا پھر افضل بیگ کو یہاں تک لانے میں اس کی سہائتا کی اور اب کارن پوچھتا ہے۔''

''مہاراج......'' مادھو لال کی لرزتی کانپتی آواز ابھری۔ ''موہنی میری بیاہتا استری تھی اس لئے میں نے اس کلنکنی کو......''

''پاپی...... بند کر اپنی گندی زبان۔'' موہن لال نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا۔ ''موہنی کو میں نے سویکار کیا تھا۔ تُو نے اسے کلنکنی کہہ کر دیوتاؤں کا اپمان کیا ہے۔ اب میں تجھے ایسا کشٹ دوں کہ تیری آتما بھی ختم ہو جائے گی۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنے اصلی روپ میں میرے سامنے آجا۔'' تہ خانے میں صرف موہن لال کی غضب ناک آواز گونج رہی تھی اور عجیب دہشت کا عالم طاری تھا۔

''مہاراج...... شما کر دو...... شما کر دو مہاراج۔'' مادھو لال کی روح نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

''شما کا سمے بیت چکا ہے۔ اب تجھے میری آگیا کا پالن کرنا ہوگا۔'' موہن لال نے حقارت سے کہا۔

اچانک میں نے دیکھا کہ سرمئی رنگ کے دھوئیں کے ہلکے ہلکے بادل روئی کے گالوں کی طرح سونا گھاٹ کے پجاری کے سامنے جمع ہو رہے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان بادلوں نے سمٹ سمٹا کر ایک انسانی شکل اختیار کر لی۔ یہ مادھو لال تھا جو پجاری کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا دہشت کے مارے کانپ رہا تھا۔

''بول مادھو...... اب میں تجھے کیا سزا دوں۔''

''پجاری مہاراج...... میری آتما کو شما کر دو۔ بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ اب کبھی تمہارے کاموں میں دخل نہیں دوں گا۔''

''تجھے شما کرنا ناممکن ہے۔ اب دیوی دیوتاؤں کی مرضی یہی ہے کہ تجھے جلا کر بھسم کر دیا جائے اور تیری آتما کو بھوانی کے چرنوں میں بھینٹ کر دیا جائے۔ تیری گردن پر میرے بھگت جیون داس کا خون بھی ہے۔''

"مم......ما......مہاراج......" مادھولال ہکلا کر رہ گیا۔

میں نے دیکھا کہ سونا گھاٹ کا پجاری اپنی بڑی بڑی خوف ناک نگاہوں سے جن سے نفرت کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں، مادھولال کو گھور رہا تھا اور مادھولال قربانی کے بکرے کی طرح اس کے روبرو کھڑا سرتاپا لرز رہا تھا۔ میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ غریب مادھولال کے ساتھ جو کچھ گزر رہی ہے، اس کی ذمے داری میرے اوپر ہے اور اب یہ میرا فرض ہے کہ اس کی روح کو پجاری کے قہر سے نجات دلاؤں مگر قبل اس کے کہ میں کوئی ترکیب سوچ پاتا موہن لال نے بڑے جلال کی حالت میں اپنا سیدھا ہاتھ مادھولال کی طرف اٹھایا۔ دوسرے ہی لمحے جو منظر میری آنکھوں نے دیکھا اس سے میرے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ میں نے سونا گھاٹ کے پجاری کے اٹھے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں سے نیلے پیلے شعلوں کو خارج ہو کر مادھولال کی طرف لپکتے دیکھا جنہوں نے پلک جھپکتے میں اس غریب کے وجود کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور جلا کر بھسم کر ڈالا۔ اس منظر کو دیکھ کر میں خوف سے کانپ اٹھا۔ سہمی سہمی نظریں اٹھا کر میں نے موہن لال کو دیکھا جس کے ہونٹوں پر اب بڑی زہریلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ نیلے پیلے شعلے مادھولال کی آتما کو جلا کر غائب ہو چکے تھے۔

"کیوں افضل بیگ، کیا خیال ہے تمہارا۔ کیا اب بھی تم کو میری شکتی کے مہان ہونے پر شبہ ہے۔" اس نے مجھے مخاطب کر کے نرمی سے پوچھا۔

"موہن لال۔" میں نے خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "جہاں تک تمہاری پُراسرار قوتوں کا تعلق ہے، میں انہیں مانے لیتا ہوں لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ ایک دن تمہارا بھگوان تمہیں ان پاپوں کی سزا ضرور دے گا جو اب تک تم سے سرزد ہو چکے ہیں۔"

"موہنی کی بات کر رہے ہو۔" موہن لال نے میری خوف زدہ حالت پر مسکراتے ہوئے کہا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "تم ابھی نادان ہو۔ تم بغیر گیان دھیان کے پاپ اور پُن کا فرق نہیں جان سکتے۔ اس کے لئے تمہیں ابھی برسوں پاپڑ بیلنے ہوں گے۔ تب جا کر کہیں تمہیں معلوم ہوگا کہ دیوی دیوتاؤں اور بلوانوں کی ڈنڈوت کرنے سے منش امر ہو جاتا ہے اور جو منش امر ہو جائے اس کے لئے پاپ اور پُن کا فرق مٹ جاتا ہے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ موہنی کی روح تمہیں معاف کر دے گی۔"

"موہنی۔" سونا گھاٹ کے پجاری نے اپنی زبان ہونٹوں پر پھیرتے ہوئے آہستہ سے کہا پھر آنکھیں بند کر کے کوئی دوسرا جاپ کرنے لگا۔ میں گنگ سا کھڑا اسے دیکھے جا رہا تھا۔

کچھ دیر تک تہ خانے میں موت کا سکوت طاری رہا پھر یکلخت میں حیرت زدہ ہو کر اچھل پڑا اور پھٹی پھٹی نظروں سے موہنی کو دیکھنے لگا جو سرخ ساری میں ملبوس سرتاپا قیامت بنی سونا گھاٹ کے پجاری

کے برابر کھڑی تھی۔ اس کی خوب صورت اور کشادہ پیشانی پر سرخ رنگ کی بندیا جھلملا رہی تھی۔ میں موہنی کو پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا لیکن اتنی خوب صورت وہ مجھے پہلی کبھی نظر نہ آئی تھی، جتنی اس وقت لگ رہی تھی۔

موہن لال نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا پھر موہنی کو بڑے پیار سے مخاطب کیا۔

"موہنی۔"

"جی مہاراج۔" موہنی نے نظریں جھکائے جھکائے نرم آواز میں کہا۔

"کیا میں نے تمہیں کبھی کوئی کشٹ دیا ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہیں مہاراج۔ میں تو آپ کے چرنوں کی داسی ہوں۔"

"افضل بیگ کا خیال ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ پاپ کیا ہے۔"

"وہ مورکھ کیا جانے مہاراج کہ پاپ کیا ہوتا ہے۔" موہنی خوابیدہ آواز میں بولی۔

"تمہیں اپنے پتی کی موت کا کوئی افسوس تو نہیں ہے۔" موہن لال نے کسی قدر نرم آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔" موہنی نے شرماتے لجاتے ہوئے جواب دیا۔ "اب تو تم ہی میرے پتی دیو اور دیوتا سمان ہو۔"

"اچھا موہنی۔ تم اب جاؤ۔" سونا گھاٹ کے پجاری نے بڑے پیار سے کہا۔ "میں افضل بیگ کو تمہارے درشن کرانا چاہتا تھا۔"

دوسرے ہی لمحے موہنی کا وجود میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں ہکا بکا کھڑا موہن لال کا منہ تکنے لگا اور دل ہی دل میں اس وقت کو گالیاں دینے لگا جب میں نے اس کے راز کو معلوم کرنے کی ٹھان لی تھی۔

"افضل بیگ۔" موہن لال نے کچھ توقف سے مجھے مخاطب کیا۔ "اس دھیان کو اپنے من سے نکال دو کہ تم کبھی میری شکتی کا راز پا سکو گے۔ مجھے پتا ہے کہ تمہارے دل میں اس سمے کیا ہے۔ پرنتو کان کھول کر سن لو کہ اب کوئی شکتی تمہیں ان کشٹوں سے چھٹکارا نہیں دلا سکتی جو تمہارے بھاگ میں لکھی جا چکی ہیں۔ یہی بات تو تم سے ٹھاکر بلوان نے بھی کہی تھی کہ کبھی بھولے سے بھی من میں مجھے کشٹ دینے کا دھیان نہ لانا۔"

مجھے ٹھاکر مہاراج کی کہی ہوئی تمام باتیں یاد آ گئیں۔ انہوں نے ہیڈ کوارٹر سے روانگی کے وقت یہی پیش گوئی کی تھی کہ اگر میں نے سونا گھاٹ کے پجاری کو کشٹ دینے کی ٹھانی تو میں ہزاروں مصیبتوں میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ دوسری صورت میں، میں بے پناہ قوتوں کا مالک بن سکتا ہوں۔ ٹھاکر مہاراج کی

پیش گوئی کے مطابق مجھے ایسی شکتی حاصل کرنے کے لئے جس کے آگے دیوی دیوتاؤں اور بلوانوں کی شکتی بھی ہیچ ہو، بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑیں گی۔ بڑے بڑے خطروں کو قبول کرنا ہوگا اور ان پُر اسرار قوتوں کو حاصل کرنے کے لئے اپنا مذہب تک بدلنا ہوگا۔

میں ابھی ان باتوں پر غور کر ہی رہا تھا کہ موہن لال نے جس کے تیور اب رفتہ رفتہ خطرناک ہوتے جا رہے تھے، میرے قریب آتے ہوئے ٹھوس آواز میں کہا۔

''افضل بیگ، تمہارے پاس اب اس کے سوا اور کوئی اوپائے نہیں ہے کہ میرے سیوک بن جاؤ اور جو کچھ میں کہوں اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرتے رہو۔''

''اور اگر ایسا کرنے سے انکار کر دوں تو؟'' میں نے بہ مشکل کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''انکار'' سونا گھاٹ کا پجاری میرا جملہ سن کر مسکرایا پھر مجھے سرخ سرخ نگاہوں سے گھور کر کہنے لگا۔ ''افضل بیگ، انکار کی مجال ہے تمہارے اندر۔ تم چونکہ میری شکتی سے ابھی واقف نہیں ہو اس لئے ایسی باتیں کر رہے ہو ورنہ میرے سیوک اور چیلوں نے بھی میرے کسی حکم سے منہ پھیرنے کی ہمت نہیں کی۔''

''تم مجھ سے چاہتے کیا ہو۔'' میں نے بڑی بے بسی سے پوچھا۔

''یہی کہ تم میری بھگتی قبول کر لو اور میں جو راہ تم کو بتاؤں اس پر آنکھ بند کر کے چلتے رہو۔ پرنتو ایک بات بہت ضروری ہے۔'' وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ ''تم میرے سیوک اسی صورت میں بن سکو گے جب اپنا دھرم بدل کر، میرا دھرم اپنا لو گے۔''

''یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔'' مذہب کا نام سنتے ہی میرا خون کھول اٹھا۔ میں نے اسے نفرت سے گھورتے ہوئے کہا۔ ''اگر مرد ہو تو اپنے جاپ اور ناپ شناپ چھوڑ کر میرے مقابلے پر آ جاؤ۔''

''میں بالکوں کی باتوں کا برا نہیں مانا کرتا افضل بیگ، پرنتو تمہیں اپنا دھرم تو ہر حالت میں بدلنا ہوگا۔ یہی میری اچھا ہے اور دیوی دیوتاؤں کی مرضی بھی یہی ہے۔''

''ایسا تمام زندگی نہیں ہو سکتا۔ تم چاہو تو مجھے اپنی ناپاک اور گندی قوتوں کا شکار بنا ڈالو لیکن مرتے دم تک اپنا مذہب نہیں ترک کروں گا۔''

''نادانی سے کام مت لو افضل بیگ۔'' موہن لال نے مجھے سمجھانا چاہا۔ ''جو فیصلے ترنت (جلدی) کئے جاتے ہیں۔ ان پر منش کو بعد میں پچھتانا بھی پڑتا ہے۔ ویسے بھی مجھ سے ٹکر لینا تم جیسے لوگوں کے بس کا روگ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں جوش سے کام نہ لو اور میری آگیا کا پالن کرتے ہوئے ایک اچھے سیوک کی طرح میرے چرنوں میں جھک جاؤ۔ میں وچن دیتا ہوں کہ اگر تم نے میرا کہا مانا تو میں تم کو اپنی چوتھائی شکتی دان کر دوں گا۔ دوسری صورت میں مجھے مجبوراً تمہیں کشت دے کر رام کرنا پڑے گا۔ تم قسمت کے دھنی ہو جو میں تم سے بات کر رہا ہوں۔''

مذہب کی تبدیلی کے تصور نے میرے بدن میں آگ لگا دی تھی۔ جوش کے مارے میں سر تا پا لرز رہا تھا۔ موہن لال کی بات سن کر میں نے حقارت بھرے لہجے میں کہا۔

''موہن لال، تم اپنی جس شکتی کو چاہو آزما کر دیکھ لو لیکن اپنے ناپاک منصوبے میں کبھی کامیابی نہیں ہو سکو گے۔''

''ابھی سمے ہے۔ ایک بار پھر سوچ وچار کر لو افضل بیگ۔''

''میں اس سلسلے میں کچھ سوچنا بھی گناہِ عظیم سمجھتا ہوں۔'' میں نے نفرت سے جواب دیا اور غصے کی حالت میں اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگا۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو شاید اس وقت موہن لال کی تکا بوٹی کر ڈالتا۔

میرا جواب سن کر سونا گھاٹ کا پجاری ایک لمحے تک خاموش کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلنے لگے۔ وہ کوئی جاپ کر رہا تھا مگر اس بار اس نے اپنی آنکھیں بند نہیں کی تھیں۔ میں غصے کے عالم سے اسے تکے جا رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی کسی نئی آفت کا خیال بھی مجھے پریشان کر رہا تھا۔

اچانک موہن لال نے جاپ ختم کر کے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے اور اپنی انگلیوں کو جھٹکنا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے میرے چاروں طرف آگ کے شعلے لپکنے لگے جن کی تپش میں اپنے جسم پر محسوس کر رہا تھا۔ میں اس افتاد پر بری طرح گھبرا گیا۔ فرار کی تمام راہیں اب میرے لئے مسدود ہو چکی تھیں۔ بھڑکتے ہوئے شعلوں کا ہالہ ہر لمحے تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ کچھ دیر تک میں آگ کی تپش برداشت کرتا رہا پھر میری قوت برداشت جواب دے گئی۔ زندگی کو برقرار رکھنے کی تمنا میرے جوش پر غالب آ گئی تو میں نے خوف زدہ آواز میں چلا کر کہا۔

''موہن لال...... خدا کے لئے ان شعلوں کو دور کرو نہیں تو میں مر جاؤں گا۔''

''کیا تم میرے سیوک بننے کو تیار ہو؟''

''ہاں...... ہاں......'' میں نے پوری قوت سے چیختے ہوئے جواب دیا اور بوکھلا کر آنکھیں بند کر لیں۔

میرا سارا جسم جیسے جھلس کر رہ گیا تھا۔ بھڑکتے ہوئے شعلوں کو اپنے اتنے قریب لپکتا دیکھ کر میں نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ میرے پورے بدن میں شدید جلن ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب موہن لال کے کہنے پر میں نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو آگ کے شعلے غائب ہو چکے تھے۔ میں نے اپنے پورے جسم پر نظر ڈالی تو...... میرے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکل گئی۔ میرا تمام بدن نہ صرف یہ کہ بری طرح جھلس گیا تھا بلکہ بڑے بڑے آبلے بھی پڑ گئے تھے۔ بے بسی کے احساس نے شدت اختیار کی تو میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں نے موہن لال کی طرف دیکھا۔ وہ مردود ابھی تک میرے

سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر نظر آنے والی معنی خیز مسکراہٹ مجھے اپنا مذاق اڑاتی نظر آ رہی تھی۔ میں غصے کے عالم میں دانت پیس کر رہ گیا۔

''افضل بیگ......'' سونا گھاٹ کے پجاری نے کچھ دیر بعد مجھے مخاطب کیا۔ ''مجھے پتا تھا کہ تم بہت جلد میرا کہا مان لو گے۔''

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آبلوں کے اندر ہونے والی ٹیسیں اس قدر اذیت ناک تھیں کہ انہیں برداشت کرنا مشکل تھا لیکن کسی نہ کسی طرح میں اپنے ہونٹ سختی سے بند کئے ہوئے درد کی شدت کو ضبط کئے جا رہا تھا۔

معاً ایک ترکیب میرے ذہن میں تیزی سے ابھر آئی۔ میں نے سوچا کہ اس وقت مصلحت کے پیش نظر میں موہن لال سے جھوٹے سچے وعدے کر کے اسے رام کر لوں تو یہ بات میرے حق میں زیادہ بہتر ثابت ہوگی۔ رہا مذہب تبدیل کرنے کا معاملہ تو میرا خدا گواہ ہے کہ میں اس پر مطلق تیار نہ تھا۔ ایک لمحے کے لئے میں نے اپنی سوچی ہوئی اسکیم پر غور کیا پھر اس میں تھوڑی رد و بدل کی اور موہن لال کو مخاطب کر کے بولا۔

''میں تمہارا کہا ماننے کو تیار ہوں لیکن کیا تمہارے اندر اتنی شکتی نہیں کہ مجھے ان آبلوں سے نجات دلا سکو۔''

موہن لال میری بات سن کر مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ بے حد پُراسرار تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ میرے دل کا بھید جان چکا ہے۔ ایک لمحے تک وہ مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کچھ جاپ پڑھ کر میری طرف پھونکا اس کا پھونکنا تھا کہ یکلخت میرے جسم کے تمام آبلے غائب ہو گئے اور ٹیسیں بھی ختم ہو گئیں۔ داغ دھبوں کا کوئی معمولی سا نشان بھی باقی نہ رہا۔ میں پہلے جیسا چاق و چوبند ہو گیا۔

اطمینان کا سانس لے میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ اب کس طرح موہن لال سے گلو خلاصی حاصل کی جائے۔ اس کی پُراسرار قوت کے جو مظاہرے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا، اس کے بعد آسانی سے اس موذی کے چنگل سے بچ نکلنا محال ہی تھا پھر بھی میں نے امید کا دامن نہیں چھوڑا۔ اس وقت مجھے ٹھاکر مہاراج کے وہ جملے بھی یاد آ رہے تھے جو انہوں نے ہیڈ کوارٹر سے میری روانگی کے وقت بڑے وثوق سے کہے تھے۔ ٹھاکر مہاراج نے کہا تھا کہ میری زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب میری زبان سے نکلی ہوئی ہر بات پتھر کی لکیر ثابت ہوگی اور میری ہر خواہش پلک جھپکتے میں پوری ہو جایا کرے گی۔ میں ابھی انہی خیالات میں مستغرق تھا کہ موہن لال نے کہا۔

''افضل بیگ، اب تم کس سوچ و چار میں پڑے ہو۔''

''میں ٹھاکر مہاراج کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ جنہوں نے میرے بارے میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے تھے۔'' میں نے جان بوجھ کر قدرے نفرت بھرے انداز میں جملے ادا کئے۔

''تمہارے ٹھاکر مہاراج کا کہا ضرور پورا ہوگا۔ پرنتو اس کے لئے تمہیں میرے کہنے پر چلنا ہوگا۔''

''کیا تم سوچنے کے لئے کچھ مہلت نہیں دے سکتے۔'' میں نے دبی زبان میں کہا۔

''مورکھ۔'' موہن لال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''منش جات کی بھلا کیا شکتی ہے کہ وہ دیوی دیوتاؤں سے اپنے من کا بھید چھپا سکے۔ میں جانتا ہوں کہ تم کس طرح سوچ رہے ہو۔ تم اپنے بچاؤ کی خاطر میرے ساتھ دغا کرنے کی ٹھان چکے ہو۔ پرنتو تم اپنی چالاکی میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔''

سونا گھاٹ کے پجاری کا جملہ سن کر میں بری طرح بوکھلا گیا۔ مجھے حیرت تھی کہ آخر وہ میرے دل کی بات کیوں کر تاڑ گیا۔ امید کی ایک کرن جواب تک میرے دل میں روشن تھی، وہ بھی جاتی رہی۔ میں نے ایک بار پھر دل کڑا کر کے کہا۔

''موہن لال، تم اگر چاہو تو میں ایک غلام کی طرح تمام زندگی تمہاری خدمت کرنے پر تیار ہوں لیکن جہاں تک اپنا مذہب چھوڑ کر تمہارا دھرم اپنانے کا سوال ہے تو اس کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔''

''نادانی کی باتیں مت کرو افضل بیگ۔ میرے بتائے ہوئے راستوں پر چل کر تم بلوانوں جیسی شکتی کے مالک بن سکتے ہو۔ سارا جیون سکھ اور چین سے گزار سکتے ہو۔'' موہن لال نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''میں ایک بار پھر تم کو وچن دیتا ہوں اگر تم میرا کہا مان لو تو میں تم کو اپنی چوتھائی شکتی دان کر دوں گا۔ تمہارے لئے عیش ہی عیش ہے۔ پرنتو اگر تم نے ہٹ دھرمی سے کام لیا تو سارا جیون کشٹ اٹھاؤ گے۔''

میں عجیب الجھن میں مبتلا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں؟ مذہب تبدیل کرنے کا تصور بھی ذہن میں ابھرتا تو جوش سے میرا چہرہ تمتما اٹھتا تھا۔

''پاپ اور پُن کے چکروں میں مت پڑو افضل بیگ۔'' موہن لال مجھے خاموش پا کر بولا۔ ''یہ سب اس دھرتی پر منش کے بنائے ہوئے ڈھکوسلے ہیں۔''

''ہو سکتا ہے، تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میں اپنا مذہب نہیں بدلوں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔''

''تمہاری مرضی۔'' موہن لال نے اس بار خشک آواز میں جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ ''تمہیں سوچ وچار کے لئے سمے کی ضرورت ہے جو میں تمہیں دے سکتا ہوں..... چلو اب اپنی آنکھیں بند کر لو تاکہ میں تم کو یہاں سے باہر پہنچا دوں۔''

میں نے بلا کسی چوں چرا کے آنکھیں بند کر لیں۔ پانچ منٹ بعد میں نے موہن لال کے کہنے پر دوبارہ آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک ویران پہاڑی پر پایا جہاں دور دور تک کسی آدم زاد کا نام و نشان نظر

نہ آتا تھا۔ ہر طرف پہاڑی سلسلہ نظر آرہا تھا جس میں بڑے بڑے بھیانک غار منہ پھاڑے دکھائی دے رہے تھے۔ اپنے والد کے ساتھ رہ کر میں نے ہندوستان کے قریب قریب تمام جنگلات اور پہاڑی علاقے دیکھ رکھے تھے لیکن اس وقت میں جس پہاڑ پر موجود تھا وہ میرے لئے بالکل نیا تھا۔ کچھ دیر تک میں ہکا بکا کھڑا اطراف کے خوف ناک ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر میں نے موہن لال کی طرف دیکھا تو خوف سے میرا جسم تھرا گیا۔

سونا گھاٹ کے پجاری کے ہونٹوں پر بڑی مکروہ اور عیارانہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

''تم مجھے یہاں کہاں لے آئے ہو'' میں نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

''سوچ وچار کرنے کے لئے یہ جگہ تمہارے لئے بہت مناسب رہے گی۔'' موہن لال نے خشک آواز میں جواب دیا۔

''گویا تم نے میرے ساتھ دغابازی سے کام لیا ہے۔''

''افضل بیگ!'' اچانک موہن لال کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہو گیا۔ وہ مجھے اپنی خوفناک آنکھوں سے گھورتا ہوا بولا۔ ''تم نے میرا اپمان کر کے دیوی دیوتاؤں کو ناراض کیا ہے۔ اب اس کشٹ کے لئے تیار ہو جاؤ جو تمہارے بھاگ میں لکھے جا چکے ہیں۔ میں دیکھوں گا کہ تم کب تک اپنے دھرم سے منہ نہیں موڑتے۔''

موہن لال کا لہجہ اتنا سرد اور دہشت زدہ کرنے والا تھا کہ مجھے جھرجھری آ گئی پھر قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا، مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے جسم پر چیونٹیاں رینگ رہی ہیں۔ گھبرا کر میں نے اپنے جسم پر نظر ڈالی تو خوف سے چیخ پڑا۔ چھوٹی چھوٹی سرخ چیونٹیاں میرے پورے جسم سے چمٹی میرا گوشت کھانے میں مصروف تھیں۔ بوکھلا کر میں نے اچھلنا کودنا شروع کر دیا اور جلدی جلدی ان موذی چیونٹیوں کو مارنے لگا جو سوئیوں کی طرح میرے رگ و ریشے میں چبھ رہی تھیں۔ میری کیفیت اس وقت بالکل اس دیوانے جیسی تھی جو شریر لڑکوں کے غول میں گھر گیا ہو اور اپنے بچاؤ کے لئے اچھل کود کر رہا ہو۔

موہن لال تھوڑے فاصلے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ میں اپنے ہی ہاتھوں سے...... اپنے جسم کو نوچنے کھسوٹنے پر مجبور ہو گیا۔ کرب کی حالت میں، میں دیوانہ وار چیخ چلا رہا تھا اور سنگلاخ پتھروں پر ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا جس کی وجہ سے میرا جسم جگہ جگہ سے لہولہان ہو گیا تھا۔ اچانک اس اذیت کے عالم میں موہن لال کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔

''افضل بیگ۔ اگر تم اپنا تھوڑا سا خون چکھ لو تو اس مصیبت سے چھٹکارا پا لو گے۔''

میں نے زمین پر تڑپتے ہوئے موہن لال کی طرف دیکھا پھر بے اختیار اسے مغلظات بکنے لگا۔ جس اذیت میں، میں اس وقت مبتلا تھا۔ اس کا تصور آج بھی میرے ذہن میں ابھرتا ہے تو خوف

کے مارے میرے جسم کے تمام رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

بہرحال میں سونا گھاٹ کے پجاری کو گالیاں بکتا رہا اور ان چیونٹیوں کو مارتا رہا جو مجھے شدید اذیت میں مبتلا کئے ہوئے تھیں۔ خاصی دیر تک میں اس عذاب سے چھٹکارا پانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ پہاڑ کے نوکیلے پتھر میرے جسم کو لہولہان کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ میری قوت مدافعت کمزور پڑنے لگی۔ میرے ہاتھ بری طرح شل ہو کر پھوڑے کی طرح دکھنے لگے۔ جسم کے زخموں میں جہاں جہاں مٹی بھر گئی تھی وہاں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیلنے لگا۔ میں نے موت اور زندگی کے درمیانی فاصلے کو گھٹتے محسوس کیا تو زندہ رہنے کی خواہش تڑپ اٹھی اور میں نے بے اختیار اپنے ہاتھ سے رستے ہوئے خون کو ہونٹوں سے لگا لیا۔ اس وقت نہ تو مجھے کسی کراہت کا احساس باقی رہ گیا تھا، نہ ہی کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت موجود تھی۔ زندگی کی رمق کو باقی رکھنے کی تمنا نے ہر احساس کو مٹا دیا تھا۔

موہن لال نے غلط نہیں کہا تھا۔ خون کا مزہ چکھتے ہی جسم سے لپٹی ہوئی چیونٹیاں غائب ہو گئیں اور سوزش میں کمی آ گئی لیکن میں اس قدر نڈھال ہو گیا تھا کہ اپنے پیروں پر اٹھ کر کھڑے ہونے کی ہمت باقی نہ رہی تھی۔ ناہموار اور سنگلاخ پہاڑ پر بڑا بے بسی سے موہن لال کو دیکھتا رہا جس کے بھدے اور مکروہ ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

''تم نے دیکھا افضل بیگ کہ منش کتنا نیچ اور گھٹیا ہوتا ہے۔ دھرم کے کارن جیون تیاگ کر لینے کے بجائے خود اپنے ہی شریر کا خون پی لیتا ہے۔'' موہن لال کہہ رہا تھا۔ ''اپنا جیون بچانے کی خاطر منش کو سب کچھ کرنا پڑتا ہے اس لئے کہ جیون سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہوتی۔''

میں نے نفرت سے اپنی نگاہیں دوسری سمت پھیر لیں۔ سونا گھاٹ کا پجاری جس انداز میں مجھے اپنے مکروہ فریب کے جال میں پھنسانا چاہ رہا تھا، وہ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا لیکن اس وقت نقاہت کے مارے میرا اتنا برا حال تھا کہ میں اس کی باتوں کا جواب دینے سے بھی قاصر تھا۔

''افضل بیگ...... میں اگر چاہتا تو تم کو اسی وقت جلا کر بھسم کر دیتا۔ جب تم نے میری شکتی کا راز جاننے کے لئے اپنے من میں ٹھانی تھی۔ پرنتو دیوی دیوتاؤں کی اچھا یہی تھی کہ تم کو سونا گھاٹ لایا جائے۔''

موہن لال نے سخت لہجے میں کہا۔ ''کان کھول کر سن لو کہ اب تم کو ہمارا دھرم اپنانا ہو گا اور شیش دیوتا اور پاربتی دیوی کے لئے جاپ کرنا ہو گا جس کے بعد تم ایک دن مہان شکتی حاصل کرو گے مگر اس سے پہلے تمہیں بڑی بڑی کٹھنائیوں سے گزرنا ہو گا اور کشٹ اٹھانا ہو گا۔''

اتنا کہہ کر موہن لال آگے بڑھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک غار کی طرف بڑھنے لگا۔ میرے زخموں میں شدید ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ میرا لہولہان جسم دوبارہ پتھروں پر رگڑا تو میں درد و کرب سے چیخ اٹھا اور

موہن لال کے آگے گڑگڑانے لگا۔

''خدا کے لئے موہن لال مجھے اس بے دردی سے نہ گھسیٹو، رحم کرو۔''

''رحم کرنے کا سمے بیت چکا ہے افضل بیگ، اب اگر تم موت کی آشا کرو گے تو وہ بھی نہیں آئے گی۔''

میں درد کے مارے چیختا رہا، چلاتا رہا لیکن سونا گھاٹ کے پجاری پر اس آہ وزاری کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ مجھے گھسیٹتا ہوا ایک قریبی غار میں لے گیا اور ایک طرف ڈال دیا۔ تکلیف کے باعث میرا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ کسی کروٹ چین نہ آتا تھا، پیاس کے مارے میرے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے لیکن اب مجھ میں اتنی سکت بھی نہ رہ گئی تھی کہ موہن لال سے پانی بھی مانگ سکوں۔

میرے ذہن پر موت کی ہولناک غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ جب تک جسم میں سکت رہی، میں زندگی کو بچانے کے خاطر ہاتھ، پاؤں مارتا رہا۔ اس کے بعد میرا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔



مجھے کچھ یاد نہیں کہ میں کتنی دیر تک بے ہوش رہا۔ ہوش آنے پر میں نے خود کو اسی غار میں پایا جہاں سونا گھاٹ کا پجاری مجھے گھسیٹ لایا تھا۔ غار کے باہر سورج کی روشنی پھیلی دیکھ کر مجھے اتنا اندازہ ضرور ہو گیا کہ میں ساری رات بے ہوش رہا ہوں۔

میرا ذہن اس وقت بھی بوجھل ہو رہا تھا۔ میرے جسم پر جا بجا گہری خراشیں موجود تھیں۔ موہن لال نے جس بے دردی سے مجھے سنگلاخ اور ناہموار پہاڑی راستوں پر گھسیٹا تھا، اس کا خیال آتے ہی مجھے جھرجھری آ گئی اور زخموں میں ہونے والی ٹیسوں کا احساس دو چند ہو گیا۔ بھوک اور پیاس کے مارے میرا برا حال تھا لیکن جسم میں اتنی سکت نہیں تھی کہ میں اٹھ کر خورد ونوش کی تلاش میں کہیں جا سکتا۔

اپنی کس مپرسی پر مجھے رہ رہ کر رونا آ رہا تھا۔ اس خیال سے کہ میں اپنے دوست احباب سے دور اس ویران اور سنسان پہاڑی غار میں بھوک پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤں گا اور میری گلی سڑی لاش کو گدھ نوچتے کھسوٹتے پھریں گے، میں تڑپ اٹھا۔ جینے کی خواہش دم توڑتے انسانوں کو بھی ہاتھ پاؤں مارنے پر مجبور کر دیتی ہے چنانچہ میں اپنی تمام قوت یکجا کر کے کراہتا ہوا اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا غار کے دہانے تک آ گیا۔ یہاں کھڑے ہو کر میں نے پانی کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں لیکن ہر سمت اونچی نیچی پہاڑیوں کے سوا دور دور تک کچھ اور نظر نہ آیا۔

مایوسی کے احساس نے مجھے چیخنے چلانے پر مجبور کر دیا۔ میں سمجھ رہا کہ تھا اب میرا برا وقت آ گیا ہے۔ موہن لال کے بارے میں جو کچھ میں نے سنا تھا، وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ سونا گھاٹ کا پُراسرار پجاری حقیقت میں حیرت انگیز قوتوں کا مالک تھا۔ جس انداز میں اس نے مادھو لال کی روح کو

مندر کے تہ خانے میں طلب کر کے راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا تھا، وہ میرے لئے تعجب خیز تھا۔ موہنی کے ضمن میں بھی میرے اوپر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔ اسے میری موجودگی میں چتا کی آگ میں جلا دیا گیا تھا لیکن موہن لال نے اسے دوبارہ انسانی روپ میں بلا کر اس سے پیار بھری باتیں کی تھیں، اگر یہ باتیں میں نے کسی اور کی زبانی سنی ہوتیں تو شاید کبھی ان پر یقین نہ کرتا لیکن میں موہن لال کی پُراسرار شکتی کے تمام کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ میرے پاس سوائے اس کے کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا کہ میں بلا کسی چوں و چرا کے اس کی بات مان لوں اور خود کو حالات کے حوالے کر دوں۔

ابھی میں سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک میری نظر ایک پہاڑی بکرے پر پڑی جو خدا جانے کہاں سے زخمی ہو کر بھاگتا ہوا میرے غار میں پناہ لینے کی غرض سے گھس آیا تھا۔ بکرے کو دیکھ کر بھوک کی شدت میں اضافے کے ساتھ ہی میرے جسم میں زندگی کی حرارت بھی عود کر آئی۔ میں اپنے جسم کو حرکت دئے بغیر کن انکھیوں سے بکرے کو دیکھنے لگا جو زمین پر پڑا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ چند ساعتوں تک میں ساکت و جامد کھڑا رہا پھر جب میں نے محسوس کیا کہ اس کے جسم سے ڈھیروں خون نکل چکا ہے اور اس کی زندگی کا چراغ کسی لمحے بجھنے والا ہے تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

میں کسی نہ کسی طرح رینگتا ہوا غار سے باہر نکلا اور ایک وزنی پتھر اٹھا کر بڑی مشکلوں سے اپنا توازن برقرار رکھتے ہوئے دبے قدموں بکرے کے قریب آ گیا پھر میں نے وہ وزنی پتھر سر سے بلند کر کے بکرے کے سر پر دے مارا۔ پہاڑی بکرے کے جسم کو دو چار شدید جھٹکے لگے اس کے بعد وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس مردار جانور پر جو اس وقت میرے لئے کسی خوانِ نعمت سے کم نہیں تھا جنگلی درندوں کی طرح ٹوٹ پڑا۔ مجھے یاد نہیں کہ اس وقت میرے جسم میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی کہ میں نے بکرے کی کھال کو ادھیڑ ڈالا اور اس کے گوشت کو دانتوں سے نوچ نوچ کر اپنی شکم سیری کرنے لگا تھا۔ آج بھی اس واقعے کو یاد کرتا ہوں تو مارے کراہت کے میرا جی الٹنے لگتا ہے۔

بہرحال جی بھر کر پہاڑی بکرے کا کچا گوشت کھا لینے کے بعد میں اس قابل ہو گیا تھا کہ آئندہ کے بارے میں کچھ سوچ سکوں۔ میرے زخموں میں رہ رہ کر ٹیسیں اٹھ رہی تھیں لیکن اس وقت مجھے اس ٹیس سے زیادہ پانی کی ضرورت ستا رہی تھی۔ چنانچہ میں دوبارہ اٹھا اور پانی کی تلاش میں چل پڑا۔ میری قسمت اچھی ہی تھی کہ جو مجھے پانی کی جستجو میں زیادہ دیر تک نہ بھٹکنا پڑا۔ غار سے کچھ دور ہی جانے کے بعد مجھے ایک جگہ صاف و شفاف پانی مل گیا جو غالباً کسی سوتے سے پھوٹ رہا تھا۔

میں نے جلدی سے زمین پر لیٹ کر اپنی پیاس بجھائی پھر اپنے زخم دھوئے اور ان پر ریت بھر لی۔ زخموں پر ریت بھرنے کا یہ مؤثر طریقہ میں نے اپنے والد کی رفاقت میں رہ کر سیکھا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں ستانے کی خاطر ایک مسطح چٹان پر بیٹھا رہا پھر دوبارہ اسی غار میں آ گیا جہاں موہن لال مجھے چھوڑ گیا

تھا۔ فرار ہونے کے خیال کو میں نے اس لئے ذہن سے نکال دیا تھا کہ اول تو میں ان پہاڑی راستوں سے واقف نہیں تھا، دوسرے ابھی میری حالت بھی اس قابل نہیں تھی کہ میں کسی طویل اور دشوار گزار سفر کے لئے خود کو آمادہ کرسکتا۔ تیسری اور سب سے اہم وجہ یہ تھی کہ مجھے اس بات کا خطرہ بھی لاحق تھا کہ فرار ہونے کی صورت میں مجھے ان اذیتوں سے زیادہ بڑی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جن میں، میں اس وقت مبتلا تھا اس لئے سونا گھاٹ کا پجاری جو حیرت انگیز قوتوں کا مالک تھا، مجھے یقیناً ڈھونڈ نکالتا۔ غار میں آ کر میں نے اپنے ذہن کو جھٹک کر تمام خیاالات سے چھٹکارا حاصل کیا اور آرام کرنے کی خاطر زمین کا ایک ٹکڑا صاف کر کے لیٹ گیا۔ پیٹ بھر کر کھا پی لینے کی وجہ سے میں چونکہ وقتی طور پر مطمئن ہو گیا تھا اس لئے جلد ہی میری آنکھ لگ اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر سو گیا۔

ابھی میں خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی مجھے ہولے پکار رہا ہو۔ میں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو قرب و جوار میں کوئی بھی نظر نہ آیا۔ میں یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کہ میں اس وقت پہاڑی غار کے بجائے ایک سبزہ زار پر پڑا ہوں جہاں چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی ہے اور پورا علاقہ پھول اور پھل دار درختوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں آنکھیں جھپکا جھپکا کر ماحول کی رنگینیوں کا جائزہ لینے لگا پھر میں نے گھوم کر اپنی پشت کی سمت نظر ڈالی تو یہ دیکھ کر ششدرہ رہ گیا کہ وہاں ایک شاندار اور پُر جلال عمارت موجود تھی جس کے پھاٹک کے دونوں ستونوں پر پتھر کی بڑی بڑی مورتیاں ایستادہ تھیں۔ عمارت کی بناوٹ کسی قدیم مندر سے ملتی جلتی تھی۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے پتھر کی بنی ہوئی اس عمارت کو تکتا رہا پھر معاً میری نظر اپنے لباس پر پڑی تو میں حیران رہ گیا۔ اس وقت میرے جسم پر وہ لباس نہیں تھا جسے پہن کر میں غار میں سویا تھا۔ اس کے بجائے میں گیروے رنگ کے ہندوانہ لباس میں ملبوس تھا۔ میرا اوپری جسم بالکل ننگ دھڑنگ تھا۔ میرے سینے پر صندل ملا ہوا تھا۔ جس کی خوشبو میرے ذہن کو فرحت بخش رہی تھی۔

میری کیفیت اس وقت درزی کے اس غریب لڑکے سے مختلف نہ تھی، جسے خلاف توقع الہ دین کا چراغ مل گیا ہو اور پل بھر میں اس کی حالت بدل گئی۔ میں بھونچکا سا کھڑا اپنے سابقہ حالات پر غور کر رہا تھا۔ میرے جسم پر نہ تو کوئی زخم موجود تھا اور نہ ہی ٹیس کا احساس باقی رہ گیا تھا۔ میں نے بہتیری کوشش کی اور اپنے ذہن کو بار بار کریدا لیکن یہ راز نہ جان سکا کہ میں اس حالت میں کیوں اور کیسے پہنچا۔ ہر چند کہ وہ ہندوانہ لباس جو اس وقت میرے بدن پر موجود تھا، میں نے اپنی مرضی سے نہیں پہنا تھا لیکن اس کے باوجود مجھے اس سے وحشت سی محسوس ہو رہی تھی۔ قریب تھا کہ میں عالم وحشت و دہشت میں اس لباس کو تار تار کر جسم سے اتار پھینکتا اور ننگ دھڑنگ ہو جاتا کہ یکلخت فضا گھنٹیوں کی آواز سے گونج اٹھی۔ میں نے نظر اٹھا کر مندر نما عمارت کو دیکھا تو اس کے آہنی پھاٹک کے اوپر لگی ہوئی گھنٹیوں کو متحرک دیکھ کر

حیران رہ گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی غیر مرئی قوت ان گھنٹیوں کو بڑے سلیقے سے ہلا رہی ہوں۔ میں پلکیں جھپکائے بغیر ان متحرک گھنٹیوں کو دیکھتا رہا پھر معاً میری نگاہیں قدیم مندر نما عمارت کے دروازے پر جم کر رہ گئیں جو آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔ دروازہ پوری طرح کھل گیا تو میری نظر اس عورت پر پڑی جو دروازے کی اوٹ سے برآمد ہوئی تھی اور اب آہنی پھاٹک کی طرف بڑے وقار سے قدم بڑھا رہی تھی۔

میں دم بخود ٹکٹکی باندھے اس عورت کو تکے جا رہا تھا۔ آہنی پھاٹک سے نکل کر وہ میری طرف شاہانہ انداز میں آ رہی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اپنے ذہن کو کریدنے کی کوشش کی۔ مجھے یہ تمام باتیں الف لیلہ کی کہانی کا ایک باب لگ رہی تھیں لیکن میرا ذہن ان اسرار کے بارے میں کوئی آخری نتیجہ قائم نہ کر سکا اور میں کسی ایسے معمول کی طرح جس پر عمل تنویم کا اثر ہو آنکھیں پھاڑے اس عورت کو دیکھ رہا جو اپنے یاقوتی ہونٹوں پر دلنواز مسکراہٹ بھرے ہر لمحے میرے قریب آتی جا رہی تھی۔

اگر میں یہ کہوں کہ اپنی زندگی میں، میں نے اس سے زیادہ حسین عورت نہیں دیکھی تو غلط نہ ہو گا۔ وہ میرے قریب آ کر رکی تو میں اس کے غزالی آنکھوں کے سحر میں کھو کر رہ گیا۔ وہ مجسم قیامت بنی میرے روبرو کھڑی مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے قدرت نے اسے تخلیق کرتے وقت حسن اور رعنائی کے تمام خزانے اس کے جسم میں سمو دیئے ہوں۔ وہ بھی میری طرح ہندوانہ لباس میں ملبوس تھی اس کی پیشانی پر دمکتی بندیا...... دیکھ کر ہی مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ہندو فرقے سے تعلق رکھتی ہے۔ چند ثانئے تک وہ مجھے اپنی خمار آلود نظروں سے دیکھتی رہی پھر اس کے تراشیدہ ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

”پرنام۔“ اس کی آواز میں پہاڑی جھرنوں جیسا جلترنگ تھا۔

میں کوئی جواب دینے کے بجائے اسے گھورتا رہا تو اس نے مسکرا کر دوبارہ کہا۔

”مہاراج...... آپ کے سواگت کے لئے آئی ہوں۔“

”لل...... لے...... لیکن......“ میں...... ہکلا کر رہ گیا۔ اس کے حسن کی سحر طرازیوں نے نہ جانے مجھ پر کیا جادو کر دیا تھا کہ مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ تاہم مجھے اس بات پر حیرت ضرورت ہوئی تھی کہ وہ مجھ سے کیسے واقف ہے اور اس وقت میرے استقبال کے لئے کیوں آئی ہے۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ کھنکتی ہوئی آواز میں بولی۔

”مہاراج...... آپ کس وچار میں پڑے ہیں۔ کیا آپ کا شبھ نام افضل بیگ نہیں ہے؟“

”ہاں...... ہاں میرا نام افضل بیگ ہے لیکن تم کون ہو۔“ میں نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

”میں آپ کی داسی ہوں مہاراج......“ اس نے شرماتے اور نظریں جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن...... میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو......" میں نے جلدی سے کہا۔ "آج سے پہلے میں نے تم کو کبھی نہیں دیکھا۔"

"بھوجن تیار ہے مہاراج۔ پہلے چل کر بھوجن کر لیجئے پھر بعد میں باتیں ہوں گی۔" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کچھ ایسے لہجے میں کہا کہ میرے سارے بدن میں چنگاریاں سی دوڑنے لگیں۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"داسی کو نرملا کہتے ہیں مہاراج۔" وہ آہستہ سے بولی پھر مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے عمارت کی طرف جانے کے لئے گھومی تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ میں اس کیفیت کو کوئی نام دینے سے قاصر ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ کوئی ایسی ہی قوت تھی، جس نے مجھے نرملا کی فرمائش کے آگے سر تسلیم خم کر دینے پر مجبور کر دیا تھا اور میں کسی فرماں بردار بچے کی مانند اس کے پیچھے پیچھے عمارت کی جانب قدم اٹھا رہا تھا۔

مندر نما قدیم عمارت کے اندر داخل ہو کر میں بھونچکا رہ گیا۔ وہاں کی ہر چیز میری توقعات سے کہیں زیادہ قیمتی اور نایاب تھی۔ عمارت کا ایک ایک چپہ اعلیٰ فرنیچر اور قیمتی ساز و سامان سے بھرا پڑا تھا۔

نرملا جو میری رہبر تھی، مجھے مختلف راہداریوں اور کمروں سے گزارتی ہوئی ایک ایسے کمرے میں لے آئی جو غالباً کھانے کے لئے مخصوص تھا۔ میں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس لانبے پتھر پر نظر ڈالی جس پر انواع و اقسام کے کھانے موجود تھے اور قسم قسم کے میوے اور پھل بھی بڑے سلیقے سے چنے ہوئے تھے۔

"پدھاریئے مہاراج......" نرملا نے سنگ مرمر کی ایک چوکی کے قریب پہنچ کر مسکراتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا اور ایک چوکی کی طرف اشارہ کر کے بیٹھنے کو کہا۔ میں ہچکچایا تو اس نے بڑی ادا سے میرا ہاتھ تھام کر چوکی پر بٹھا دیا اور خود میرے سامنے والی چوکی پر جا کر بیٹھ گئی۔

اس وقت بھی میری کیفیت عجیب تھی، وہ اس معمول سے مختلف نہ تھی جو عمل تنویم کے بعد پوری طرح اپنے عامل کے احکام کے زیر اثر ہوتا ہے۔ نرملا مختلف قسم کے کھانوں سے میری تواضع کرتی رہی اور میں چپ چاپ اس کے اصرار پر سر جھکائے بیٹھا کھانے میں مشغول رہا۔ کھانے کے دوران میں نے جتنی بار بھی کن انکھیوں سے نرملا کی سمت دیکھا، اسے اپنی ہی طرف متوجہ پایا۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی حجاب نہیں کہ میں نرملا کے رعب حسن سے بے حد مرعوب تھا اور پہلی نظر میں اس کا گرویدہ ہو گیا تھا۔

"مہاراج...... اسے بھی چکھ کر دیکھئے۔" نرملا نے کھانے کے دوران ایک بڑی قاب میری سمت بڑھاتے ہوئے کہا جس میں کسی جانور کا بھنا ہوا گوشت موجود تھا۔

"نرملا۔" میں نے قدرے توقف سے دبی زبان میں کہا۔ "اگر تم برا نہ مانو تو میں ایک بات کہوں۔"

"کہئے مہاراج۔" وہ اپنی معصوم نگاہیں میرے چہرے پر جماتے ہوئے بولی۔

"تم مجھے مہاراج کے بجائے صرف افضل بیگ کہو تو مجھے زیادہ خوشی ہو گی۔"

نرملا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحے تک ہوش ربا نظروں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے قاب سے بھنے ہوئے گوشت کا ٹکڑا نکال کر میری پلیٹ میں ڈالا اور نگاہیں جھکا کر کھانے میں مشغول ہو گئی۔

نرملا کا ایک ایک انداز ایسا تھا کہ ہزار جان سے اس پر نثار ہونے کو دل چاہ رہا تھا۔ میں ایک لمحے تک اسے محبت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر نرملا کی خواہش پر بھنے ہوئے گوشت کی طرف متوجہ ہو گیا۔ گوشت کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھتے ہی نہ جانے کیوں میرا دل چاہا کہ اسے حلق کے نیچے اتارنے کے بجائے باہر اگل دوں لیکن اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ نرملا میری اس حرکت سے ناراض ہو جائے میں نے طوعاً و کرہاً، وہ ٹکڑا حلق کے نیچے اتار لیا۔ گوشت کا ذائقہ کیسا تھا؟ مجھے کچھ یاد نہیں مگر اتنا ضرور یاد ہے کہ میں نے اس سے پیشتر اس قسم کا گوشت کبھی نہ چکھا تھا۔ بہرحال نرملا کے اصرار پر میں نے وہ سارا گوشت کسی نہ کسی طرح کھایا جو اس نے اپنے نازک ہاتھوں سے میرے لئے نکالا تھا۔

ابھی میں نے گوشت کا آخری ٹکڑا حلق کے نیچے اتار کر پانی کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ کمرے میں گونجنے والے قہقہے کی آواز سن کر چونک اٹھا۔ نظر گھما کر دیکھا تو سونا گھاٹ کا پُراسرار پجاری موہن لال میرے پیچھے کھڑا قہقہہ لگا رہا تھا۔ موہن لال پر نظر پڑتے ہی میرے ذہن پر چھائی ہوئی دھند یکلخت چھٹ گئی اور میں یوں اٹھ کر کھڑا ہو گیا جیسے نیند سے اچانک بیدار ہو گیا ہوں۔

"کیوں افضل بیگ...... پیٹ بھر کر بھوجن کر لیا تم نے؟" موہن لال کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

میں نے موہن لال کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اب تک میں جس کیفیت کو ایک حسین خواب سمجھ رہا تھا، اس کا طلسم موہن لال کی آواز سنتے ہی ٹوٹ گیا تھا۔ میرا دل چاہا کہ اس [illegible] کے جسم کی تکا بوٹی کر ڈالوں جس نے اچانک نمودار ہو کر اچھے خاصے ماحول کو مکدر کر دیا تھا لیکن میں کچھ نہ کر سکا۔ خاموش کھڑا اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا رہا۔

"کس سوچ و چار میں گم ہو افضل بیگ؟" سونا گھاٹ کے پجاری نے مجھے گھورتے ہوئے طنزیہ لہجے میں پوچھا پھر بڑے معنی خیز انداز میں بولا۔ "کیا بھوجن پسند نہیں آیا۔"

اس بار بھی میں نے موہن لال کی بات کا جواب نہیں دیا۔ حقارت سے منہ پھیر کر اپنے ہونٹ

کاٹنے لگا۔ اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ نرملا کے چہرے پر بھی مجھے سنجیدگی کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ موہن لال کی آواز نے غالباً اسے بھی بوکھلا دیا تھا۔

''آرام سے بیٹھو افضل بیگ، مجھے دیکھ کر تم کھڑے کیوں ہو گئے۔'' سونا گھاٹ کے پجاری کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔ میں نے گھوم کر غصیلی نظروں سے موہن لال کو دیکھا پھر جلدی سے اپنی چوکی پر بیٹھ گیا۔

''افضل بیگ، میری باتوں پر سوچ وچار کر لیا تم نے یا ابھی اور سمے درکار ہے؟'' موہن لال نے نرملا کے قریب جا کر ایک خالی چوکی پر بیٹھتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔

''نہیں۔'' میں نے ترش روئی سے جواب دیا'' مجھے تمہاری کوئی شرط منظور نہیں ہے۔''

''دھرم بہت پیارا ہے تم کو۔ کیوں؟''

''ہاں۔'' میں نے تلملا کر جواب دیا۔

''ابھی تک، کیا اب بھی تم اپنے دھرم کا دم بھرتے ہو۔ جب کہ...'' موہن لال مسکرا کر بولا۔

''موہن لال۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر تیزی سے کہا'' تم جو چاہو میں کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن دھرم کے معاملے میں تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔''

''دھرم '' موہن لال کا لہجہ معنی خیز تھا'' افضل بیگ، تم جس دھرم کی بات کر رہے ہو اسے تو تم خود ہی نشٹ کر چکے ہو۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے چونکتے ہوئے موہن لال کی طرف دیکھا'' تم اپنی زہریلی اور چھچھوری باتیں ختم کر کے سیدھی طرح مجھ سے گفتگو نہیں کر سکتے۔''

''تم سمجھنا چاہتے ہو افضل بیگ کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، تو لو سنو.....'' موہن لال نے مجھے گھورتے ہوئے کہا'' ابھی تم نے جس گوشت کو سواد لے لے کر کھایا ہے، وہ سور کا گوشت تھا۔ بولو افضل بیگ کیا سور کا گوشت کھانے کے بعد بھی تم مجھ سے دھرم کی بات کرو گے۔''

سور کا نام سنتے ہی میں لرز اٹھا۔ اس خیال سے کہ میں نے سور کا گوشت کھا لیا ہے۔ میری روح تڑپ اٹھی۔ میں موہن لال کو انتہائی حقارت بھری نگاہوں سے گھورنے لگا۔ اس مردود نے میرے ساتھ جو کچھ کیا، وہ میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔ غصے کے مارے میں سرتاپا کانپ رہا تھا۔ تاہم میں بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ اس موذی سے ٹکر لینا میرے لیے موت کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اسے نفرت بھری نظروں سے گھورتا رہا اور دل ہی دل میں خود کو بھی لعن طعن کرتا رہا۔

مجھے رہ رہ کر بڑی شدت سے ابکائی آ رہی تھی لیکن میں ضبط کئے ہوئے تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ

موہن لال کو میری ہنسی اڑانے کا موقع ملے۔ مجھے اس وقت نرملا بھی ناگن کی طرح نظر آ رہی تھی جس نے اپنے حسن کی حشر سامانیوں کی آڑ لے کر مجھے ڈس لیا تھا۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں ان دونوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا مگر اس وقت میں سوائے اپنی بے بسی پر کف افسوس ملنے کے اور کچھ بھی نہ کر سکتا تھا۔ میں چاروں طرف سے خود کو گھرا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

موہن لال کچھ دیر تک میرے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات اور میری دلی کیفیت کا اندازہ لگاتا رہا پھر میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے بولا۔

''چپ کیوں ہو افضل بیگ۔ تم تو مجھے نیچا دکھانے اور میری شکتی کا راز جاننے کے لئے آئے تھے۔''

''میں اب بھی تم کو نیچا دکھانے کی طاقت رکھتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم اپنے بیروں اور کالے علم سے کام نہ لو۔'' موہن لال نے میری بے بسی کا مضحکہ اڑایا میں تو اپنا غصہ ضبط نہ کر سکا اور سینہ تان کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹھ جاؤ افضل بیگ، کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو۔'' موہن لال نے بڑے پُر وقار لہجے میں کہا پھر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔'' تم بھول جاتے ہو کہ تم کس کے سامنے ایسے شبد نکال رہے ہو۔ کیا اب بھی تمہیں میری شکتی پر کوئی شک ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمہارے ساتھ رعایت برت رہا ہوں۔''

میں کوئی جواب دینے کے بجائے خاموش کھڑا اسے گھورتا رہا۔ موہن لال نے جو کچھ کہا تھا، وہ غلط نہیں تھا۔ تاہم اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو میں اپنی توہین سمجھتا تھا۔

''مجھے پتا ہے افضل بیگ کہ تم ایک بلوان منش ہو پر تم مورکھ بھی بہت ہو۔''

''تم میرے سلسلے میں آخر یہ رعایت کیوں کر رہے ہو۔'' میں نے غصے سے پوچھا۔

''اس کی چنتا مت کرو۔ ایک دن تم خود جان جاؤ گے لیکن اس راز تک پہنچنے سے پہلے تمہیں بڑی کٹھناؤں سے گزرنا ہوگا اور ہاں اس کے لئے تمہیں اپنا دھرم بھی بدلنا ہوگا۔''

''موہن لال۔'' مذہب بدلنے کے نام پر میں ایک بار پھر آپے سے باہر ہو گیا۔'' ہو سکتا ہے کہ تم نے اپنی ناپاک خواہشات کی تکمیل کی خاطر دھوکے سے مجھے حرام چیز کا گوشت کھلا دیا ہو لیکن اگر مجھے معلوم ہوتا تو تم مرتے مر جاتے مگر اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوتے۔''

''تم بہت نادان ہو افضل بیگ میری مانو تو ہٹ دھرمی چھوڑ دو اب سمے نہیں ہے۔''

سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کا لہجہ اس قدر سرد اور دھمکی آمیز تھا کہ میں فوراً ہی کوئی جواب دینے کی ہمت نہ کر سکا۔ بھوک پیاس کے سابقہ تجربوں کو یاد کر کے میں دل ہی دل میں کانپ اٹھا۔ میرا

ذہن بار بار مجھے یہی مشورہ دے رہا تھا کہ میں اپنی ضد چھوڑ کر موہن لال کی خواہشات کے آگے جھک جاؤں اور خود کو مزید اذیتوں سے بچا لوں لیکن میرا ضمیر ہر بار آڑے آ جاتا تھا۔ ابھی میں انہی خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ موہن لال نے مجھے مخاطب کیا۔

''افضل بیگ، میں جانتا ہوں۔ تم سوچ و چار میں الجھے ہوئے...... تم دھرم کی خاطر جیون دان کرنا چاہتے ہو تو یہ تمہاری بھول ہے۔ میری اچھا کے بغیر تم ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکو گے۔ میرے بیر ہر سمے پرچھائیں کی طرح تمہارے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ میری آگیا کے بغیر تم مرنا چاہو تو مر بھی نہیں سکتے...... دیوی دیوتاؤں کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں افضل بیگ۔'' موہن لال نے مجھے لال پیلی نظروں سے گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا۔

''موہن لال!'' میں نے حالات کے پیش نظر تلملا کر کہا۔ ''کیا تمہارے اندر اتنی شکتی نہیں ہے کہ تم مجھے تڑپا تڑپا کر مارنے کے بجائے ایک ہی وار میں ختم کر دو۔''

''میں تمہاری یہ اچھا اسی دن پوری کر سکتا تھا افضل بیگ، جب تمہارے من میں میری شکتی جاننے کا دھیان جاگا تھا۔ پرنتو گنیش دیوتا اور پاربتی دیوی کی مرضی کچھ اور ہے۔'' موہن لال نے نہ جانے کیوں اپنا ہونٹ چباتے ہوئے غضب ناک لہجے میں کہا۔ ''اگر میں چاہوں تو تم اس سمے بھی میرے چرنوں میں پڑے دیا کی بھکشا مانگتے نظر آؤ اور میری بھگتی سویکار کر لو۔''

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ موہن لال کی بات کا کیا جواب دوں۔ میرا ذہن معطل ہو چکا تھا۔ میں بری طرح تھک چکا تھا، انکار کی صورت میں کیا کچھ ہو گا۔ مجھے معلوم تھا، میں نے بڑی بے بسی کے عالم میں ایک نظر موہن لال کے غضب ناک چہرے پر ڈالی۔ اس کی بڑی بڑی خوف ناک آنکھوں میں مجھے شعلے بھڑکتے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے جلدی سے اپنی نظریں اس کے چہرے سے ہٹا لیں اور نرملا کو دیکھنے لگا جو سکتے کی حالت میں بیٹھی یک ٹک مجھے دیکھے جا رہی تھی۔

زندگی کی تلخیوں نے مجھے مردم شناسی کا تھوڑا بہت فن بھی سکھا دیا تھا۔ نرملا کی آنکھوں میں مجھے مکر و فریب کے بجائے پیار اور ہمدردی کا جذبہ چھلکتا نظر آیا تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اس نے میرے ساتھ جو کچھ کیا تھا، اس میں اس کی اپنی مرضی کا کوئی دخل نہیں تھا بلکہ وہ سونا گھاٹ کے پجاری کے اشاروں پر چلنے کے لئے مجبور تھی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کی نگاہوں میں محبت اور ہمدردی کا جذبہ کبھی [illegible]

قبل اس کے کہ میں نرملا کے چہرے سے نظر ہٹا کر موہن لال کی بات کا جواب دیتا۔ نرملا نے مجھے بڑے التجا آمیز انداز میں اشارے سے تلقین کی کہ میں موہن لال کی بات مان لوں۔ ہر چند کہ اس وقت میں جن حالات سے دوچار تھا، ان میں محبت کا تصور...... بھی محال تھا لیکن اس کے باوجود میں

محسوس کر رہا تھا کہ میرا دل نرملا کی طرف کھنچے جا رہا ہے اور اس جذبے کے ساتھ ہی زندہ رہنے کی تمنا بھی میرے دل میں کروٹیں لے رہی ہے۔ میں کوشش کے باوجود نرملا کے چہرے سے اپنی نظریں نہ ہٹا سکا۔

''کہاں کھو گئے ہو افضل بیگ۔''

موہن لال نے مجھے دوبارہ مخاطب کیا تو میں اس طرح چونکا جیسے کچی نیند سے اچانک بیدار ہو گیا ہوں۔ نرملا کے چہرے سے نظر ہٹا کر میں نے موہن لال کو دیکھا جس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں ابھی کوئی جواب دینے کے لئے سوچ رہی رہا تھا کہ موہن لال نے کہا۔

''افضل بیگ، اگر تم میری بھگتی قبول کر لو تو...... نرملا پجارن تمہیں دان دی جا سکتی ہے۔''

''میں تیار ہوں......'' میں نے بے اختیار جلدی سے کہا اور نرملا کی طرف دیکھنے لگا جو میرا فیصلہ سن لینے کے بعد بڑے دلکش اور معصومانہ انداز میں نظریں جھکائے مسکرا رہی تھی۔

''مجھے پورا وشواس تھا افضل بیگ کہ تم میرا کہا مان جاؤ گے۔'' موہن لال نے فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا پھر میرے قریب آ کر میرا شانہ تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ ''افضل بیگ، میں اپنے دیئے ہوئے وچن کے مطابق تمہیں اپنی چوتھائی شکتی دان کرنے کو تیار ہوں۔ پرنتو اس کے لئے پہلے تمہیں کچھ دنوں بڑا اکڑا جاپ کرنا ہو گا اور یہ ثابت کرنا ہو گا کہ تمہارے من میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔''

میں نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔ موہن لال نے میرے چہرے پر چھائی ہوئی بے بسی دیکھی تو بڑے فلسفیانہ انداز میں مجھے سمجھانے لگا۔

''افضل بیگ، جیون اس دھرتی پر سب سے سندر چیز کا نام ہے۔ اگر اس کی سندرتا میں کسی من پسند کنیا کا پریم بھی مل جائے تو پھر منش کے لئے یہ دھرتی بھی سورگ سمان بن جاتی ہے۔ نرملا تمہارے لئے ایک اچھی ساتھی ثابت ہو گی۔''

میں اب بھی خاموش رہا۔ میرا ضمیر مجھے رہ رہ کر ملامت کر رہا تھا لیکن اب میں نے اپنے ضمیر کا گلا بڑی سختی سے دبا رکھا تھا۔ نرجلا کو پا کر زندہ رہنے کی خواہش ہر لمحے بڑھتی جا رہی تھی۔ مجھے زندگی بڑی حسین نظر آ رہی تھی۔ نرملا کی غزالی اور شوخ مسکراہٹوں نے نہ جانے پر مجھ پر کیا جادو کر دیا تھا کہ میں موم کی طرح پگھل کر رہ گیا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ زندگی جیسی قیمتی اور انمول شے کو اب کسی قیمت پر اذیتوں کے حوالے نہ کروں گا۔ اس کے برعکس زندہ رہ کر زندگی کے مزے لوٹوں گا لیکن میں [illegible] نے اپنے چہرے کے تاثرات سے حتی الامکان یہی کوشش کی کہ موہن لال میرے دل کا بھید نہ جان سکے اور یہی سمجھے کہ میں نے اس کے آگے مجبوراً گھٹنے ٹیک دیئے ہیں۔

نرملا [illegible] ستور میرے سامنے موجود تھی اور بار بار کن انکھیوں سے میری طرف دیکھے جا رہی تھی۔ موہن لال نے مجھے خاموش دیکھا تو اسے کچھ دیر کے لئے کمرے سے چلے جانے کو کہا۔ ہر چند کہ مجھے

موہن لال کا یہ حکم بے حد شاق گزرا لیکن میں اس کو خلاف احتجاج نہیں کیا۔

نرملا کے کمرے سے چلے جانے کے بعد سونا گھاٹ کا پُر اسرار پجاری چند لمحے تک خاموش کھڑا ٹکٹکی باندھے مجھے گھورتا رہا پھر مجھے ساتھ لئے ایک ملحقہ کمرے میں آ گیا جو غالباً کسی کی خواب گاہ تھی اور دوسرے کمروں کی طرح قیمتی ساز و سامان سے سجی ہوئی تھی۔ میں موہن لال کے اشارے پر اس کے سامنے بیٹھ گیا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''افضل بیگ، دیوی دیوتاؤں کی مہان شکتی کے سامنے دل کے بھید کبھی چھپے نہیں رہ سکتے۔ مجھے معلوم ہے تم کیا سوچ رہے ہو۔ میں خوش ہوں کہ تم نے جیون دان دینے کے فیصلے کو بدل کر خود کو نئے جیون میں ڈھالنے کا فیصلہ کرلیا۔ اب تم نئی شکتی کا مزا لوٹو گے۔''

میں نے چونک کر موہن لال کو دیکھا، مجھے حیرت تھی کہ آخر اس نے میرے دل کا بھید کیسے پالیا جب کہ میں نے اپنے چہرے پر گہرے سنجیدگی طاری کررکھی تھی۔ تاہم مجھے اس بات پر زیادہ اچنبھا نہیں ہوا اس لئے کہ میں سونا گھاٹ کے پجاری کے کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ کچھ دیر تک میں اسے سپاٹ نظروں سے گھورتا رہا پھر میں نے دبی آواز میں کہا۔

''موہن لال...... میں تمہاری اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ زندہ رہنے کی خواہش نے مجھے اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کردیا۔ ایک بات یاد رکھنا، اگر تم اپنے وعدے سے پھرے یا میرے ساتھ کوئی دھوکا کرنے کی کوشش کی تو پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔''

''دھوکا......'' موہن لال بڑے پُروقار انداز میں ہنسا پھر ٹھوس لہجے میں بولا۔ ''افضل بیگ، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے تمہارے ساتھ دھوکا کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ کیا تم میری شکتی کے کچھ اور تماشے دیکھنا چاہتے ہو۔ کیا تمہیں یہ وشواس نہیں کہ ایک لمحے میں تمہیں منش سے چوپایہ بنایا جا سکتا ہے۔''

''مجھے اب کیا کرنا ہوگا؟'' میں نے جلدی سے گفتگو کا رخ بدلنے کی خاطر کہا۔ موہن لال کی قوتوں کا تماشا میں پہلے بہت دیکھ چکا تھا اس لئے اب اس کے ساتھ مزید الجھنا بعید از دانش مندی تھا۔

''سب سے پہلے تمہیں ایک ایسا چیلا بن کر دکھانا ہوگا جو گرو کی آگیا کا پالن کرنا اپنا دھرم سمجھتا ہے۔ اس کے بغیر تمہاری تپسیا بیکار ہوگی۔''

''کیا تم اپنی شکتی کے ذریعے میرے دل کا راز نہیں جان سکتے؟'' میں نے اسے بڑی نرمی سے مخاطب کیا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم میری آگیا کا پالن کروگے۔ پرنتو مجھے یہ بھی پتا ہے کہ تم نے نرملا کی خاطر میرا سیوک بننے کا فیصلہ کیا ہے۔''

''ہاں...... یہ غلط نہیں ہے۔'' میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

''افضل بیگ۔'' موہن لال نے اپنے غلیظ ہونٹوں پر بڑی مکروہ مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔ ''اپنے وچن کے مطابق میں نرملا پجارن کو تمہیں دان کرچکا ہوں۔ تم جس طرح چاہو اسے استعمال کر سکتے ہو پر پوری طرح نرملا کو تم اسی سے حاصل کر سکتے ہو، جب تم جاپ اور گیان دھیان کی کڑی پرکشا میں سپھل ہو جاؤ۔ نرملا اب تمہارے ساتھ ہے۔ میں نے تم کو وچن دیا ہے۔ پرکشا کے بعد نرملا پوری طرح تمہاری ہو جائے گی اور پھر نرملا کیا تم پاپ اور پُن کے چکر کو خود سمجھنے لگو گے۔ تم جان جاؤ گے کہ منشوں نے اپنے لئے خود ہی کیسا جال بُن رکھا ہے۔ دھرتی افضل بیگ ایک دھوکا ہے اور منش ایک مورکھ جانور ہے۔ ہاں گیان دھیان سے منش پیدا ہوتا ہے۔ جو سب کچھ جانتا ہے، جس نے یہ شکتی حاصل کرلی اس نے اپنے جیون میں خوشیاں بھرلیں۔ سب لوگ اس سنسار میں اندھے بن کر رہتے ہیں۔ دھرم کے سچے پجاریوں کی ہی آنکھیں روشن ہوتی ہیں اور آنکھوں میں یہ روشنی یونہی نہیں آ جاتی، اس کے لئے خود کو بدلنا ہوتا ہے۔ آدھا جیون تیاگ دینا ہوتا ہے۔ دیوتا طرح طرح سے پرکشا لیتے ہیں اور پھر کہیں جا کر کچھ دان دیتے ہیں۔ تم تو بہت دھنی ہوا افضل بیگ تم پر دیوتا مہربان ہیں۔''

میں سر جھکائے بیٹھا موہن لال کی ناقابل فہم باتیں سنتا رہا۔ کچھ دیر تک وہ مجھے گناہ و ثواب اور دنیا کے رنگے سیاروں کے بارے میں بتاتا رہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔

''افضل بیگ، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ایک دن تم دیوی دیوتاؤں اور بلوانوں کی سی شکتی کے مالک بن جاؤ گے۔ یہ بھی اوش ہے کہ تم اپنی مہان شکتی کے نشے میں مجھ سے ٹکر لینے کی کوشش کرو گے پرنتو یہ دھیان ہمیشہ رکھنا کہ تم میرے سیوک ہو اور سیوک ہی رہنا تمہارے لئے بہتر ہے۔''

''اگر یہ بات ہے تو پھر تم مجھے اپنا چیلا بنانے پر کیوں بضد ہو؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ موہن لال کے چہرے پر اچانک چھا جانے والی گھمبیر سنجیدگی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

''اس کی چِنتا مت کرو۔'' موہن لال خشک آواز میں بولا۔ ''ایک سمے آئے گا جب تم سب کچھ جان جاؤ گے۔''

''میرے لئے اب کیا حکم ہے؟'' اس بار میں نے قدرے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''تمہیں یہاں سے اجودھیا کا رخ کرنا ہوگا۔ جہاں چھ ماہ تک تمہیں ایک مندر میں بیٹھ کر گنیش دیوتا اور پاربتی دیوی کے لئے کڑا جاپ کرنا ہوگا۔'' موہن لال نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ''اجودھیا پہنچ کر تمہیں میرے سب سے مہان سیوک ارجن سنگھ سے ملنا ہوگا پھر جیسا وہ کہے گا، ویسا ہی کرنا۔''

''لیکن میں اجودھیا جا کر ارجن کو کہاں تلاش کرتا پھروں گا۔'' میں نے چوکی پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

''تمہیں اس کے لئے بھٹکنا نہیں پڑے گا۔ ارجن کو تمہارے پہنچنے کی اطلاع مل جائے گی۔

کے علاوہ نرملا بھی ارجن کو جانتی ہے۔‘‘

’’ٹھیک ہے میں کل ہی نرملا کو ساتھ لے کر روانہ ہو جاؤں گا۔‘‘ میں نے تیزی سے جواب دیا، میں سب کچھ جلد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سو میں نے موہن لال سے کہا۔

’’تم نے مجھے یہ نہیں بتایا موہن لال کہ وعدے کے مطابق تم اپنی چوتھائی شکتی مجھے کب دان کرو گے؟‘‘

موہن لال میرے سوال پر مسکرایا پھر سپاٹ لہجے میں بولا۔

دیوی دیوتا اپنے دیئے ہوئے وچن سے کبھی نہیں پھرا کرتے افضل بیگ۔ تم اجودھیا پہنچ کر جاپ شروع کر دو۔ ابھی تو تمہیں بہت کام کرنا ہے اور ہاں آج سے تمہارا نام افضل کے بجائے کرشن کمار ہو گا۔‘‘

’’موہن لال، کیا اب تم مجھے بتاؤ گے کہ یہ کون سا علاقہ ہے اور وہ پہاڑی کون سی تھی جس پر مجھے قید کیا گیا تھا۔‘‘ میں نے اپنے نام کے سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کیا۔

اس سے تم جس علاقے میں ہو اس کے بارے میں تم کو کچھ نہیں بتا سکتا۔ پرنتو جس پہاڑ پر تم پہلے تھے وہ وندھیا چل کا ایک ایسا دشوار گزار سلسلہ ہے جہاں آج تک تمہارے سوا کسی دوسرے منش کا گزر نہیں ہوا۔‘‘

’’مجھے یہاں تک کون لایا تھا؟‘‘ میں نے دوسرا سوال کیا تو موہن لال معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔

’’افضل بیگ، کیا نرملا پجارن کے پیار میں تم یہ بھی بھول گئے کہ اس سے تم کس کے سامنے بیٹھے ہو۔‘‘

’’میرا خیال ہے کہ یہ حرکت تمہارے بیروں کی......‘‘ میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے پھر موضوع بدل کر کہا۔ ’’اجودھیا تک جانے کے لئے سفر کا کیا بندوبست ہے۔‘‘

’’تم بہت جلدی کر رہے ہو۔ دو چار دن تم نرملا کے ساتھ گزارو۔ پر یہ خیال رہے کہ نرملا تمہاری ہو کر بھی تمہاری نہ ہو گی۔ اسے مکمل طور پر حاصل کرنا تبھی ممکن ہے جب تم پرکشا میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ بھی تمہیں بہت دنوں تک اس کے لئے بے چین رہنا ہو گا پھر میں سارا بندوبست کر دوں گا۔‘‘

موہن لال سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں کمرے سے باہر آیا تو نرملا سامنے ورانڈے میں کھڑی میری راہ تک رہی تھی۔ اس نے جن نظروں سے مجھے دیکھا، ان میں نہ جانے کیا کشش تھی کہ میں سب کچھ بھول کر اس کی طرف کھنچا چلا گیا۔ وہ مجھے ایک دوسرے کمرے میں لے گئی۔ وہ کمرا سازو سامان کے اعتبار سے ان تمام کمروں سے بہتر تھا جنہیں میں اب تک دیکھ چکا تھا۔

’’یہ آپ ہی کا کمرا ہے مہاراج۔‘‘ نرملا نے دبی زبان میں کہا۔ ’’اب آپ آرام کیجئے اور اگر کسی

چیز کی ضرورت ہو داسی کو آواز دے لیجئے گا۔‘‘

’’نرملا۔‘‘ میں نے اسے پیار سے دیکھ کر شکایت بھرے لہجے میں کہا۔ ’’ایک بات کہوں، مانو گی۔‘‘

’’آپ آ گیا کریں مہاراج۔ داسی کی کیا مجال ہے کہ انکار کر دے۔‘‘

’’تم مجھے مہاراج کے بجائے، میرے نام سے مخاطب کیا کرو۔‘‘

’’یہ گھور پاپ ہو گا مہاراج۔‘‘ نرملا نے جلدی سے کہا۔ ’’اگر موہن لال جی مہاراج کو بھنک پڑ گئی تو میرا سارا جیون کشٹ اٹھاتے گزرے گا۔ میں آپ کی داسی جو ہوں۔‘‘

’’موہن لال تمہیں مجھے بخش چکا ہے اور اب اسے تمہارے اوپر کوئی حق نہیں رہا۔‘‘ میں نے اسے پیار سے سمجھایا۔

’’مجھے پتا ہے مہاراج پرنتو۔‘‘

’’نرملا۔‘‘ میں نے جلدی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ’’کیا تمہیں یہ جان کر خوشی نہیں ہو گی کہ میں نے محض تمہاری خاطر اپنا دھرم بھی بدل دیا ہے۔‘‘

’’یہ آپ کی کرپا ہے مہاراج۔‘‘ نرملا شرما کر بولی۔

’’تمہاری وجہ سے میں نے اپنا نام بھی بدل دیا ہے۔ آج میں افضل بیگ کے بجائے کرشن کمار ہوں۔‘‘

’’کرشن کمار......‘‘ نرملا کے سندر ہونٹوں پر مدھ بھری مسکان ابھری۔ میں نے اس کی کومل آنکھوں سے پیار جھلکتے دیکھا تو اس کے قریب جا کر سرگوشی میں کہا۔

’’نرملا، مجھے وچن دو کہ آئندہ سے تم مجھے صرف کرشن کمار کہہ کر پکارو گی۔‘‘

’’کرشن مہاراج۔‘‘ وہ شوخی سے بولی۔

’’مہاراج نہیں، صرف کرشن۔‘‘ میں نے اس کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا تو وہ لجا گئی۔

پھر میرے اصرار پر اس نے وعدہ کر لیا کہ اکیلے میں وہ مجھے کرشن کہے گی لیکن دوسروں کی موجودگی میں کرشن مہاراج کے نام سے مخاطب کرے گی۔

نرملا کے ساتھ بیٹھا میں بڑی دیر تک دنیا جہان کی باتیں کرتا رہا۔ وہ مجھے ہندو دھرم اور اپنے دیوی دیوتاؤں کے بارے میں بتاتی رہی۔ جب میں نے اسے یہ بتایا کہ موہن لال نے مجھے جاپ کرنے کے لئے اجودھیا جانے کے لئے کہا ہے تو اس کا حسین چہرہ کندن کی طرح دمک اٹھا۔ اسے اجودھیا کی تیرتھ گاہوں کو دیکھنے کا بے حد شوق تھا۔

مختصر عرصے میں نرملا کی محبت نے میرے ذہن پر ایسا سحر کر دیا تھا کہ میں سب کچھ بھول کر اس کی محبت میں محو ہو گیا شاید اس لئے کہ میں بچپن ہی سے پیار کا بھوکا تھا اور نرملا نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا

تھا جن کے لئے میری روح ایک مدت دراز سے پیاسی تھی۔

تین روز تک میں اسی قدیم مندر نما عمارت میں نرملا کے ساتھ رہا۔ چوتھے روز موہن لال نے ہم دونوں کو روانگی کا حکم دے دیا۔ میں حیران تھا کہ اجودھیا کے طویل سفر کا بندوبست کیا ہوگا۔ میرے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی اور جسم پر جو لباس موجود تھا، اس کے سوا بدلنے کے لئے کوئی دوسرا لباس بھی نہ تھا۔ نرملا کے بارے میں بھی مجھے علم ہو چکا تھا کہ وہ موہن لال کی ایک ادنیٰ داسی ہے۔ چنانچہ جب موہن لال نے مجھ سے روانگی کے لئے کہا تو میں نے پوچھا۔

''ہمارے سفر کا کیا بندوبست ہوگا۔''

''افضل بیگ، جب تم میری بھگتی سویکار کر چکے ہو تو تمہیں ان باتوں کی کوئی چنتا نہیں کرنی چاہئے۔'' موہن لال نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میرے بیر تمہارے سفر کا بندوبست کر چکے ہیں۔ اب تم دونوں اپنی آنکھیں بند کرو اور جب تک میں نہ کہوں، دوبارہ آنکھیں نہ کھولنا۔''

میں نے سپاٹ نظروں سے موہن لال کو دیکھا پھر کچھ سوچ کر نرملا کا ہاتھ تھاما اور آنکھیں بند کرلیں۔ آنکھ بند کرتے ہی موہن لال کی آواز میرے کانوں سے ٹکرانے لگی۔ غالباً وہ کوئی جاپ پڑھ رہا تھا۔ جس کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہ آ سکا۔ میں نرملا کا ہاتھ تھامے آنکھیں بند کئے کھڑا سوچ رہا تھا کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کی آواز بدستور میرے کانوں میں سے ٹکرا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد مجھے محسوس ہوا جیسے میرے پاؤں زمین پر ٹکے ہونے کے بجائے فضا میں معلق ہیں اور میں ہوا میں اڑتا چلا جا رہا ہوں۔ میرا دل چاہا کہ آنکھیں کھول کر دیکھوں کہ یہ کیا اسرار ہے لیکن موہن لال کی آخری ہدایت کے پیش نظر میں نے آنکھیں بند ہی رکھیں۔ کہیں کسی نئی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤں تاہم میں نے نرملا کی کلائی پر اپنی گرفت اور مضبوطی سے جما لی تھی۔

میں نرملا کی کلائی پر اپنی گرفت مضبوطی سے جمائے آنکھیں بند کئے رہا۔ سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کی آواز بدستور میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ مجھے اس بات کا یقین آ گیا تھا کہ اس وقت میں فضا میں معلق کسی نامعلوم منزل کی سمت اڑا جا رہا ہوں۔ موہن لال نے مجھے بڑی سختی سے تاکید کر رکھی تھی کہ جب تک وہ نہ کہے، میں آنکھیں بند رکھوں۔ چنانچہ میں نے آنکھیں نہیں کھولیں لیکن پاؤں کو جنبش دے کر اس بات کا اندازہ لگانے میں کامیاب ہو گیا کہ زمین پر کھڑا ہونے کے بجائے فضاؤں میں معلق ہوں۔

''کرشن...... اب اپنی آنکھیں کھول لو۔''

میں نے نرملا کی آواز سنی تو آنکھیں کھول دیں۔ اس کی خوب صورت غزالی آنکھوں میں مجھے مسرتوں کے ہزاروں دیپ جلتے نظر آ رہے تھے۔ اس کے نازک گلابی ہونٹ بڑے دلنشیں انداز میں

مسکرا رہے تھے۔ میں نے سوچا شاید وہ مجھے پالینے کی وجہ سے باغ و بہار بنی ہوئی ہے یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ موہن لال کی دسترس سے دوری اختیار کرنے کی وجہ سے خوش ہے۔

نرملا کے چہرے سے نظریں ہٹا کر میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا تو بھونچکا سا رہ گیا۔ اپنے والد کے ساتھ ایک بار پہلے بھی میں اجودھیا کا سفر کر چکا تھا۔ اس لئے مجھے مندروں اور مورتیوں کی اس بستی کو پہچاننے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ ہاں ایک لمحے کے لئے تعجب ہوا کہ اتنی جلدی وندھیا چل کی پہاڑیوں سے اجودھیا تک کیسے آ گیا لیکن اس خیال نے مجھے زیادہ پریشان نہیں کیا۔ سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کی قوتوں کو میں اچھی طرح دیکھ اور سمجھ چکا تھا۔ ناممکن کو ممکن بنا دینا، اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

''کرشن......'' نرملا نے مجھے خاموش پا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ہم اس سمے رام چندر جی کی پوتر جنم بھومی اجودھیا میں کھڑے ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' میں جلدی سے بولا۔

''سنا ہے یہاں ہر سال میلا لگتا ہے جس میں چھ لاکھ سے زیادہ یاتری شریک ہوتے ہیں۔''

''ہاں...... تم نے ٹھیک سنا ہے لیکن سب سے پہلے ہمیں ارجن کو تلاش کرنا چاہئے۔''

''ارجن نہیں...... ارجن مہاراج۔'' نرملا نے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے مجھے سمجھایا۔ ''جب تک تم موہن لال جی مہاراج کی آگیا کی پالن نہ کرلو اور اپنے جاپ اور گیان دھیان اور کٹھن پرکشا میں سپھل نہ ہو جاؤ اس سمے تک تمہیں اجودھیا کے مہان پجاری کو ارجن مہاراج کے شبھ نام سے پکارنا ہوگا۔''

''نرملا......'' میں نے پجارن کی مخمور نظروں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں حاصل کر لینے کے بعد میں خود کو دنیا کا سب سے زیادہ خوش نصیب انسان سمجھنے لگا ہوں لیکن......''

''نہیں کرشن...... نہیں۔'' نرملا نے جلدی سے اپنا ہاتھ میرے منہ پر رکھ دیا پھر بڑے بھولپن اور لگاوٹ سے بولی۔ ''میں جانتی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو پر ابھی ایسے شبد زبان سے نہ نکالو...... منش جات کو تو اس دھرتی پر اپنا جیون بتانے کے کارن ہزاروں کٹھنائیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔''

''میں بڑے سے بڑے طوفان کا مقابلہ کر سکتا ہوں نرملا مگر مذہب کے معاملے......''

میں نے نرملا کی کلائی تھام کر بڑے جذباتی لہجے میں کہا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنا جملہ مکمل کرتا نرملا نے مجھے جلدی سے ٹوک دیا اور معصومانہ انداز میں سمجھانے لگی۔

''کرشن، تمہارے من میں جو کچھ ہے، اسے میں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ پرنتو تم نے اگر موہن لال جی مہاراج کو دیئے ہوئے وچن سے منہ موڑنے کی کوشش کی تو ہم دونوں کبھی سکھی نہ رہ سکیں گے۔ تم

مردِ ہو شاید کٹھناؤں کو جھیل جاؤ پر میں عورت جات اس کشٹ کو برداشت نہ کر پاؤں گی۔ دیوی دیوتاؤں کی ناراضگی میرا جیون برباد کر دے گی۔ بولو...... کیا تم اس داسی کو برباد ہو جانے دو گے؟"

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا نرملا۔" میں نے شدت جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ "تمہیں خوش دیکھنے کے لئے میں بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہوں۔"

"سچ......" اس نے شرمیلی نگاہوں کو اٹھا کر مجھے دیکھا تو میں بے خودی کے عالم میں بولا۔

"نرملا...... میری زندگی! اگر تمہیں کبھی میری جان کی ضرورت پیش آئی تو میں وہ بھی تم پر نچھاور کر دوں گا...... جب جی چاہے آزما کر دیکھ لو۔"

"اگر یہ بات ہے تو وچن دو کہ جب تک تم مہان شکتی کے مالک نہیں بن جاتے اور دیوی دیوتاؤں کے جاپ کو پورا نہیں کر لیتے میری خاطر کوئی ایسا شبد زبان سے نہیں نکالو گے جو ہمارے لئے کشٹ اٹھانے کا کارن ہو۔"

نرملا نے کچھ ایسے ہوش ربا انداز میں یہ جملے ادا کئے کہ میں انکار نہ کر سکا اور میں نے اس سے صدق دل سے وعدہ کر لیا کہ جو کچھ وہ کہے گی، میں اس پر عمل کروں گا۔

کچھ دیر تک ہم دونوں یوں ہی عالم سرمستی میں ایک دوسرے سے عہد و پیماں کرتے رہے پھر ارجن مہاراج کی تلاش میں چل پڑے۔ اجودھیا شہر جو اتر پردیش میں لکھنؤ کے مشرق میں واقع ہے اور جس کی آبادی تقریباً ساڑھے بیاسی ہزار افراد پر مشتمل ہے اس وقت بڑا ہی خوب صورت لگ رہا تھا۔ ڈوبتے سورج کی کرنیں بڑے بڑے مندروں کے کلس کا آخری بوسہ لے رہی تھیں درختوں کے سائے پھیل کر لمبے ہو گئے تھے۔ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر نرملا کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اس کی محبت میں سرشار چلا جا رہا تھا کہ نرملا نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔

"کرشن...... تمہیں اس بات کا دھیان بھی رکھنا ہو گا کہ میں دیوتاؤں کے چرنوں کی ایک معمولی پجارن ہوں۔"

"پہلے رہی ہو گی لیکن اب تم صرف میری ہو۔" میں نے اس کے سراپا پر نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "موہن لال تمہیں مجھے دان کر چکا ہے۔"

"ہاں مگر پجاری مہاراج نے یہ شرط بھی لگائی تھی کہ تمہیں میرے شریر اور میری آتما پر اس سے پورا ادھیکار حاصل ہو گا جب تم جاپ اور گیان دھیان کی کڑی پرکشا میں پھل ہو جاؤ گے۔"

"تمہیں جیتنے کی خاطر میں بڑی سے بڑی آزمائش میں بھی پورا اتروں گا۔" میں ٹھوس لہجے میں بولا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم ضرور پھل ہو گے لیکن......"

"لیکن کیا......" میں نے نرملا کو جملہ نامکمل چھوڑ کر اداس ہوتے دیکھا تو بے چینی سے پوچھا۔

"کرشن...... ایک پجارن ہونے کے سبب میرا فرض ہے کہ دیوتاؤں اور ان کے مہان پجاریوں کی ہر آگیا کا پالن کروں۔ اس لئے میں ہاتھ باندھ کر تم سے پرارتھنا کرتی ہوں کہ اگر کبھی تم مجھے کسی پجاری کی سیوا کرتے دیکھو تو اپنے من میں میری طرف سے کوئی میل نہ لانا۔" نرملا نے مجھے اپنی مجبوریوں کا احساس دلانے کی کوشش کی تو میں تڑپ کر بولا۔

"ایسا ناممکن ہے نرملا۔ اگر کسی نے تمہاری طرف بری نگاہوں سے دیکھا تو میں اس کی آنکھیں نکال لوں گا۔"

"ایسا کبھی نہ کرنا......" نرملا بڑی وارفتگی کے عالم میں بولی۔ "میں تم کو وچن دیتی ہوں کہ کوئی میرا شریر نہیں چھو سکے گا لیکن مہان پجاریوں کی سیوا کرنا میرا دھرم ہے۔ میں اس کے لئے اس سے تک مجبور ہوں گی جب تک تم اپنا جاپ پورا نہیں کر لیتے۔ اس کے بعد تمہاری ہو جاؤں گی...... صرف تمہاری۔"

ہر چند کہ میرا دل اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا کہ نرملا میرے سوا کسی اور کی خدمت گزاری کرے لیکن جب اس نے مجھے سمجھانے کے لئے اپنے انمول آنسوؤں کا سہارا لیا تو مجھے اس کی بات ماننی پڑی لیکن ایک بات میں نے اسے اچھی طرح باور کرا دی کہ اگر ارجن مہاراج یا کسی دوسرے پجاری نے اس کے سلسلے میں حدود کو پھلانگنے کی کوشش کی تو پھر میں کسی قیمت پر اس کی کسی بات کو نہیں مانوں گا۔ نرملا نے میری اس بات کو فوراً مان لیا اور میرا ہاتھ تھام کر دوبارہ آگے بڑھنے لگی۔

ابھی ہم کچھ دور گئے تھے کہ میں نے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ صورت شکل سے یہ دونوں پجاری ہی لگ رہے تھے۔ ان کے سر گھٹے ہوئے تھے۔ ماتھوں پر بھبھوت ملا ہوا تھا۔ گلوں میں صندل کی لکڑی کے موٹے موٹے دانوں والی مالا لٹک رہی تھی۔ دونوں کے جسم پر ایک ایک دھوتی تھی اور پاؤں میں انہوں نے لکڑی کے کھڑاؤں پہن رکھے تھے۔ میں ابھی ان دونوں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ وہ میرے قریب آ کر بڑے ادب سے میرے سامنے جھک گئے پھر سیدھے کھڑے ہو کر انتہائی احترام سے پوچھا۔

"کیا آپ کا شبھ نام کرشن کمار ہے۔"

"ہاں...... میں کرشن کمار ہوں اور یہ نرملا پجارن ہے۔" میں نے نرملا کی طرف اشارہ کیا جو ان پجاریوں کے نظر آتے ہی میرا ہاتھ چھوڑ کر مجھ سے کچھ دور ہٹ گئی تھی۔

"پرنام۔" دونوں نے یک زبان ہو کر کہا پھر ایک بولا۔

"ہم ارجن مہاراج کے چیلے آپ دونوں کا سواگت کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔"

''ہمیں ابھی اور کتنی دور چلنا ہوگا۔'' میں نے پوچھا۔

''مہاراج کا استھان زیادہ دور نہیں ہے۔ یہاں سے بہ مشکل سو گز کا فاصلہ ہوگا۔''

''ہوں...... چلو۔'' میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

میرا حکم پاتے ہی وہ دونوں جھک کر دو قدم پیچھے ہٹے پھر میری اور نرملا کی رہبری کرنے لگے۔ پجاریوں کا بیان غلط نہیں تھا۔ بڑے مندر تک پہنچنے کے لئے ہمیں سو گز سے زیادہ نہیں چلنا پڑا تھا۔ مندر کے ساتھ ساتھ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لاتعداد کٹیاں بنی ہوئی تھیں جن کے باہر ننگ دھڑنگ سادھو اور پجاری ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ ابھی ہم بڑے مندر سے تھوڑے فاصلے پر ہی تھی کہ مندر کے گھنٹے زور زور سے بجنے لگے اور کٹیاؤں کے باہر گھومتے پھرتے سادھو اور پجاری چونک چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ میں نرملا سے کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا لیکن میرے کچھ پوچھنے سے پیشتر ہی اس نے میرے قریب آتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔

''یہ سب تمہارے سواگت کے لئے کیا جا رہا ہے۔ ہمارے مندر کا یہی رواج ہے کہ جب کوئی مہا پُرش اپنے پوتر چرن ان کی اور (سمت) اٹھاتا ہے تو اس کے سواگت کے لئے مندر کے گھنٹے بجائے جاتے ہیں۔''

مندر چونکہ قریب آ گیا تھا اس لئے میں نے نرملا سے کچھ اور دریافت کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ میری رہبری کرنے والے دونوں پجاری مندر سے ملحق ایک بڑی کٹی کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف سادھوؤں اور پجاریوں کا اچھا خاصا مجمع اکٹھا ہو گیا۔ ان کی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں لیکن میں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اپنے رہبر پجاریوں کی طرف گھور کر بولا۔

''کیا ارجن مہاراج اسی کٹی میں رہتے ہیں؟''

''ہاں مہاراج، آپ بے دھڑک اندر جا سکتے ہیں۔'' پجاریوں میں سے ایک نے جواب دیا۔

میں نے نرملا کا ہاتھ تھام کر اندر جانے کے لئے قدم اٹھایا ہی تھا کہ وہی پجاری جس نے میری بات کا جواب دیا تھا تیزی سے میری راہ میں حائل ہو گیا پھر نرملا کو گھورتا ہوا مجھ سے بولا۔

''ارجن مہاراج اپنی کٹی میں کسی استری کا داخلہ پرسن (پسند) نہیں کرتے۔''

مجھے پجاری کی یہ مداخلت بے حد شاق گزری۔ قریب تھا کہ میں کوئی سخت بات زبان سے نکال بیٹھتا لیکن نرملا نے ٹھیک اسی وقت میرے ہاتھ کو دبا دیا پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے اشارے سے بتایا کہ پجاری جو کچھ کہہ رہا ہے، وہ غلط نہیں ہے۔ میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر نرملا کا ہاتھ چھوڑ دیا اور کٹی کے دروازے پر پڑے ہوئے پردے کو ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔

سب سے پہلے میری نظر جس آدمی پر پڑی وہ ایک قد آور ہٹا کٹا پجاری تھا جو کٹی کے درمیان چیتے کی کھال نما مرگ چھالے پر آنکھ بند کئے بیٹھا ہاتھ میں مالا لئے کوئی جاپ کر رہا تھا۔ جسم کی مناسبت سے اس کا چہرہ بھی خاصا بڑا تھا جس پر کرختگی کے تاثرات نمایاں تھے۔ اس کے بھرے بھرے بازوؤں اور چوڑے چکلے سینے پر بڑے بڑے سیاہ بال نظر آ رہے تھے۔ دوسرے پجاریوں کی طرح اس کا سر گھٹا ہوا نہیں تھا بلکہ اس پر بھی بڑے بڑے بال موجود تھے جنہیں سمیٹ کر سر کے اوپر جوڑے کی شکل میں باندھ لیا گیا تھا۔ مرگ چھالا کے قریب مٹی کا ایک پیالہ رکھا جس میں لوبان سلگ رہا تھا اور سفید دھوئیں کی لکیریں اٹھی نظر آ رہی تھیں۔

کٹی کے اندر پلنگ یا تخت کے قسم کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ دروازے کے قریب بائیں جانب والے کونے میں ایک بستر تہ کیا ہوا رکھا تھا۔ بستر کے قریب ہی ٹین کا زنگ آلود ایک ٹرنک موجود تھا جس پر پیتل کی ایک صاف شفاف لٹیا رکھی ہوئی تھی۔ اندر سے کٹی کی دیواریں کچی مٹی سے بنائی گئی تھیں۔ جنہیں پنڈول سے لیپا پوتا گیا تھا۔ عقبی سمت میں بھی باہر جانے کے لئے ایک دروازہ موجود تھا۔ اس کٹی کے آس پاس پندرہ بیس گز کے رقبے میں کوئی اور کٹی موجود نہیں تھی۔ پہلی نظر میں، میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ غالباً کٹی کا عقبی دروازہ مندر کے صحن میں کھلتا ہوگا۔

اندر داخل ہو کر میں تقریباً پندرہ منٹ تک خاموش کھڑا اس ہٹے کٹے پجاری کو گھورتا رہا جو بدستور اپنے جاپ میں مگن تھا۔ اس کے چہرے پر نظر آنے والی کرختگی کو دیکھ کر میں نے اس کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہیں کی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ انتہائی سخت گیر طبیعت کا مالک ہوگا۔ بہرحال میں خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر اس خیال سے کہ نہ جانے پجاری ابھی اور کتنی دیر اپنی پوجا پاٹ میں مصروف رہے، میں واپسی کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ اس کی سخت آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''کہاں چلے کرشن کمار......''

میں نے گھوم کر دیکھا تو ہٹا کٹا پجاری اپنی بڑی بڑی آنکھیں کھولے مجھے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مجھے نفرت کی چنگاریاں اڑتی نظر آ رہی تھیں۔ ابھی میں کوئی جواب سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے مجھے دوبارہ مخاطب کیا۔

''نرملا پجارن بھی تمہارے ساتھ آئی ہے۔''

''ہاں۔'' میں نے مختصر جواب دیا۔

''موہن لال نے مجھے تمہارے بارے میں تمام باتیں بتا دی ہیں...... تم قسمت کے دھنی ہو کرشن کمار جو دیوی دیوتاؤں نے تمہیں سوئیکار کر لیا۔ پرنتو کیا تم آنے والی کٹھنائیوں کا مقابلہ کر سکو گے؟''

''موہن لال نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے اجودھیا میں چھ ماہ رہ کر گنیش دیوتا اور پاربتی دیوی کے

لئے جاپ کرنا ہوگا۔'' میں نے پجاری کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ اس کے لب و لہجے سے مجھے حقارت کی بو آ رہی تھی۔ اگر مجھے نرملا کے ساتھ کئے وعدے کا پاس نہ ہوتا تو ممکن تھا میں اس کی سرد مہری کا کوئی منہ توڑ جواب دے بیٹھتا۔

''چھ ماہ تم تپسیا کر بھی سکو گے؟'' پجاری نے پھر میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔

''کیا تم ہی ارجن مہاراج ہو۔'' اس بار میں نے بھی بگڑتے ہوئے تیور سے پوچھا۔ اس کی بات میں جان کر نظر انداز کر گیا تھا۔

پجاری جو حقیقتاً ارجن مہاراج ہی تھا میرے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر بولا۔

''ہاں بالک...... میں ہی ارجن مہاراج ہوں۔''

''کیا موہن لال نے میرے بارے میں یہ بات نہیں بتائی تھی کہ مجھے اجودھیا کیوں بھیجا گیا ہے۔''

''شانتی...... شانتی......'' ارجن نے ہاتھ اٹھا کر کہا پھر مجھے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''مجھے سب کھبر (خبر) ہے، پرنتو میں تمہارے من کو ٹٹولنا چاہتا ہوں۔ دیوی دیوتاؤں کی بھگتی سوئیکار کرنے کے لئے من کا اجلا ہونا جروری (ضروری) ہے۔''

''تو کیا ابھی میرا امتحان پورا نہیں ہوا'' میں نے ارجن کے قریب آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''تم جاپ شروع کرنے کے لئے بہت بیاکل نظر آتے ہو...... کیوں۔'' ارجن معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

''ہاں...... وقت برباد کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔'' میں نے اکھڑے لہجے میں جواب دیا تو ارجن یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ کچھ دیر تک وہ مجھے گھورتا رہا پھر بولا۔

''اگر تمہاری یہی اچھا (خواہش) ہے تو پھر سنو...... تمہیں چھ مہینے تک ایک پرانے کھنڈر میں تنہا بیٹھ کر دیوتاؤں کے لئے جاپ کرنا ہوگا۔ جب تک تم اپنا جاپ پورا نہیں کر لیتے تمہیں برت رکھنا ہوگا۔ اس عرصے میں تم کسی منش سے مل بھی نہیں سکو گے۔''

''کیا نرملا میرے ساتھ نہیں ہوگی۔'' میں نے بے چینی سے پوچھا۔

''نرملا......'' ارجن کے ہونٹوں پر ایک لمحے کے لئے بڑی زہر آلود مسکراہٹ ابھری لیکن پھر فوراً ہی وہ سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ ''نرملا تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ جب تک تم گیان دھیان میں لگے رہو گے کسی استری کا سایہ بھی تمہارے شریر پر نہیں پڑنا چاہئے۔ اگر ایسا ہوا تو تم اپنی پرکشا میں سپھل نہیں

ہو پاؤ گے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔'' میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

''اس بات کو بھی دھیان میں رکھنا کہ جاپ کرتے سمے بیر اور گندی آتمائیں تمہیں ڈرانے کی کوشش کریں گی۔ اگر تم ان بیروں سے ڈر گئے تو سمجھ لو کہ تمام جیون کشٹ اٹھانا پڑے گا۔''

''میں بیروں اور گندی بلاؤں سے نمٹنا جانتا ہوں۔ ارجن مہاراج، اس لئے تم اس کی چنتا نہ کرو۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''میں جانتا ہوں کرشن کمار کہ تمہاری لگن سچی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم چھ ماہ سے پہلے ہی اپنا جاپ پورا کر لو پر ایک بات ہمیشہ دھیان میں رکھنا، استری کا پیار منش کو مکتی کے راستے ہٹا دیتا ہے اس لئے تم بھی کسی کنیا کے چکر میں مت پڑنا۔''

''یہ سوچنا میرا ذاتی معاملہ ہے ارجن مہاراج۔'' میں نے روکھے لہجے میں کہا۔ ''تم صرف جاپ کرنے کا طریقہ سمجھا دو اور وہ جگہ بتا دو جہاں بیٹھ کر مجھے جاپ کرنا ہوگا۔''

''اتنی جلدی کیوں کرتے ہو کرشن کمار...... ایک دو روز آرام کر لو پھر میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔''

''میں یہاں آرام کرنے نہیں آیا ہوں۔'' میں نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔

''تمہاری مرضی۔'' ارجن مہاراج نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ ''تم جا کر اشنان اور بھوجن کر لو پھر میں تمہیں آج اس کھنڈر تک پہنچا دوں گا جہاں بیٹھ کر تمہیں جاپ کرنا ہے۔''

میں اٹھ کر باہر آ گیا جہاں نرملا میری منتظر تھی۔

ارجن مہاراج کے چیلوں نے مجھے ایک خالی کٹیا میں پہنچا دیا جہاں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد میں نے قریبی گھاٹ پر جا کر اشنان کیا اس کے بعد پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور نرملا کو ان باتوں کی تفصیل بتانے لگا جو میرے اور ارجن مہاراج کے درمیان ہوئی تھیں۔

''ارجن مہاراج کا کہنا غلط نہیں ہے۔'' نرملا نے میری بات سن کر کہا۔ ''تم اگر اپنا من جاپ کی اور (طرف) تیاگ دو تو چھ ماہ سے بہت کم سمے میں اپنی پرکشا میں سپھل ہو جاؤ گے۔''

''میری اپنی کوشش بھی یہی ہوگی کہ جلد از جلد اپنا گوہر مقصود حاصل کر لوں لیکن مجھے صرف تمہاری فکر ہے۔''

''میری فکر کیوں ہے۔'' نرملا نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہ جانے کیوں ارجن مہاراج کے چیلوں کی طرف سے میرا دل مطمئن نہیں ہے۔'' میں نے دبی زبان میں کہا۔ ''ہوسکتا ہے کہ وہ میری عدم موجودگی میں تمہیں پریشان کرنے کی کوشش کریں۔''

"چیلے اور بھگت اتنی ہمت نہیں کر سکتے۔" نرملا جلدی سے بولی۔ "تمہیں بھی میرے اوپر وشواس ہونا چاہئے۔"

"وہ تو ہے لیکن نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے تمہارے سلسلے میں میرے ساتھ کوئی دھوکا ہونے والا ہے۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے اس پر اپنے خیالات کا اظہار کر دیا۔

نرملا میری بات پر بڑی بے پروائی سے مسکرائی پھر مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلانے لگی۔ دیر تک میں نرملا کے ساتھ کٹی کے اندر بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ ایک دو بار میرے دل میں آئی کہ جاپ شروع کرنے سے پہلے نرملا کو اپنی باہنوں میں سمیٹ لوں لیکن نرملا نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔ نہ جانے اسے کیوں کر میری خواہشات کا علم ہو گیا تھا چنانچہ وہ مسکرا کر بولی۔

"کرشن کمار...... میں جانتی ہوں کہ اس سمے تمہارے من میں کیا آشا کلبلا رہی ہے لیکن ابھی یہ سب کچھ ناممکن ہے۔ جب تک تم جاپ پورا نہ کر لو میرے شریر کو ہاتھ لگانے کا دھیان بھی من میں نہ لانا۔"

"نرملا" میں نے اس کا نرم و نازک ہاتھ تھام کر بے خودی کے عالم میں کہا۔ "مجھے وچن دو کہ جب تک میں اپنی آزمائش میں کامیاب نہ ہو جاؤں تم میری راہ تکتی رہو گی اور کسی کو اپنے قریب نہ آنے دو گی۔"

"کیا تمہیں میرے اوپر وشواس نہیں ہے۔"

"وشواس تو ہے لیکن نہ جانے کیوں میرا دل نہیں مانتا۔"

"دھیرج سے کام لو کرشن۔" نرملا نے زیر لب مسکرا کر جواب دیا۔ "سمے بیتنے میں دیر نہیں لگتی۔ جب تم کامیابی حاصل کر لو گے تو ہزاروں سندر ناریاں اپنے تن من دھن سے تمہارے اوپر قربان ہونے کو تیار ملیں گی۔"

"لیکن میں صرف تم سے پیار کروں گا۔" میں نے اس وقت صدق دل سے کہا۔

نرملا نے شوخ نظروں سے مجھے دیکھا پھر مسکرا کر نظریں جھکا لیں۔ کٹی میں جلتے ہوئے چراغ کی روشنی نرملا کے پیکر کو سیمیں بنا رہی تھی۔ میں ابھی نرملا کے سراپے کو دل بھر کے دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ باہر سے جے جے کار کے نعرے بلند ہونے لگے۔ نرملا فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی۔

"ارجن مہاراج آ رہے ہیں۔"

میں نے نرملا کے چہرے پر ایک آخری نظر ڈالی پھر کٹی سے باہر آ گیا جہاں ارجن مہاراج اور ان کے بہت سے چیلے جمع تھے۔ میں نے مجمع پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی پھر ارجن مہاراج کے قریب جا کر بولا۔

"میں بالکل تیار ہوں مہاراج۔"

"میں جانتا ہوں۔" ارجن مہاراج نے مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا پھر مجھے ساتھ لے کر ایک سمت کو چل دیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک ہم پیدل چلتے رہے۔ مندر سے خاصا دور آ جانے کے بعد ارجن مہاراج نے اپنے ایک چیلے کے علاوہ باقی تمام کو لوٹ جانے کا حکم دیا۔ میں نے ان باتوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ میری تو بس یہی خواہش تھی کہ جلد از جلد اپنا عمل شروع کر دوں اور اسے مکمل کر کے نرملا کو ہمیشہ کے لئے اپنا لوں۔

چیلوں کو واپس کرنے کے بعد ارجن مہاراج دوبارہ آگے بڑھنے لگے۔ اس وقت چاروں طرف گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ وہ پجاری جسے روک لیا گیا تھا لالٹین ہاتھ میں اٹھائے ہمارے آگے آگے چل رہا تھا۔ ہوا کی سائیں سائیں کی آواز اور مندر سے ابھرنے والی گھنٹیوں کی آواز نے ماحول کو عجیب پُراسرار بنا دیا تھا۔ کبھی کبھی دور سے کسی بھیڑئے کی مکروہ آواز ہوا کے دوش پر دور تک لہراتی چلی جاتی تھی۔

بہت دیر تک ہم یوں ہی آگے بڑھتے رہے پھر ایک جگہ پہنچ کر ارجن مہاراج رک گیا اور مجھے مخاطب کر کے بولا۔

"ہم اب کھنڈرات میں داخل ہونے والے ہیں۔ کیا تمہیں ڈر تو نہیں لگ رہا۔"

"ڈرنا مردوں کی شان کے خلاف ہے۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"ان کھنڈرات سے قریب ہی شمشان ہے جہاں مردے جلائے جاتے ہیں۔ ان کی آتمائیں ویران کھنڈرات میں بھٹکتی رہتی ہیں۔ پرنتو مجھے واشواس ہے کہ تم ان سے ڈرو گے نہیں۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ ارجن مہاراج مجھے یہ باتیں کیوں بتا رہا تھا۔ غالباً وہ مجھے ان کھنڈرات کے اسرار سے واقف کرا کے خوف زدہ کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اپنی زندگی میں کبھی دہشت اور خوف کو اپنے قریب بھی نہیں بھٹکنے دیا تھا چنانچہ کچھ دیر تک تو میں خاموشی سے اس کی باتوں کو سنتا رہا پھر سپاٹ لہجے میں کہا "ارجن مہاراج، اگر ان کھنڈرات میں واقعی بھٹکتی روحیں گھومتی پھرتی ہیں تو یہ بات میرے لئے خوشی کا باعث ہو گی۔ جاپ کرتے وقت مجھے تنہائی کا احساس نہیں ہو گا۔"

میرا جواب سن کر ارجن مہاراج نے خاموشی اختیار کر لی اور دوبارہ آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ اب ہم واقعی کھنڈرات کے علاقے میں داخل ہو چکے تھے جہاں کی فضا سخت تعفن آمیز تھی۔ تاریکی کی وجہ سے میں اس تعفن کی وجہ تو نہ جان سکا لیکن اتنا ضرور سمجھ گیا کہ پورے اجودھیا کی غلاظت ان کھنڈرات میں پھینکی جاتی ہے۔ بدبو کے مارے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا لیکن میں دل پر جبر کئے آگے بڑھتا رہا۔ معاً

مجھے موہن لال کی کہی ہوئی ایک بات یاد آ گئی۔

''ارجن مہاراج۔'' میں نے بڑے پجاری کو مخاطب کیا۔''اجودھیا کی روانگی کے وقت موہن لال نے کہا تھا کہ مجھے بڑے مندر میں بیٹھ کر گنیش اور پاربتی کے لئے جاپ کرنا ہوگا۔''

''مجھے معلوم ہے لیکن اب موہن لال جی مہاراجا کی اچھا ہے کہ تم کھنڈرات میں بیٹھ کر جاپ کرو۔'' ارجن مہاراج نے بڑی سردمہری سے جواب دیا۔''یہاں تمہیں گوبر گنیش کی پوجا کرنی ہوگی۔''

ایک لمحے کے لئے میرے دل میں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھرا کہ کہیں ارجن میرے ساتھ کوئی فریب تو نہیں کر رہا ہے لیکن پھر میں نے یہ بات اپنے دل سے نکال دی۔ حالات کے پیش نظر میں نے یہی مناسب سمجھا کہ خود کو ذہنی خلفشار سے آزاد رکھا جائے اور جیسا موقع پیش آئے، اسی مناسب سے عمل کیا جائے۔ یوں بھی جب میں اوکھلی میں سر دے چکا تھا تو پھر موصلی سے ڈرنا بے سود تھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد ارجن مہاراج ایک جگہ کر رک گیا اور مجھ سے مخاطب ہوا۔

''یہی وہ استھان ہے جہاں بیٹھ کر تمہیں جاپ کرنا ہوگا۔''

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ارجن مہاراج بہت دیر تک مجھے جاپ کے طریقے بتاتا رہا اور ان خطرات سے آگاہ کرتا رہا جو جاپ کے دوران مجھے پیش آ سکتے تھے۔ میں چپ چاپ کھڑا پوری توجہ سے ایک ایک بات کو ذہن نشین کرتا رہا پھر مجھے وہ منتر بتایا گیا جس کا جاپ مجھے چالیس لاکھ بار کرنا تھا۔ مجھے اس طویل اور اجنبی زبان کے منتر کو یاد کرنے میں بڑی دشواری پیش آئی لیکن میں نے اسے یاد کر ہی لیا تو ارجن مہاراج نے کہا۔

''اس منتر کے جاپ میں عام طور پر چھ ماہ پورے ہو جاتے ہیں پرنتو تم اگر پوری لگن سے کام لو تو کم سے میں بھی اپنی پرکشا میں سپھل ہو سکتے ہو۔''

''مجھے یقین ہے کہ میں بہت کم عرصے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔'' میں نے پورے اعتماد سے جواب دیا۔

''جب تک تم سپھل نہ ہو جاؤ، تمہیں برت رکھنا ہوگا۔'' ارجن مہاراج نے کہا۔''برت کے درمیان تم کسی قسم کے اَن (اناج) کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ تمہیں صرف پھل اور گئو ماتا کے دودھ پر گزارہ کرنا ہوگا۔''

''مجھے معلوم ہے۔''

''ایک بار پھر کان کھول کر سن لو کہ جاپ پورا کرنے سے پہلے اگر تم نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو تمہاری ساری تپسیا نشٹ ہو جائے گی اور دیوتا تمہیں شراپ (سزا) دیں گے۔'' ارجن مہاراج بڑے روکھے لہجے میں بولا۔''بیروں اور گندی آتماؤں سے تم اسی صورت میں بچ سکتے ہو کہ منڈپ سے باہر نہ

نکلو اور ان پر کوئی دھیان نہ دو۔''

''جاپ پورا ہو جانے کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا؟'' میں نے ارجن کی باتوں کو ذہن نشین کرنے کے بعد پوچھا۔

''تم مہان شکتی کے مالک بن جاؤ گے۔ تمہیں گنیش دیوتا اور پاربتی دیوی کے حکم پر چلنا ہوگا۔ اور ہاں..... جاپ پورا کر لینے کے بعد تمہیں نرملا پجارن کے شریر پر بھی پورا پورا ادھیکار ہو جائے گا۔''

''موہن لال نے مجھے وچن دیا تھا کہ وہ مجھے اپنی چوتھائی شکتی دان کر دے گا۔'' میں نے نرملا کے تذکرے کو ٹالتے ہوئے کہا۔

''اگر مہاراج نے تمہیں وچن دیا ہے تو وہ اسے ضرور پورا کریں گے۔'' ارجن مہاراج بڑی سنجیدگی سے بولا۔''مہان پجاری کبھی اپنے دیئے ہوئے وچن سے پیچھے نہیں ہٹا کرتے۔''

میں کافی دیر تک ارجن مہاراج سے گفتگو کرتا رہا پھر جب وہ اپنے چیلے کے ساتھ مجھے کھنڈر میں تنہا چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے جلدی سے اس کے بتائے ہوئے منتر کو چالیس بار پڑھا اور ناہموار زمین پر ایک بڑا سا دائرہ بنا کر اس کے بیچوں بیچ بیٹھ کر جاپ کرنے لگا۔

جاپ ایک طویل اور تھکا دینے والا مرحلہ تھا۔ جو اذیت میں نے برداشت کی اس کا اظہار ناممکن ہے۔ ویران کھنڈروں میں متعفن جگہ بیٹھ کر شب و روز منتر پڑھتا رہا۔ میں اب یہ سب کچھ سوچتا ہوں تو مجھ پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ یہ تو چھ ماہ کی بات تھی۔ میرا خیال ہے عام آدمی کو اس پُراسرار جگہ بیٹھ کر چند لمحے گزارنا بھی مشکل ہو جاتے۔

مجھے اس بات کا اقرار کرنے میں مطلق کوئی عار نہیں کہ شروع شروع میں دل اچاٹ ہوتا جاتا تھا اور میں سنجیدگی سے فرار کے متعلق غور کرنے لگتا تھا لیکن پندرہ بیس دن گزر جانے کے بعد میرے اندر جو نمایاں تبدیلی آئی وہ عجیب و غریب تھی۔ میں مکمل طور پر خود کو ہندو دھرم کا پیرو سمجھنے لگا اور پورے جوش و خروش کے ساتھ جاپ میں مگن ہو گیا۔ میری لگن کا اندازہ اس بات سے بھی ظاہر ہوتا تھا کہ مجھے وقت کا ہوش بھی نہ رہا۔ سچ پوچھئے تو میں نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ میں ہمہ وقت جاپ میں مصروف رہتا۔ کئی کئی روز تک کچھ کھائے پیئے بغیر گزار دیتا۔

ارجن مہاراج کے کہنے کے مطابق میں نے منڈپ سے باہر جانے کی کوشش نہیں کی۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ پھل اور دودھ کون لایا کرتا تھا لیکن جب بھی میں اس کی ضرورت محسوس کرتا، یہ چیزیں میرے سامنے ہوتیں۔

رفتہ رفتہ میری حالت اس مجذوب جیسی ہو گئی جسے دنیا کا کوئی ہوش نہیں رہتا۔ نہ ہی دن رات کی تمیز باقی رہتی ہے۔ میں پوری طرح اپنے عمل میں ڈوب کر رہ گیا۔ مجھے یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ جاپ

کرتے مجھے کتنے مہینے بیت چکے ہیں یا میں چالیس لاکھ بار میں سے کتنی بار اس منتر کو پڑھ چکا ہوں۔ مجھے اس کی ضرورت بھی نہ تھی اس لئے کہ ارجن مہاراج نے مجھے یہی بتایا تھا کہ جاپ پورا ہوتے ہی مجھے خود بخود کسی نہ کسی طرح اس کا اندازہ ہو جائے گا چنانچہ میں بالکل دیوانوں کی طرح اپنے عمل میں مصروف رہا۔ بھوک و پیاس کا احساس تقریباً فنا ہو کر رہ گیا تھا۔



مجھے ٹھیک طور پر یاد نہیں کہ میری کامیابی میں کتنے دن رہ گئے تھے لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ رات کی تاریکی میں اب مجھے گندی بلاؤں نے قسم قسم کے روپ دھار کر ڈرانا شروع کر دیا تھا۔ کبھی مجھے یوں لگتا جیسے میں ہوا میں بلند ہوتا چلا جا رہا ہوں اور پھر اچانک مجھے کافی بلندی سے زمین کی طرف پھینک دیا گیا ہو۔ کبھی ایسا لگتا جیسے میری نظروں کے سامنے الاؤ روشن ہے جس پر ایک بڑے کڑھاؤ میں تیل اُبل رہا ہے اور ڈراؤنی صورت والی بلائیں اس ارادے سے میری طرف لپک رہی ہیں کہ مجھے اٹھا کر اس کڑھاؤ میں ڈال دیں۔ کبھی کبھی خونخوار درندوں کی خوفناک آوازیں میرے کانوں سے ٹکرانے لگتیں لیکن مجھے کبھی ان چیزوں سے کوئی خوف نہیں محسوس ہوا۔ بس ایک لمحے کے لئے یہ ڈراؤنے منظر میری نظروں کے سامنے ابھرتے پھر جیسے ہی بلند آواز میں منتر پڑھنا شروع کرتا، سب کچھ غائب ہو جاتا۔ ایک دو بار ایسا بھی ہوا جب میں نے محسوس کیا کہ جیسے نرملا پریوں کے لباس میں کھڑی مجھے اشاروں سے اپنی طرف بلا رہی ہے لیکن میں نے اس پر بھی کوئی دھیان نہ دیا اور اپنے جاپ میں غرق رہا۔ ایک ہی منتر کو متواتر شب و روز دہراتے دہراتے میں کچھ اس درجہ اس کا عادی ہو گیا تھا کہ اب نہ تو مجھے حلق خشک ہونے کا خیال ستاتا نہ ہی کسی تھکن اور اکتاہٹ کا احساس ہوتا بلکہ منتر کے الفاظ خود بخود جاری رہتے۔ اب میں جذبات و احساسات سے مبرا ایک شخص تھا جسے نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہے، کیا کر رہا ہے۔ میں ایک ایسی [illegible] کار مشین بن گیا جو صرف اور صرف منتر پڑھنا جانتی تھی۔

مجھے آج بھی وہ بھیانک رات بخوبی یاد ہے جب میں اپنے عمل میں غرق تھا اور گندی بلاؤں اور خوف ناک جانوروں نے چاروں طرف سے مجھ پر یلغار کر رکھی تھی۔ کبھی کبھی میرا دل چاہتا کہ میں اٹھوں اور ان بلاؤں کو تہس نہس کر ڈالوں لیکن پھر سب بھول کر منتر پڑھنے لگ جاتا۔ اس رات یہ سلسلہ بڑی دیر تک جاری رہا پھر اچانک گندی بلائیں اور خوف ناک جانوروں کے ڈراؤنے چہرے میرے سامنے سے غائب ہو گئے۔ نہ جانے کیوں آپ ہی آپ مجھ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی۔ میں نے ایک دو بار اپنے سر کو زور زور سے جھٹکا تاکہ ذہن پر طاری ہونے والی بوجھل غنودگی کو دور کر سکوں لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا اور پھر اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میری ننگی پشت پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی میرے کانوں میں ایک نسوانی آواز ابھری۔

''کرشن کمار...... ہم نے تمہاری تپسیا کو سویکار کیا۔''

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ آواز نرملا کی نہیں تھی پھر وہ کون تھی اور منڈپ کے اندر کس طرح داخل ہو گئی تھی؟ میں نے پلٹ کر اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی لیکن ذہن پر چھانے والی غنودگی یکلخت کئی گنا بڑھ گئی۔ میں سر گھماتے وقت چکرا کر گرا تھا اور پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔

جب میں ہوش میں آیا تو چاروں طرف صبح کا نور پھیلا ہوا تھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا پھر اپنے جسم پر نظر ڈالی تو بھونچکا رہ گیا۔ میرے سر کے بال اور داڑھی بے تحاشا بڑھی ہوئی تھی۔ جسم پر میل کی موٹی موٹی تہیں جمی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے بدن کی رنگت سیاہ پڑ گئی تھی۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن بھی بے حد بڑھے ہوئے تھے۔ بدن پر جو کپڑے موجود تھے، وہ پسینے اور میل کی وجہ سے وہ بری طرح چکٹ گئے تھے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں اپنے جسم میں ایک عجیب و غریب قسم کی توانائی محسوس کر رہا تھا۔ یوں جیسے میری شریانوں میں خون نہیں بلکہ پگھلا ہوا سیسہ گردش کر رہا ہو۔ معاً مجھے گزشتہ رات والی بات یاد آئی تو مجھے یقین ہو گیا کہ میرا جاپ مکمل ہو چکا ہے۔ اس خیال سے کہ میں بے پناہ شکتی کا مالک بن چکا ہوں میں عالم سرمستی میں جھومتا ہوا اٹھا اور منڈپ سے باہر نکل آیا۔ میری کیفیت اس وقت کسی ایسے وحشی سے مختلف نہ تھی جو سالہا سال تک آبادی سے دور رہا ہو۔ مجھے اس بات کا مطلق علم نہیں تھا کہ میں نے اس کھنڈر میں کتنا عرصہ گزارا ہے، نہ ہی مجھے کسی قسم کی تھکن کا کوئی احساس تھا۔

کھنڈرات سے نکل کر مجھے سب سے پہلے جس شخصیت کا خیال آیا، وہ نرملا تھی۔ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ اب نرملا کو مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ میں اسے پا لینے کے خیال سے لمبے لمبے قدم اٹھانے لگا۔ اچانک مجھے خیال گزرا کہ کیوں نہ اپنی پُراسرار قوت کو آزما لیا جائے۔ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میں رک گیا اور قرب و جوار کا جائزہ لینے لگا۔ معاً میری نظر برگد کے ایک تناور درخت پر جم کر رہ گئی۔ جو دس بارہ سال پرانا نظر آ رہا تھا۔ کچھ دیر تک میں پلکیں جھپکائے بغیر اسے گھورتا رہا پھر یکلخت میں نے بڑے جلال کی حالت میں اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور غصے کی کیفیت میں اسے درخت کی سمت جھٹک دیا۔ میرا ہاتھ کو جھٹکنا تھا کہ برگد کا تناور درخت سوکھے تنکے کی طرح جڑ سے اکھڑ کر زمین پر آ رہا۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ میں پُراسرار و حیرت انگیز قوتوں کا مالک بن چکا ہوں اور اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میرے اوپر غرور کا نشہ طاری ہو گیا کہ اب میں بھی موہن لال کی طرح مہان شکتی کا مالک ہوں۔

اپنی قوت کے اس پہلے کرشمے کو دیکھنے کے بعد میں دوبارہ پرانے مندر کی طرف سرشاری کی کیفیت میں قدم اٹھانے لگا۔ میں سوچ رہا تھا کہ جب نرملا کو میری کامیابی کا علم ہوگا تو وہ عالم وارفتگی میں خود کو میرے حوالے کر دے گی اور خوشی سے دیوانی ہو جائے گی اور پھر میں اسے ہمیشہ کے لئے اپنی [illegible]

[illegible]

ابھی میں اپنے ان خیالات میں ڈوبا آبادی کے اندر داخل ہی ہوا تھا کہ میری نظر ایک پجاری پر پڑی جو جوگیا رنگ کے لباس میں ملبوس تھا اور میری سمت چلا آ رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پیتل کی ایک لٹیا تھام رکھی تھی اور دوسرے ہاتھ میں پیتل ہی کی ایک تھالی تھی جس میں پھل موجود تھے۔ مجھے یاد آ گیا کہ جاپ کے دوران مجھے اس قسم کے برتنوں میں پیٹ بھرنے کی چیزیں مہیا کی جاتی تھیں۔ اس خیال پر مجھے [illegible] کے لیے پھل اور دودھ لے کر کھنڈرات کی طرف جا رہا ہے۔

[illegible] رک کر اسے دیکھتا رہا پھر جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے اسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔ یہ وہی پجاری تھا جس نے سب سے پہلے اجودھیا پہنچنے پر میرا اور نرملا کا سواگت کیا تھا۔ میں اسے [illegible] نظروں سے گھورے جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ دیکھیں وہ نزدیک آنے پر مجھے پہچانتا ہے یا نہیں۔

پجاری اپنے خیالوں میں ڈوبا کھڑاؤں کی کھڑ پڑ کرتا چلا آ رہا تھا۔ میرے قریب سے گزرتے وقت جب اس نے میرے چہرے پر نظر ڈالی تو یوں ٹھٹک کر رہ گیا جیسے اس کی روح فنا ہو گئی ہو۔ اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں سے حیرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات عیاں تھے۔ کچھ دیر تک وہ بت بنا کھڑا مجھے گھورتا رہا پھر تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کے ہاتھوں میں دبے ہوئے برتن چھوٹ گئے۔ دودھ اور پھل زمین پر بکھر گئے پھر دوسرے ہی لمحے وہ مہاراج کہہ کر لپکا اور میرے قدموں میں آ گرا۔ یہ دوسری کامیابی تھی جس نے میرے ذہن پر چھائے ہوئے نشے کو دوچند کر دیا چنانچہ میں نے بڑے غرور سے اسے مخاطب کیا۔

’’اٹھو پجاری .... ڈرو نہیں .... میں وہی کرشن کمار ہوں جس کے لئے تم دودھ اور پھل لے کر جا رہے تھے۔‘‘

’’مہاراج کی جے ہو۔‘‘ وہ اٹھا اور ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑا ہو گیا لیکن اس کے جسم پر ابھی تک لرزہ طاری تھا۔

’’ارجن مہاراج کا کیا حال ہے۔‘‘ میں نے ٹھوس آواز میں سوال کیا پھر یکلخت برا سا منہ بنا کر بولا۔ ’’وہ ہمارے سواگت کے لئے نہیں آیا۔‘‘

’’مہاراج .... وہ .... ارجن مہاراج .... ابھی آپ کی پرکشا کا سمے پورا جو نہیں ہوا تھا۔‘‘ پجاری نے ہکلاتے ہوئے بمشکل اپنا جملہ پورا کیا تو مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے بڑی نفرت سے کہا۔

’’کیا ارجن کے پاس اتنی شکتی بھی نہیں ہے کہ وہ میرے بارے میں کچھ جان سکتا۔‘‘

’’مم .... میں ....‘‘ پجاری بری طرح ہکلانے لگا۔ میرے لب و لہجہ کی سختی نے غالباً اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کر دئے تھے۔

’’جاؤ ....‘‘ میں ہاتھ اٹھا کر سخت آواز میں بولا۔ ’’ارجن سے کہو کہ کرشن کمار مہاران اسے بلاتے ہیں۔‘‘

پجاری نے ہاتھ جوڑے اور تیزی سے پلٹ کر بھاگتا ہوا پرانے مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں اسی جگہ کھڑا رہا اور سوچتا رہا کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ ارجن میرے سواگت کو آتا ہے یا نہیں؟

دس منٹ بعد پجاری دوبارہ دوڑتا ہوا واپس آیا اور میرے سامنے کھڑا ہو کر کانپنے لگا۔ میں نے اسے تنہا دیکھا تو غصے سے لال پیلا ہو کر پوچھا۔

’’کیوں .... کیا ارجن میرے سواگت کو نہیں آنا چاہتا۔‘‘

’’شش .... شما کر دیجئے مہاراج۔‘‘ پجاری گڑگڑانے لگا۔ ’’مم .... میرا اس میں کوئی دوش نہیں ہے۔‘‘

’’ارجن کیوں نہیں آیا۔‘‘ میں نے دوبارہ گرج کر پوچھا۔

’’وہ .... نر .... نرملا پجارن .... میں کٹی میں .... نن .... نہیں جا سکتا۔‘‘ پجاری نے خوف سے کپکپاتے ہوئے ٹوٹے پھوٹے لہجے میں جواب دیا۔ اس کے چہرے کی رنگت ہلدی کی طرح زرد پڑ چکی تھی۔

میں نے اس کے جملے کا مفہوم سمجھا تو جیسے میرے اندر کا آتش فشاں ابل پڑنے کو بے چین ہو گیا۔ میں نے پجاری کو نفرت سے گھورتے ہوئے غضب ناک لہجے میں پوچھا۔

’’کیا نرملا پجارن ارجن کی کٹی میں موجود ہے۔‘‘

’’ہاں .... ہا .... آں .... مم .... مہاراج۔‘‘ پجاری سہم کر میرے قدموں میں گر پڑا تو میں نے حقارت سے اسے ایک زوردار ٹھوکر ماری اور کڑک کر بولا۔

’’کتا .... اگر تیرا کہا جھوٹ نکلا تو میں تجھے ایسا کشٹ دوں گا کہ تو سارا جیون یاد رکھے گا۔‘‘

’’مہاراج .... مم .... میں نردوش ہوں۔‘‘ پجاری دوبارہ میرے قدموں میں گر کر لوٹنے لگا۔

’’کم ذات .... سچ سچ بتا کہ کیا چکر ہے۔‘‘ میں نے اسے دوسری ٹھوکر مار کر غصیلی آواز میں پوچھا۔

’’مہاراج .... وہ نرملا پجارن اور .... ارجن مہاراج .... دونوں ایک ساتھ ....‘‘

’’بکواس مت کر ....‘‘ میں آگ بگولا ہو کر بولا۔ ’’اگر یہ سچ ہے تو میں پاربتی کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ ارجن کو خارش زدہ کتوں کی موت ماروں گا .... اجودھیا کے ایک ایک پجاری کو جہنم

رسید کردوں گا۔"

غصے کے مارے میری حالت اس آدم خور شیر جیسی ہوگئی جس پر کسی اناڑی شکاری نے اوچھا وار کیا ہو۔ چنانچہ میں نے غیظ وغضب کی حالت میں سب سے پہلے پجاری کو انگلی کے ایک اشارے سے موت کے گھاٹ اتارا پھر اس کی لاش کو ٹھوکر مار کر بڑے مندر کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ اگر ارجن نے نرملا کے سلسلے میں میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے تو میں اپنی شکتی سے اسے بھی جلا کر بھسم کرڈالوں گا۔

اسی غضب ناک حالت میں، میں غصے سے اپنا ہونٹ کاٹتا بڑے مندر تک پہنچ گیا اور ارجن کی کٹی کا پردہ اٹھا کر دندناتا ہوا اندر داخل ہوگیا لیکن کٹی کے اندر پہلا قدم رکھتے ہی میں ٹھٹک کر رہ گیا۔ میری آنکھوں میں انتقام کے شعلے یکلخت بھڑک اٹھے جو کچھ میں نے دیکھا اس نے میرے پورے بدن میں آگ لگادی تھی۔

میں نے جو کچھ دیکھا اس کی توقع میں زندگی بھر نہیں کرسکتا۔ وہ سب بہت ہی حیران کن، بڑا ہی چونکا دینے والا منظر تھا۔ میں غضب ناک حالت میں ارجن کی کٹی کے دروازے پر کھڑا اس منظر کو دیکھ رہا تھا جس نے میری شریانوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز کردی تھی۔

نرملا پجارن جس نے وندھیا چل سے اجودھیا تک مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا اس وقت مجھے ایک ویشیا کے روپ میں نظر آرہی تھی۔ ارجن راکھشش بنا اس کو نوچ کھسوٹ رہا تھا۔ وہ نرملا جسے میں نے سیتا و ساوتری سمجھ کر پیار کیا تھا، انتہائی بے شرمی کی حالت میں ارجن کے پاس موجود تھی۔

"نرملا......" یہ منظر دیکھ کر میں اپنے جسم کی تمام تر طاقت سے دہاڑا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے اندر اتنی طاقت کہاں سے آگئی تھی۔ میری آواز کوئی عام شخص سنتا تو سماعت کھو بیٹھتا۔

کٹی میں ہولناک آواز گونجی تو نرملا اور ارجن دونوں لرز اٹھے۔ ارجن نے ایک لمحے کے لئے مجھے گھور کر دیکھا پھر جوش میں کانپتا ہوا تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اچانک اس کے تیور اس آدم خور شیر کی طرح خطرناک ہوگئے، بھوک کی حالت میں جس کے ہاتھوں سے اس کا شکار جھپٹ لیا گیا ہو۔ نرملا پجارن جلدی سے اپنا لباس سنبھالتی ہوئی اٹھ کر کٹی کے عقبی دروازے تک چلی گئی تھی۔

"کمینی......ویشیا......" میں نے ارجن کو نظر انداز کرکے نرملا کو قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں نے تجھے دیوی سمجھا تھا لیکن تو کتیا سے بھی بدتر ثابت ہوئی...... میں تجھے اس فریب اور دغابازی کی ایسی کڑی سزا دوں گا کہ تو سارا جیون انگاروں پر لوٹے گی اور تجھے کسی کروٹ چین نہ ملے گا۔"

"کرشن......مم......میں......نر......دوش......"

"بکواس بند کر کلنکنی......" میں نرملا کی بات کو درمیان سے اچک کر زور سے گرجا۔ "میں جانتا ہوں کہ اب تو کیا کہے گی۔ تو اپنے نردوش ہونے کا بے سرا راگ الاپے گی۔ پر اب تجھے میرے ہاتھوں سے اس دھرتی کی کوئی شکتی نہیں بچا سکتی۔"

ارجن اب تک خاموش کھڑا خونیں نظروں سے مجھے دیکھے جارہا تھا۔ میری خلاف توقع آمد سے وہ خاصا بوکھلایا ہوا نظر آرہا تھا۔ شاید اس لئے کہ اسے یقین نہیں تھا کہ میں اتنی جلدی اپنی پرکشا میں سپھل ہوجاؤں گا۔

میں ارجن کو نظر انداز کئے نرملا کو لعن طعن کررہا تھا۔ نرملا کی کیفیت اس وقت کسی ایسے پنچھی جیسی تھی جو ایک ہی وقت میں دو خطرناک شکاریوں کے درمیان پھنس کر رہ گیا ہو۔ اس کے معصوم چہرے پر پھیلی ہوئی زردی بتارہی تھی کہ وہ بے حد خوف زدہ ہے۔ اس کی کنول جیسی آنکھوں میں رحم کی التجا کسی بجھتے ہوئے چراغ کی لو کی طرح ٹمٹماتی نظر آرہی تھی۔

کچھ دیر تک ارجن میرے اور نرملا کے درمیان ایک خاموش تماشائی کی طرح کھڑا میری گھن گرج سنتا رہا پھر اچانک اس کے تیور بدل گئے، وہ اعتماد سے گمبھیر لہجے میں بولا۔

"کرشن کمار...... ہوش میں آؤ۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں نرملا کو دوش دینے کا کوئی ادھیکار نہیں ہے۔"

"ارجن......" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے ارجن کے مکروہ چہرے پر نظر ڈالی۔ "پہلے میرا خیال تھا کہ تم حقیقتاً کوئی دھرماتما ہوگے پر تم بھی راکھشش ثابت ہوئے۔ تم نے میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ جس کی سزا تمہیں ضرور ملے گی لیکن پہلے میں نرملا سے نمٹوں گا۔"

"تم...... نرملا کو کشٹ دوگے۔" ارجن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم بہک رہے ہو۔ اتنی شکتی آگئی ہے تمہارے شریر میں کہ تم میری سویکار کی ہوئی پجارن کو کوئی کشٹ دے سکو۔ اپنے آپ کو سنبھالو کرشن کمار۔"

"یہ تو سمے تجھے بتائے گا ارجن کہ میں کیا کرسکتا ہوں۔ تم میری شکتی کا غلط اندازہ لگا رہے ہو۔" میں نے غصے سے جواب دیا۔ "میں کہتا ہوں تمہاری خیریت اسی میں ہے تم اپنی گندی زبان بند رکھو۔"

"مورکھ......" ارجن نے بگڑتے ہوئے تیور سے کہا۔ "تو نے ابھی صرف ایک جاپ پورا کیا ہے اور اپنی شکتی پر اتنا گھمنڈ کررہا ہے۔ تجھے نہیں معلوم میں دیوی دیوتاؤں کے لئے ایسے نہ جانے کتنے جاپ پورے کرچکا ہوں۔ میرے سامنے ایسے شبد نکالتے ہوئے تجھے سوچنا سمجھنا چاہئے۔ میرے ہوتے ہوئے تو نرملا کی اور (سمت) آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ تو ابھی بالک ہے۔ جا یہاں سے چلا جا۔ مہاتماؤں کے بیچ نہ پڑ...... دور ہو جا میری نظروں سے۔"

"ہوں ......" میں نے ارجن کو غصیلی نظروں سے دیکھا۔ "تو تم میری شکتی کا تماشا دیکھنا چاہتے ہو؟"

"شکتی۔" ارجن میری بات پر ہنس کر بولا۔ "میں نے کہا نا کرشن تو ابھی بالک ہے۔ شکتی کسے کہتے ہیں اسے جاننے کے لئے تجھے بہت پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ میں تجھے شما کر سکتا ہوں۔"

میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ میری خواہش تھی کہ ارجن کی موجودگی میں پہلے نرملا کو سزا دوں اس کے بعد ارجن سے دو دو ہاتھ کروں لیکن ارجن میرے راستے میں سینہ تانے کھڑا مجھے تاؤ دلا رہا تھا۔

"ارجن، میں تجھے آخری بار حکم دیتا ہوں، میری راہ میں آنے سے باز آ جا۔ ورنہ تجھے پچھتانا ہوگا۔" میں نے بے حد سرد لہجے میں اسے مخاطب کیا لیکن ارجن جو مجھے اب تک صرف ایک سیوک سمجھے ہوا تھا بڑے پُر وقار انداز میں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"کرشن کمار، شانتی سے کام لے ...... میں تیرا گرو ہوں اور تجھے پھر یہی مشورہ دیتا ہوں کہ استری کی خاطر دیوی اور دیوتاؤں کی دان کی ہوئی شکتی کا ٹکراؤ اچھا نہیں۔ پرنتو اگر تو نہیں مانتا تو مجبوراً مجھے یہ بتانا ہوگا کہ ایک گرو میں کیا کیا شکتیاں ہوتی ہیں۔ میں نے ورشوں بھاڑ نہیں جھونکی۔"

"حرام زادے، میں تجھ جیسے ناپاک آدمی کو اپنا گرو سمجھوں، یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا ...... اگر تیرے اندر اتنی شکتی ہے کہ تو مجھے نیچا دکھا سکے تو اپنی اس شکتی کو آزما کر دیکھ لے۔"

ارجن کا چہرہ غصے کے مارے لال بھبوکا ہو گیا۔ اس کی بڑی بڑی خوفناک آنکھوں سے شعلے اُبلنے لگے۔ چند لمحوں تک وہ مجھے لال پیلی نظروں سے گھورتا رہا پھر اس کے ہونٹ تیز تیز ہلنے لگے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کوئی جاپ پڑھ رہا ہے۔ ایک لمحے کے لئے میرے دل میں یہ خیال ابھرا کہ پہلے ارجن کو جی بھر کر اس کی من مانی کر لینے دوں پھر پلٹ کر اس پر جوابی حملہ کروں لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اس خیال کو ذہن سے نکال دیا۔

دشمن کو سنبھلنے کا موقع دینا دانش مندی کے خلاف تھا چنانچہ میں نے لپک کر ارجن کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے زور سے جھٹکا دیا کہ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ سر کے بل فرش پر گرا اور قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف جا پڑا۔ میرا حملہ اس قدر اچانک اور بھرپور تھا کہ ارجن کو سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا لیکن بہر حال وہ شیطانی قوتوں کا مالک تھا۔ زمین پر گرتے ہی وہ برق رفتاری سے اچھل کر دوبارہ کھڑا ہو گیا پھر اس نے اپنا سیدھا پاؤں پوری قوت سے زمین پر دے مارا۔ ابھی میں ارجن پر دوسری بار حملہ کرنے کے لئے خود کو تیار کر ہی رہا تھا کہ میری نظر ایک کوڑیالے سانپ پر پڑی جو اپنا پھن زمین سے دو فٹ بلند کئے لہراتا ہوا میری طرف آ رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ سانپ ارجن کی کالی طاقت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کوڑیالا سانپ میرے قریب آیا تو میں اچھل کر اس کے حملے کو بچا گیا۔ ہر چند کہ میں پاربتی

دیوی اور گنیش دیوتا کے لئے اپنا جاپ مکمل کر چکا تھا لیکن ہنوز کالے علم اور جنتر منتر سے ناواقف تھا چنانچہ فوری طور پر میں اس خطرناک بلا سے بچنے کی خاطر اچھل کود کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ ارجن میری اس اچھل کود پر قہقہے لگانے لگا اور کرخت لہجے میں بولا۔

"کیوں کرشن کمار ...... اگر اب بھی تم ایک نادان اور مورکھ سیوک کی طرح مجھ سے اپنی غلطی کی معافی مانگو تو میں تم کو شما کر سکتا ہوں۔"

قبل اس کے کہ میں ارجن کی بات کا کوئی جواب دیتا ایک نسوانی آواز نے میرے کان میں آہستہ سے سرگوشی کی۔

"کرشن ...... جب ہم نے تمہاری تپسیا اور تمہاری بھگتی کو سویکار کر لیا ہے تو پھر تم ہمارے ایک معمولی پجاری سے کیوں ڈر رہے ہو۔ آگے بڑھ کر مردوں کی طرح مقابلہ کرو ...... وشواس رکھو کہ ہم تمہارے قریب ہیں۔ اب ارجن کے بیر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

میں اس آواز کو سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اسی آواز کو میں پہلے اس وقت بھی سن چکا تھا، جب میں کھنڈروں میں بیٹھا ارجن کے بتائے ہوئے منتر کا جاپ کر رہا تھا۔ معاً میرے ذہن میں پاربتی دیوی کا نام ابھر آیا پھر مجھے اس بات کا احساس بھی ہوا کہ میں ایک سانپ کے مقابلے میں اب تک بزدلی کا ثبوت دیتا رہا ہوں چنانچہ میں اپنی جگہ ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔

زہریلا سانپ پھن اٹھائے مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے تیزی سے میرے قریب آ رہا تھا۔ پلکیں جھپکائے بغیر میں اس موذی کو گھورتا رہا۔ قریب آ کر اس نے جیسے ہی میرے اوپر پھن مارا تو میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی گرفت میں جکڑ لیا اور غصے کی حالت میں اس کے منہ کو اپنے دانتوں سے بھنبوڑ کر ایک طرف اچھال دیا پھر ارجن کو قہر آلود نظروں سے گھور کر گرج دار آواز میں بولا۔

"ارجن ...... تم نے دیکھا۔ اب میری باری ہے۔ میں تمہیں سنبھلنے کی مہلت دیتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر میں نے اپنا سیدھا ہاتھ بڑے جلالی انداز میں ارجن کی سمت بڑھایا اور درمیانی انگلی کو جھٹکنے لگا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میری انگلی سے ایک شعلہ سا لپکا ہو اور پھر جو کچھ ہوا، وہ میری خواہشات کے عین مطابق تھا۔ شعلے نے ارجن کو چشم زدن میں جلا کر راکھ کر دیا۔ ہٹے کٹے پجاری کی جگہ اب فرش پر ایک جلا ہوا استخوانی ڈھانچہ پڑا ہوا تھا اور یہ سب کچھ اتنی سرعت میں ہوا تھا کہ مجھے اس پر حیرت ہو رہی تھی۔

ارجن کو موت کے گھاٹ اتار کر میں نرملا کی طرف متوجہ ہوا جو خوف اور دہشت کے مارے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس کی خوف زدہ رنگت ہلدی کی مانند زرد پڑ چکی تھی۔ لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے تیورا کر گر پڑے گی۔

"کیوں نرملا ...... ارجن تجھے بہت پیارا تھا۔" میں نے نرملا کو گھورتے ہوئے حقارت سے کہا تو

وہ ہکلانے لگی۔

''کک......کرشن......مم......مجھے......شما کر دو۔''

''کرشن نہیں......کرشن کمار مہاراج کہو مورکھ لڑکی۔'' میں نرملا کو اس کی بات یاد دلاتے ہوئے بولا۔ ''تو نے ہی تو ایک بار مجھے بتایا تھا کہ مہان اور بلوان پجاریوں کو شبھ نام سے پکارا جاتا ہے مگر تو سب کچھ بھول چکی ہے۔''

''مہاراج۔'' نرملا نے اپنی اکھڑی سانسوں پر کسی قدر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''اپنی داسی کو شما کر دو......میں تم سے پرارتھنا کرتی ہوں۔''

''پرارتھنا......اور وہ بھی رحم کی۔'' نفرت سے بولا۔ ''یہ شبد تم نے اس وقت کیوں نہیں کہے جب ارجن تمہارے کارن مجھے اپنی کٹی سے نکال رہا تھا۔''

نرملا نے کوئی جواب نہ دیا۔ سہمی سہمی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔

''داسی......تجھے یاد ہے کہ ایک بار تو نے کیا کہا تھا' ارجن مہاراج اپنی کٹی میں کسی استری کا داخلہ پسند نہیں کرتے۔'' میں نے نرملا کے سراپے کو نفرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تو آج پلید پجاری کی آغوش میں کیوں مچل رہی تھی؟''

''کرشن......''

''کرشن مہاراج کہہ کلنکنی۔ تجھے نہیں معلوم میں نے اپنا جاپ پورا کر لیا ہے۔'' میں زور سے گرج کر بولا۔ ''مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تو میرے ساتھ دغا کرے گی۔ تو نے ایک مہان شکتی کے پوتر پیار کا اپمان کیا ہے۔ اب تو اپنے لئے خود ہی کوئی سزا تجویز کر لے۔''

''مم......مہاراج......مجھے شما کر دو۔'' نرملا ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگی ''میں ابھاگن تم سے بھکشا مانگتی ہوں۔''

''ابھاگن نہیں پاپن کہو......'' میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

نرملا نے میرے ساتھ جو فریب کیا تھا اس نے میرے تن بدن کو آگ لگا دی تھی۔ میں اپنے اندر اس سے شدید بہت شدید نفرت محسوس کر رہا تھا اور اب میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے ضرور سزا دوں گا۔ اگر میں چاہتا تو جس طرح ارجن کو ایک اشارے سے جلا کر راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا تھا اسی طرح نرملا کا تیا پانچا بھی کر دیتا لیکن میں اس وقت بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ نرملا کو اس کے نفرت انگیز رویے کی ایسی سزا دوں جسے وہ تمام عمر یاد رکھے۔ خاصی دیر تک میں کسی کربناک سزا کے متعلق سوچتا رہا پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ نرملا کے چہرے کے خوب صورت نقش کو مسخ کر دوں تاکہ وہ دوبارہ کسی کو عشق کے نام پر دھوکہ نہ دے سکے حالانکہ میرا جی اس کا خون پینے اور گلا گھونٹ کر مار دینے کے لئے مضطرب تھا۔

نرملا بدستور رحم طلب نظروں سے مجھے گھورے جا رہی تھی۔ میرے چہرے کے تاثرات بدلے تو وہ سرتاپا لرز اٹھی اور چلا کر بولی۔

''نہیں مہاراج نہیں......یا تو تم مجھے شما کر دو......یا جان سے مار ڈالو......جو تم سوچ رہے ہو۔ دیوتاؤں کے لئے ایسا نہ کرو۔''

نرملا کو میرے من کا راز کیوں معلوم ہو گیا، میں یہ نہ جان سکا لیکن اس کی ہذیانی کیفیت سے میری نفرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ میرا خون کھول اٹھا۔ انتہائی غصے کی کیفیت میں آگے بڑھ کر میں نے اس کے لانبے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا اور سخت آواز میں بولا۔

''پاپن......جب مہان پجاریوں کے شریر کی آگ بجھانا تو اپنا دھرم سمجھتی ہے تو پھر ان کی ہر مرضی پر سر جھکا دینا بھی تیرا فرض ہے۔ کیا تجھے اپنے ناپاک چہرے کی یہ سندرتا میری مرضی سے زیادہ پیاری ہے۔''

نرملا نے میری آنکھوں میں انتقام کے شعلے بھڑکتے دیکھے تو ہسٹریائی انداز میں چیخنے لگی۔ میں نے حقارت سے اسے ایک طرف دھکیل دیا پھر پاربتی دیوی کا نام لے کر اپنا ہاتھ نرملا کے چہرے کی طرف اٹھا دیا۔ دوسرے ہی لمحے میری خواہش پوری ہو گی۔ نرملا کے چہرے کی رنگت یکلخت سیاہ پڑ گئی۔ اس کے گالوں پر بڑے بڑے داغ دھبے ابھر آئے۔ اس کی صورت اس قدر مکروہ ہو گئی کہ میں نے بھی اپنی نظریں پھیر لیں اور اسے زمین پر تڑپتا اور بلبلاتا چھوڑ کر کٹی سے باہر آ گیا جہاں پجاریوں اور سادھوؤں کا جم غفیر کھڑا تھا۔

میں نے مجمع پر ایک نظر ڈالی تو ہجوم مجھے راستہ دینے کے لئے کائی کی طرح چھٹ گیا۔ میں ننگ دھڑنگ اور ہٹے کٹے سادھوؤں اور پجاریوں کو حقارت سے گھورتا ہوا لمبے لمبے قدم اٹھا آگے بڑھنے لگا۔

میں پجاریوں اور مندروں کے علاقے کو چھوڑ کر پھر اسی شمشان گھاٹ کی طرف چل پڑا جہاں میں نے اپنا جاپ مکمل کیا تھا۔ وہ جگہ اب مجھے بڑی گھناؤنی لگی، وہاں ہر جگہ غلاظت کے ڈھیر تھے اور تعفن کے سبب ایک لمحے کو بیٹھا نہیں جاتا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ میں نے اس بھیانک استھان پر مہینوں بیٹھ کر کس طرح اپنا جاپ مکمل کیا تھا۔ اس وقت تو مجھے ایک ہی دھن سوار تھی کہ میں اپنی تپسیا میں کامیاب ہو جاؤں۔ میں گندگیوں، بلاؤں اور ویرانیوں کے اس علاقے میں نرملا کی وجہ سے بیٹھا تھا۔ نرملا کا خیال آتے ہی میرا دل اداس ہو گیا۔ میں نے اس کی جفا کی سزا تو دے دی تھی لیکن مجھے اپنے دل پر ایک عجیب طرح کا بوجھ سا محسوس ہو رہا تھا۔ اب بھی نرملا میرے اعصاب پر سوار تھی۔ نرملا کے بعد اب میرا اس دنیا میں کون تھا۔ میں نے ایک بار یہ بھی سوچا کہ مجھے خودکشی کر لینا چاہئے۔ اس دنیا میں ہر جگہ دھوکا ہی دھوکا ہے۔ سب کچھ بیکار ہے۔ نرملا نے مجھ سے میرا اعتماد چھین لیا تھا اور اب میں خود کو بے آسرا، تنہا

اور شکست خوردہ محسوس کر رہا تھا۔ مجھے اب نہ دیوی دیوتاؤں پر اعتماد تھا اور نہ غیر معمولی روحانی طاقتوں پر۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ مجھے اپنی بقیہ زندگی اسی ویران اور اجاڑ مقام پر جیسے تیسے بسر کر دینی چاہئے۔ میں اگر آبادی میں گیا تو وہاں انسان ہوں گے اور جہاں انسان ہوں گے، وہاں فریب ہوگا۔ انسانوں سے دور رہنا ہی ٹھیک ہے۔ میں کہاں سے کہاں تک آ گیا تھا۔ میں نے نرملا کی خاطر کیا کیا نہ کیا لیکن اس نے آہ...... اس نے میرا خیال تک نہ کیا...... میرے لئے اب زندگی میں کیا دھرا ہے۔ میرا ذہن منتشر تھا۔ میرے قدم بھاری تھے۔ میری آنکھیں بوجھل تھیں اور میں پریشان خیالات لئے ان ہی کھنڈروں سے گزر رہا تھا کہ مجھے ایک اہم بات یاد آ گئی۔ مجھے ابھی ایک کام اور کرنا ہے۔ اپنے بھائیوں سے بدلہ، کہ اس پُراسرار سرگزشت کے محرک اول وہی لوگ تھے۔ ہاں مجھے جلد سے جلد یہاں سے اپنے بھائیوں کی تلاش میں چل دینا چاہئے۔ بھائیوں سے انتقام لینے کے خیال ہی سے میں نے اپنے خون میں حرارت محسوس کی پھر مجھے سونا گھاٹ کے پجاری کا خیال آیا۔ اس نے تو مجھ سے نرملا کو دان دینے کا عہد کیا تھا۔ میری مٹھیاں بھنچ گئیں اور میں تیز تیز چلنے لگا۔

مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ دوبارہ زندہ ہو رہا ہوں۔ ساری دنیا سے انتقام کے لئے، میں ساری دنیا کے بدطینت لوگوں کے خاتمے کے لئے بے تحاشا منصوبے بناتا چلا جا رہا تھا معاً مجھے پاربتی کا خیال آ گیا جسے اب تک میں نے ایک نظر بھی نہ دیکھا تھا لیکن جس کی آواز میں دوبارہ سن چکا تھا۔ یہ بات اب تک میرے ذہن میں کھٹک رہی تھی کہ آخر پاربتی نے میرے مقابلے میں ارجن کو کیوں مر جانے دیا جبکہ موہن لال کے بیان کے مطابق ارجن مہان شکتی کا مالک تھا اور دیوی دیوتاؤں کے جاپ کرنے کے لئے اس نے اپنا پورا جیون تیاگ دیا تھا۔

یہ پاربتی کیا چاہتی ہے؟ ابھی میں پاربتی کے بارے میں ان باتوں پر غور کر ہی رہا تھا کہ خوشبو کا ایک تیز جھونکا مجھے اپنے گردوپیش میں محسوس ہوا۔ ویران کھنڈروں میں جہاں ہر طرف غلاظت اور گندگی تھی اور تعفن پھوٹ رہا تھا صندلی خوشبو کا گزر میرے لئے انتہائی تعجب خیز تھا۔ کسی انجانے خیال کے تحت میں نے تیزی سے گھوم کر اپنے اطراف کا جائزہ لیا مگر وہاں میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ ہر شے سے ویرانی ٹپک رہی تھی۔

نہ جانے کیوں میری چھٹی حس کسی آنے والے خطرے کا اعلان کر رہی تھی لیکن میں نے اس وہم کو ذہن سے جھٹک کر دوبارہ اپنی منزل کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ابھی میں بمشکل دس پندرہ قدم ہی بڑھا ہوں گا کہ صندلی خوشبو کا وہی جھونکا پھر میری ناک سے ٹکرایا۔ اس بار خوشبو میں لوبان کی مہک بھی شامل تھی۔ میں ایک بار پھر ٹھٹک کر رک گیا۔ میں نے توجہ سے اس خوشبو کے بارے میں سوچنا چاہا لیکن میرے ذہن پر جیسے دھند چھا گئی تھی۔ میرا دماغ آہستہ آہستہ بوجھل ہوتا جا رہا تھا۔ اس خیال سے کہ ممکن

ہے کہ یہ کیفیت نرملا کی بیوفائی کے صدمے میرے اوپر طاری ہو۔ میں نے دو ایک بار پھر اپنے سر کو جھٹکا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میں ایک بار پھر اسی کیفیت سے دوچار ہو رہا تھا جو مجھ پر پاربتی دیوی کے لئے جاپ کرنے کے دوران پیدا ہوئی تھی۔ میری آنکھیں بوجھل ہونی شروع ہو گئی تھیں اور قوت احساس رفتہ رفتہ میرا ساتھ چھوڑ رہی تھی۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی کہ اس کیفیت سے چھٹکارا حاصل کروں لیکن میری ساری کوششیں رائیگاں ثابت ہوئیں اور پھر...... مجھے بس اتنا یاد ہے کہ میں بے ہوشی سے دوچار ہو گیا تھا۔

میں کتنی دیر بے ہوش رہا مجھے ٹھیک طور پر کچھ یاد نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور یاد ہے کہ جب دوسری بار میری آنکھ کھلی تو میری نظر سب سے پہلے اس فانوس سے ٹکرائی جو میرے اوپر چھت پر لٹکا ہوا تھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھا تو دیکھا کہ نہ وہ اجودھیا کے ویران کھنڈرات ہیں اور نہ ہی گندگی کی وہ مسموم فضا بلکہ اس وقت میں ایک بیش قیمت ساز و سامان سے آراستہ کمرے میں موجود تھا جہاں ہر طرف ویسی ہی خوشبو موجود تھی جیسی میں نے کھنڈرات میں محسوس کی تھی۔ جس بستر میں بیٹھا تھا، وہ بھی انتہائی نرم اور آرام دہ تھا۔ کمرے میں موجود ہر چیز سے نفاست ٹپک رہی تھی اور فانوس میں روشن برقی قمقمے پوری کمرے کو منور کئے ہوئے تھے۔ میری داڑھی بھی منڈھی ہوئی تھی۔

چند لمحے تک میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ہر شے کو تکتا رہا پھر بستر سے اچھل کر نیچے آ گیا۔ مجھے اچانک موہن لال یاد آ گیا۔ میں نے سوچا کہیں یہ موہن لال کی شرارت نہ ہو۔ ایک بار پہلے بھی اس نے مجھے ایسے ہی خوب صورت جال میں پھانس کر اپنے اشاروں پر ناچنے کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ یہ خیال میرے ذہن میں ابھرا تو میرے انتقام کا جذبہ بھڑک اٹھا۔ میرے ساتھ اب تک جو کچھ ہوا تھا اس کی ذمے داری صدفی صد موہن لال کے اوپر عائد ہوتی تھی۔ میں نے ان اذیتوں کو یاد کیا جو موہن لال نے مجھے پہنچائی تھیں تو میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اب میں موہن لال سے مطلق خائف نہیں تھا۔ مجھے کامل یقین تھا کہ اب میں بھی مہان شکتی حاصل کر چکا ہوں اور موہن لال سے ٹکرانے کی طاقت رکھتا ہوں۔

''کس وچار میں گم ہو کرشن کمار......''

کمرے میں دلکش نسوانی آواز گونجی تو میں چونک پڑا۔ یہ آواز میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر ادھر ادھر دیکھا لیکن کمرے میں کوئی دوسرا موجود نہیں تھا۔

''کون ہو تم؟'' میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''مجھے نہیں پہچانتے'' وہی مترنم آواز کمرے میں گونجی۔

''تم جو کوئی بھی ہو میرے سامنے آ کر بات کرو'' اس بار میں نے کرخت انداز میں کہا۔

''کرشن ...... میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔'' سازوں پر رقصاں کوئی آواز دوبارہ ابھری۔

''غور سے مجھے دیکھنے کی کوشش کرو۔''

اچانک مجھے احساس ہوا جیسے میری نظروں کے سامنے سے کوئی دبیز پردہ دھوئیں کی طرح ہٹ گیا ہو۔ اب میں اس عورت کو بخوبی دیکھ رہا تھا جو میرے سامنے دروازے کے قریب کھڑی مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ سر سے پاؤں تک اس نے دھانی رنگ کی ایک ساڑھی لپیٹ رکھی تھی جس کے اندر سے اس کا مرمریں جسم جھانک رہا تھا۔ اس کے چہرے کے نقش و نگار اس قدر حسین اور جاذب نظر تھے کہ ایک لمحے کے لئے میں اس کے حسن کی رعنائیوں میں محو ہو کر رہ گیا پھر مجھے موہن لال کا خیال آیا تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''کون ہو تم؟''

جواب میں حسین و جمیل عورت کے رسیلے ہونٹوں پر ایک خوب صورت سی مسکراہٹ ابھری۔ آہستہ آہستہ شاہانہ انداز سے قدم اٹھاتی، وہ مسہری پر جا کر بیٹھ گئی۔ میرے سوال کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کی خمار آلود نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

''میں کیا کہہ رہا ہوں۔'' میں نے جھلا کر عورت کو مخاطب کیا۔ ''سیدھی طرح میری بات کا جواب دو ورنہ میں سختی سے پیش آنا بھی جانتا ہوں۔''

اس بار بھی عورت کے ہونٹوں پر ایک پُر وقار مسکراہٹ ابھری۔ اس نے مجھے چمکیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کرشن کمار، کیا تمہارے اندر ابھی واقعی اتنی شکتی نہیں ہے کہ مجھے پہچان سکو۔''

عورت کی مترنم آواز کمرے میں ابھری تو مجھے یوں لگا جیسے بے شمار نقرئی گھنٹیاں ایک ساتھ کھنک اٹھی ہوں۔ مجھے اعتراف ہے میں نے اس سے قبل اتنی حسین عورت نہیں دیکھی تھی۔ میں اس کے اس حسن سے مسحور ہوتا جا رہا تھا لیکن میں طے کر چکا تھا کہ اس سے کسی قسم کی لگاوٹ کی بات نہیں کروں گا چنانچہ میں نے اپنی تیوری پر بل ڈال کر قہر آلود نظروں سے اسے گھورا پھر نفرت سے بولا۔

''مجھے پورا وشواس ہے کہ تم موہن لال کے کہنے پر یہاں آئی ہو لیکن اتنا یاد رکھو کہ میں اب افضل بیگ نہیں ہوں بلکہ کرشن کمار مہاراج ہوں۔ مہان شکتی کا مالک جس کے آگے تم جیسی سندر ناریوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔''

میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ مجھے یقین تھا کہ عورت میرے کرخت لہجے اور بگڑے ہوئے تیور کو دیکھ کر ضرور ہراساں ہو گی لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ بجائے اس کے کہ وہ خوف زدہ ہوتی مجھے بدستور تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔

''بولتے رہو کرشن کمار، چپ کیوں ہو گئے۔''

''بکومت۔'' میں نے کڑک کر کہا۔ ''میں تمہیں ایک آخری موقع دیتا ہوں کہ مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دو ...... نہیں تو میں تمہیں ایسا کشٹ دوں گا کہ تم تمام جیون یاد رکھو گی۔''

''اوہ، تم تو سچ مچ کے بلوان معلوم ہوتے ہو۔'' عورت نے مسکرا کر جواب دیا پھر نرم آواز میں بولی۔

''کرشن کمار، ارجن نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ ابھی تم مہان شکتی کے مالک نہیں بن سکے ہو تمہاری مثال اس نادان بالک جیسی ہے جو انگارے کو پھول سمجھ کر ہاتھ میں لینے کی ضد کرتا ہے۔ پرنتو اسے اپنی غلطی کا خیال اس سمے ہوتا ہے جب آگ اس کے شریر کو جلا دیتی ہے۔''

عورت کے جواب نے میرے غصے کو اور بھڑکا دیا۔ میں نے بڑی جلالی کیفیت میں اپنا ہاتھ بلند کیا اور انگلیاں جھٹکنے لگا۔ میرے ہاتھوں سے آگ کے شعلے نکل کر عورت کی طرف لپکے۔ مجھے قوی امید تھی کہ نیلے پیلے شعلے اس کے کومل جسم کو پلک جھپکتے ہی جلا کر بھسم کر دیں گے لیکن اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے ان شعلوں کو اس کے جسم سے ٹکرا کر بے اثر ہوتے دیکھا۔ عورت بڑی لاپروائی سے بیٹھی بدستور مجھے دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں نرمی تمکنت اور دبدبہ تھا۔

میں نے بھڑکتے ہوئے شعلوں کا انجام دیکھا تو بھونچکا رہ گیا اور آنکھیں پھاڑے کھڑا سکتے کی حالت میں اسے دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ ارجن کے بتائے ہوئے جاپ کو پورا کر لینے کے بعد یہ میری پہلی ناکامی تھی جس نے مجھے ششدر کر دیا تھا۔ ابھی میں اس اسرار پر غور کر ہی رہا تھا کہ عورت کے ہونٹوں پر جنبش ہوئی۔

''کرشن کمار ..... اب کیا وچار ہے تمہارا۔''

میں نے عورت کو کوئی سخت جواب دینا چاہا لیکن نہ جانے اس کی آواز میں کیا سحر تھا کہ میں اپنی خواہش کی تکمیل نہ کر سکا۔ الفاظ جیسے میرے سینے کی گہرائیوں ہی میں گھٹ کر رہ گئے۔ میری قوت گویائی سلب ہوتی جا رہی تھی۔ جہاں تک میرے ذہن کا تعلق تھا، وہ اب بھی کام کر رہا تھا۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ آخر یہ عورت کون ہے۔ جو میری شکتی سے بھی زیادہ مہان شکتی کی مالک ہے۔ مجھے اجودھیا کے ویران کھنڈرات سے اس کمرے تک کیوں لایا گیا؟

میں اپنے خیالات میں محو تھا کہ اچانک میرے ذہن میں پاربتی دیوی کا نام ابھرا ..... پاربتی ..... جس کے بارے میں نرملا نے مجھے بہت کچھ بتا رکھا تھا۔ جو شیو جی مہاراج کی حیرت انگیز اور پُر اسرار قوتوں کا نسوانی مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ بے شمار صفات کی مالک تھی اور جسے خود کو مختلف بھیس اور مختلف

سانچوں میں ڈھال دینے کی دسترس حاصل تھی۔

''کیا سوچ رہے ہو کرشن کمار۔'' عورت نے مجھے دوبارہ کسی ملکہ کی طرح مخاطب کیا تو میں جھرجھری لے کر رہ گیا۔ کوئی جواب نہ دے سکا۔ پھٹی پھٹی نظروں سے اسے گھورتا رہا۔ میرا ضمیر مجھے میری اس بزدلی اور کم ہمتی پر ملامت کر رہا تھا لیکن میں ان باتوں کو صرف سوچ سکتا تھا، ان پر عمل کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

''کرشن کمار...... میرے قریب آؤ۔''

عورت نے میری بوکھلاہٹ پر مسکراتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ نہ جانے کس سحر کے زیر اثر کسی معمول کی طرح میں اس کے حکم پر عمل کرنے پر مجبور تھا۔ میرے قدم آپ ہی آپ مسہری کی طرف اٹھنے لگے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے آسمان سے روئی کے نرم نرم گالوں کی مانند بادل اتر کر میرے قدموں میں بچھ گئے اور میں ان بادلوں کے درمیان سے گزرتا ہوا آہستہ آہستہ اس عورت کے قریب جا رہا تھا جو مسہری پر بیٹھی مجھے بڑی اپنائیت سے دیکھے جا رہی تھی۔ میں ہر لمحے اس سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا...... اور قریب...... اور قریب...... اور قریب...... اور پھر میں اس سے ایک قدم کے فاصلے پر پہنچ کر رک گیا۔ حسین و جمیل عورت کی آنکھوں کا سحر میری بے خودی میں اضافہ کر رہا تھا۔

''کرشن...... کیا تم اب بھی مجھے نہیں پہچان سکے۔''

''تم...... دیوی ہو...... پاربتی دیوی۔'' میں بہ مشکل اتنا کہہ پایا۔

''ہاں...... تم نے آخر مجھے پہچان لیا۔'' عورت نے پُروقار لہجے میں کہا۔ ''تم اپنی قسمت پر ناز کرو جو اتنی جلدی تمہیں میرا درشن پراپت (حاصل) ہو گیا۔ نہ جانے کتنے داس اور داسیاں ایسی ہیں جو اپنا پورا جیون میری بھگتی میں تیاگ چکی ہیں۔ پرنتو انہوں نے میری ایک جھلک بھی نہیں دیکھی۔''

''مہان دیوی...... یہ سب تیری کرپا ہے۔'' میں کسی بھرے ہوئے ٹیپ کی طرح بولا پھر بے اختیار جھک کر میں نے پاربتی کے چرنوں کو تھام لیا۔

''کوئی چنتا مت کرو کرشن کمار......'' وہ میرے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی۔ ''میں نے تمہاری بھگتی کو سویکار کر لیا ہے اور اس سمے تمہیں مکتی کی راہ بتانے کے کارن آئی ہوں۔''

''دیوی...... میں نے ایک سچے عقیدت مند کی طرح بس اتنا ہی کہا تھا پھر نہ جانے کس جذبے کے زیر اثر اس کے چرنوں پر سر رکھ دیا۔

''اٹھو کرشن کمار...... میں آج تمہیں ایسی شکتی دان کرنے آئی جو شیو مہاراج کے علاوہ کسی کو پراپت نہیں ہوئی ہے۔'' پاربتی دیوی نے بڑی شفقت سے جواب دیا پھر مجھے ہاتھ تھام کر اٹھایا

اور اپنے برابر بٹھا لیا۔ میں نے چاہا کہ نظریں اٹھاؤں اور اس مہان دیوی کا جی بھر کر درشن کر لوں لیکن مجھے ہمت نہ ہوئی۔ سر جھکائے خاموشی سے میں اس کے برابر بیٹھا رہا۔ اس کے جسم اور لباس سے پھوٹنے والی خوشبو کی تیزی مجھے بے خود بنا رہی تھی۔ میرے ذہن پر بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں آسمانوں میں اڑا جا رہا ہوں۔ جیسے دھنک کے بکھرے بکھرے رنگ مجھے اپنے گھیرے میں لئے ناچ رہے ہوں۔ میرا ذہن ہر لمحے روئی کے نرم نرم گالوں تلے ڈوبتا جا رہا تھا۔ میری آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگی تھیں اور پھر میں نے جو کچھ محسوس کیا، اس کے اظہار پر میں قادر نہیں۔

جب میں اس طلسم سے بیدار ہوا تو میں نے خود کو مسہری پر لیٹا پایا۔ پاربتی دیوی مسہری سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی مجھے شفیق نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مجھے پہلے کے مقابلے میں زیادہ گہری معلوم ہو رہی تھی۔ خود میں بھی عجیب سرور انگیز کیفیت سے دوچار تھا لیکن یہ کیفیت زیادہ برقرار نہیں رہ سکی۔ میں یہ سوچ کر کہ میں اس سمے مسہری پر دراز ہوں اور عظمت کی دیوی کھڑی ہوئی ہے جلدی سے اٹھا اور ہاتھ باندھ کر پاربتی دیوی کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔

''کرشن کمار...... میرا شریر چھو لینے کے بعد اب تم مہان شکتی کے مالک بن چکے ہو۔'' پاربتی دیوی نے ترنم بھرے لہجے میں کہا۔ ''تمہارے من میں جو اچھا (خواہش) ہو گی، وہ میرے حکم سے اوش پوری ہو گی۔ پرنتو اس بات کا دھیان رکھنا کہ تمہارے جیون میں اب کوئی دوسری ناری داخل نہیں ہو سکتی۔ اگر تم نے کبھی ایسا کیا تو تمہارا جاپ اور تپسیا اکارت ہو جائے گی۔ جس کنیا کو تم ہاتھ لگاؤ گے اس کا شریر جل کر راکھ ہو جائے گا۔''

''دیوی...... میں تیری ہر آگیا کا پالن کرنا اپنا دھرم سمجھوں گا۔'' میں کسی فرماں بردار سیوک کی طرح بولا۔

''میں تمہیں وچن دیتی ہوں کہ جب تک تم میرے کہے پر چلو گے، میرا کوئی پجاری تمہارے شریر کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ یاد رکھو ارجن کی شکتی مہان تھی تم اس کے آگے کبھی نہ ٹھہر سکتے تھے۔ میں نے صرف تمہارے کارن ارجن کو اس دنیا سے واپس کر دیا ہے۔

''دیوی...... تیرا یہ داس اس کرپا کو کبھی نہ بھولے گا۔'' میں نے بدستور نظریں جھکائے ہوئے کہا۔

''کرشن کمار، تمہیں معلوم ہے میں سب کچھ جانتی ہوں۔ مجھ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں رہتی۔ تمہارے من میں کیا ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں پر اس بات کو گرہ میں باندھ لو کہ موہن لال کے سلسلے میں تمہیں ہر سمے چوکنا رہنا ہو گا۔'' پاربتی نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ''موہن لال کو اسی وقت ختم کیا جا سکتا ہے۔ پرنتو اس نے میری بھگتی اور تپسیا میں سارا جیون تیاگ دیا ہے۔ اس نے میرے

لئے بہتیرے جاپ کئے ہیں۔ مجھے معلوم ہے وہ میرے لئے اپنا جیون بھی دان کر سکتا ہے۔ اس کارن میری اچھا ہے کہ تم اس سے دور رہو اور اگر وہ تم سے ٹکرانے میں پہل بھی کرے تو تم کو دھیرج رہنا چاہئے۔''

''مہان دیوی۔'' میں نے دبی زبان سے کہا۔ ''موہن لال کے بارے میں، میں تجھ سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ موہن لال بہت ظالم اور ''

پاربتی دیوی نے ہاتھ کے اشارے سے مجھ روک دیا۔ ''شانتی کرشن کمار! موہن لال کیا ہے اور کیسا ہے۔ یہ میں جانتی ہوں۔ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں۔ موہن لال یہ جانتا ہے کہ تم پر میں خاص نظر رکھتی ہوں۔ اس کے من میں تمہاری اور سے۔ تمہارے من میں اس کی اور سے کھوٹ ہے۔ تم دونوں میرے بڑے اچھے سیوک ہو۔ پرنتو اتنا یاد رکھو کہ موہن لال اپنی مہان شکتی اور بہت بڑا بھگت ہونے کے بعد بھی پاربتی دیوی کے اتنے قریب نہیں آ سکا جتنے تم۔ میری اچھا ہے کہ تم موہن لال کو بھول جاؤ۔ اس سے بھڑنے کا وچار من سے نکال دو۔ تم دونوں میرے بہت اچھے سیوکوں کی طرح رہو۔ بس یہی میری اچھا ہے۔''

''دیوی تیری اچھا پر میری جان قربان ہے۔ میں موہن لال کو شما کرتا ہوں لیکن موہن لال نے پہل کی تو اے مہان دیوی، میں کیسے خاموش رہ سکتا ہوں۔'' میں نے انکسار اور عجز سے کہا۔

''کرشن کمار، پاربتی زمانوں سے موجود ہے۔ تم ایک دیوی کے شرن میں آنے کے بعد بھی اتنے خوفزدہ نظر آ رہے ہو۔ کیا تمہیں ہمارے مہان ہونے پر شبہ ہے۔ کیا تم اتنے مورکھ ہو کہ دیوتاؤں کی شکتی نہیں جانتے۔'' پاربتی کے لہجے میں اس بار بڑا دبدبہ تھا۔ میں اس کی سحر انگیز آواز سے لرزنے لگا۔

''عظیم دیوی '' میں نے گڑگڑا کر کہا۔ ''مجھے شما کر دے۔ مجھے تیرے مہان ہونے پر کوئی شبہ نہیں۔ میں دیوتاؤں کی شکتی کو جانتا ہوں اور مجھے اپنی قسمت پر ناز ہے کہ میں تیرے شرن میں موجود ہوں۔'' میں بے اختیار یہ جملے ادا کر رہا تھا۔

پاربتی دیوی نے مسکرا کر دیکھا اور میں نے موقع غنیمت جان کر پوچھ لیا۔ ''اب میرے لئے تیری کیا آ گیا ہے۔''

تم اپنے بھائیوں سے بدلہ لینے کے لئے مچل رہے ہو۔ وہ ان دنوں دکن میں ہیں۔ تم وہیں جا اور کچھ دنوں تک آرام کرو پھر میرا جب من چاہے گا تمہیں واپس بلا لیا جائے گا۔''

''دیوی، میں اپنے بھائیوں سے بدلہ لینے کے لئے واقعی بہت بے چین ہوں اور سب سے پہلے انہیں تلاش کرنا چاہتا ہوں۔''

''اب، کرشن کمار، پاربتی کا سایہ تمہارے اوپر ہے۔ میں تم سے خوش ہوں کہ تم نے نرملا پجارن

کارن اپنے من کو بیاکل نہیں ہونے دیا اور اس کے چہرے کی سندرتا کو ختم کر دیا۔'' اس بار پاربتی کا لہجہ معنی خیز تھا۔ ''مہان شکتی حاصل کر لینے کے بعد پجاریوں اور بھگتوں کو کسی ایک ناری کی خاطر پریشان نہیں ہونا چاہئے اور پھر تمہارے اوپر تو ایک دیوی مہربان ہے۔ تمہیں ان جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہئے۔''

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش سر جھکائے کھڑا رہا۔ آج بھی جب میں سوچتا ہوں کہ پاربتی کے سامنے میں اس قدر مسحور کیوں ہو گیا تھا تو بظاہر اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ بہر حال چونکہ میں اس قسم کے بہت سارے اسرار سے گزر چکا ہوں اس لئے یہی نتیجہ اخذ کر سکتا ہوں کہ پاربتی کی پُراسرار قوت نے میرے سوچنے اور سمجھنے کی قوتوں کو مفلوج کر دیا تھا اور میں کسی پالتو کتے کی طرح وفاداری کا ثبوت دینے کی خاطر اس کے سامنے دم ہلانے پر مجبور تھا۔

''کرشن کمار۔'' پاربتی مجھے خاموش پا کر بولی۔ ''میں جانتی ہوں کسی ناری کے لئے تم ہمیشہ بیاکل رہو گے لیکن میرے ہوتے ہوئے تمہیں اس کی چنتا نہیں کرنی چاہئے۔ جب تمہیں کسی ناری کا خیال آئے گا، میں تمہارے سامنے آ جاؤں گی۔''

پاربتی کے جملے کا کیا مقصد تھا، میں مطلق نہ سمجھ سکا لیکن اتنا ضرور جان گیا تھا کہ وہ مجھ پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہے۔

کچھ دیر تک وہ میرے قریب کھڑی مجھے دیوی دیوتاؤں کی شکتی اور دھرم کی اونچ نیچ شاہانہ جلال کے ساتھ سمجھاتی رہی پھر مجھے محسوس ہوا کہ وہ میرے قریب نہیں ہے۔ وہ نہ جانے کہاں تحلیل ہو گئی۔ میں اس کے اچانک غائب ہو جانے سے ہکا بکا رہ گیا پھر میں نے ایک معمول کی طرح اس محل سے کچھ سامان زادِ راہ کے طور پر ساتھ لیا۔ میرے پاس کوئی پیسہ نہیں تھا مگر مجھے قیمتی زیورات اور نقدی محل سے ہی فراہم ہو گئی۔ میں نے اسے پاربتی دیوی کی مہربانی سمجھ کر رکھ لیا اور محل سے باہر چلا آیا۔ میری ضرورت کی ہر چیز محل سے مل گئی تھی۔ مجھے سمتوں کا پتا نہیں تھا لیکن چند کوس پیدل چلنے کے بعد میں اجودھیا پہنچ گیا۔ جہاں سے میں دکن کی طرف آسانی سے روانہ ہو سکتا تھا۔ میں اپنے سفر کی سرگزشت کو مختصر کرتا ہوں۔ بہر حال یہ کہ چند دنوں کے بعد میں حیدر آباد کے ایک پُر رونق اسٹیشن پر کھڑا تھا۔ میرے جسم پر بیش قیمت لباس تھا اور میں کسی نواب سے کم نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اپنا شیو بھی بنا لیا تھا اور اب میں ایک جامہ زیب وجیہہ اور پُر وقار شخص کی شکل میں حیدر آباد میں تھا۔

حیدر آباد ہر چند کہ میرا آبائی شہر نہیں ہے پھر بھی میں یہاں کے گلی کوچوں سے بخوبی واقف تھا۔ والد صاحب دورانِ ملازمت کچھ عرصے کے لئے حیدر آباد میں تعینات رہ چکے تھے اس لئے مجھے اس شہر کی اچھی خاصی سوجھ بوجھ تھی چنانچہ سب سے پہلے میں یہی فیصلہ کیا کہ اپنی رہائش کا بندوبست کروں اس

کے بعد آئندہ کا پروگرام سوچا جائے گا۔

جو لوگ حیدرآباد سے واقف ہیں اور وہاں تھوڑا عرصہ گزار چکے ہیں، وہ عابد شاہ روڈ اور چار کمان کی رونق سے ضرور واقف ہوں گے لیکن وہ افراد جو کبھی حیدرآباد نہیں گئے، ان کے لئے صرف اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ حیدرآباد شہر ایک قدیم و جدید خوب صورت اور بہت ہی مہمان نواز شہر ہے۔ میں نے اپنے قیام کے لئے اعلیٰ درجے کے ایک ہوٹل کو ترجیح دی۔ ہوٹل والے میرا بیش قیمت ساز و سامان دیکھ کر ٹھٹکے ضرور تھے لیکن جب میں نے انہیں بتایا کہ میرا قیام طویل ہوگا اور میں بزنس کے سلسلے میں حیدرآباد آیا ہوں تو وہ مطمئن ہو گئے۔ میں نے دو ہفتے کا کرایہ ہوٹل کے منیجر کو ایڈوانس ادا کر دیا۔ میرے پاس اس وقت کافی رقم موجود تھی جو میں شاہانہ انداز میں خرچ کر سکتا تھا۔

اپنے کمرے میں جا کر میں نے دروازہ اندر سے بند کیا اور آرام کرنے کی غرض سے لیٹا ہی تھا کہ آنکھ لگ گئی۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو اندھیرا اچھیل چکا تھا۔ جلدی سے اٹھ کر میں نے ہاتھ منہ دھویا اور ناشتا کرنے کی غرض سے نیچے آ گیا جہاں ڈائننگ ہال میں پہلے ہی خاصی چہل پہل تھی۔ میں نے خاموشی سے ایک بیرے کو اپنے لئے چائے کا آرڈر دیا اور ایک میز پر بیٹھ کر اپنے بھائیوں کے بارے میں سوچنے لگا۔

بیرا چائے لے کر آیا تو میں نے اپنے لئے ایک پیالی تیار کی اور جلدی جلدی دو چار گھونٹ حلق کے نیچے اتارتا چلا گیا۔ ایک عرصے کے بعد مجھے قاعدے کی چائے نصیب ہوئی تھی۔ چنانچہ پہلا کپ ختم کر کے میں نے دوسری پیالی بنائی اور اسے پینے میں مشغول ہو گیا۔ ابھی میں نے نصف پیالی ہی پی تھی کہ کسی نے میری پشت پر ہاتھ رکھ کر مجھے میرے اصلی نام سے پکارا۔ میں نے گھوم کر مخاطب کرنے والے کو دیکھا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میرے سامنے اس وقت میرا ایک دیرینہ جگری دوست قادری موجود تھا۔ میں پیالی رکھ کر اٹھا اور قادری سے بڑی گرم جوشی سے بغل گیر ہو گیا۔

کافی دیر تک ہم بڑی بے تکلفی سے بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ قادری مجھ سے میرے بارے میں دریافت کرتا رہا اور میں اسے مطمئن کرنے کی خاطر ادھر ادھر کی ہانکتا رہا پھر اچانک قادری نے مجھ سے ایک ایسی بات کہہ دی کہ میرا موڈ یکلخت خراب ہو گیا۔

"آج تمہارے سب سے بڑے بھائی ملے تھے لیکن انہوں نے تمہارے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا۔ تم ٹھہرے تو ان ہی کے ہاں ہو گے۔"

"نہیں۔" میں نے بمشکل خون کا گھونٹ پی کر اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"اسی ہوٹل میں......"

"تعجب ہے۔" قادری نے کہا۔ "بھائی کے ہوتے ہوئے بھی تم ہوٹل میں مقیم ہو۔"

"میں آج ہی حیدرآباد آیا ہوں۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔ "بھائی صاحب کا پتا موجود نہیں تھا اس لئے ہوٹل میں ٹک گیا۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو افضل بیگ۔" قادری نے غیر یقینی انداز میں کہا۔ "بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ تم کو اپنے بڑے بھائی کا پتا نہ معلوم ہو۔ اگر ایسا تھا بھی تو تم کسی پولیس والے سے دریافت کر سکتے تھے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ "کیا بھائی صاحب آج کل حیدرآباد میں ہی تعینات ہیں۔"

"تعینات کی بھی ایک ہی کہی تم نے۔ میاں صاحب زادے حیدرآباد کا تو بچہ بچہ نواب صاحب سے واقف ہے۔" قادری نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اگر برا نہ مانو تو ایک راز کی بات اور بتا دوں۔"

"کہو۔"

"جب سے تمہارے بھائی حیدرآباد میں مقیم ہوئے ہیں۔ یہاں کی طوائفوں کی بن آئی ہے۔ آئے دن ان کے بنگلے پر مجرا ہوتا رہتا ہے۔ جس میں پولیس کے اعلیٰ افسران بھی شریک ہوتے ہیں۔ ایس پی ماتھر تو ہر وقت تمہارے بھائی کے دروازے پر ہاتھ باندھے کھڑا رہتا ہے۔ عورتوں کے معاملے میں وہ بے حد ندیدہ واقع ہوا ہے۔"

"ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "مجھے ان باتوں سے بھلا کیا سروکار۔"

قادری بہت دیر تک بیٹھا مجھ سے بھائی صاحب کی رنگ رلیوں اور عاشقانہ مزاج کے بارے میں گفتگو کرتا رہا اور میں یوں ہی ہوں ہاں میں جواب دیتا رہا۔ قادری کی زبانی یہ اطلاع پا کر کہ میرے بھائی صاحب باقاعدہ جاگیردار ہو گئے ہیں۔ مجھے مطلق کوئی خوشی نہیں ہوئی بلکہ میرا جذبہ انتقام اور بھڑک اٹھا۔

باتوں باتوں میں، میں نے ان کے بنگلے کا پتا بھی دریافت کر لیا تھا۔ قادری نے مجھے اپنے گھر مدعو کیا جس کی میں نے بہت رد و کد کے بعد ہامی بھر لی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے بیرے کو بلا کر بل کی ادائیگی کی اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ ایک قریبی دکان سے میں نے اپنے لئے دو تین ماڈرن قسم کے جوڑے خریدے اور واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ اب وہ لمحہ آن پہنچا تھا جس کا مجھے مدتوں سے انتظار تھا۔ جس کی وجہ سے میں نے زندگی کی نہج کو بدل ڈالا تھا اور جس کے لئے میں نے بڑی قربانیاں دی تھیں۔ میں نے شمشان گھاٹ کے متعفن ماحول میں سخت جاپ کیا اور پُراسرار شکتی حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کی اذیتیں سہی تھیں۔ اب وہ لمحہ آن پہنچا تھا۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا میں مضطرب ہوا جا رہا تھا۔ میں جلد سے جلد اپنے بھائیوں کو ان کے کئے کی عبرت ناک سزا دینا چاہتا تھا۔

جس قدر میں اپنے ماضی، اپنے ریاض اور اپنی اذیتوں کے بارے میں سوچتا، اسی قدر میرا خون کھولنے لگتا۔ نرملا کے دھوکے کے بعد تو میں یوں بھی انسانوں کو کم تر و حقیر سمجھنے لگا تھا۔ اگر پاربتی درمیان میں نہ آتی تو میں تمام انسانوں کا خون پی لیتا۔

اس دن گھڑیاں سست چل رہی تھیں۔ میں کمرے میں بری طرح ٹہل رہا تھا اور اپنے بھائی کو دیئے جانے والی سزاؤں کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ وقت تھا کہ کاٹے نہیں کٹ رہا تھا۔

رات گیارہ بجے تک میں اپنے کمرے میں بیٹھا پیچ و تاب کھاتا رہا پھر میں نے اچھی قسم کا لباس پہنا اور ہوٹل سے نکل کر ایک گاڑی میں اپنے بھائی کے بنگلے کی طرف چل دیا۔ جوں جوں میری منزل قریب آتی جا رہی تھی توں توں میرے ذہن میں سلگتی ہوئی چنگاریاں شعلے کا روپ اختیار کرتی جا رہی تھیں۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اپنے بڑے بھائی کو جس نے بزرگوں کی جائداد کے بٹوارے کے وقت میری حق تلفی کی تھی اور مجھے گرفتار کرا دینے کی دھمکی دے کر دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا، ایسی سزا دوں گا جسے وہ تمام عمر یاد رکھے گا۔

خون کی گردش کے ساتھ ساتھ میری رفتار بھی تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ میں اپنے اندر ایسی توانائی محسوس کر رہا تھا جو بڑی سے بڑی طاقتوں کو ایک لمحے میں نیست و نابود کر دیتی ہے۔

میں اپنے خیالات میں محو تھا کہ ڈرائیور کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔

''صاحب وہ سامنے جو برقی قمقمے روشن نظر آ رہے ہیں، وہی بڑے جاگیردار صاحب کی کوٹھی ہے۔''

میں نے ڈرائیور کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ جس مکان کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا، وہ برقی روشنیوں کا ایک محل نظر آ رہا تھا۔ میرا خون جوش مارنے لگا۔ انتقام کی آگ میرے سینے کو جلائے ڈال رہی تھی۔ مجھے وہ دن یاد آ گیا جب میرے والد کا انتقال ہوا تھا۔ میرا خیال تھا کہ باپ کی موت کے بعد میرے بڑے بھائی مجھ سے شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کریں گے اور باپ کی جدائی محسوس نہ ہونے دیں گے لیکن چند ہی دنوں بعد بھائیوں کی آنکھیں بدل گئیں۔ باپ کا کفن ابھی پوری طرح میلا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ آبائی جائداد کے بٹوارے کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ ہر چند کہ مجھے یہ بات پسند نہ آئی تھی کہ اتنی جلدی جائداد کا بٹوارا کیا جائے لیکن میں خاموش رہا۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ جو کچھ میرے حصے میں آئے گا اسے صبر و شکر سے قبول کر لوں گا کسی قسم کا لڑائی جھگڑا کر کے والد صاحب کی روح کو تکلیف نہ پہنچاؤں گا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مجھے بالکل ہی نظر انداز کر دیا گیا۔ میں نے دبی زبان میں وجہ پوچھی تو میرے بڑے بھائی نے نہ صرف یہ کہ...... مجھے ڈانٹا ڈپٹا بلکہ یہ دھمکی بھی دی کہ اگر میں نے اپنے حق کے سلسلے میں زبان کھولی تو وہ مجھے گرفتار کروا دیں گے۔

گزرے ہوئے واقعات یکے بعد دیگرے میرے ذہن میں ابھرتے رہے۔ اف ان لوگوں نے

میری زندگی کس قدر اجیرن کر دی تھی۔ اب تک میرے ساتھ جو کچھ ہوا تھا، اس کی تمام تر ذمہ داری میرے بڑے بھائی پر عائد ہوتی تھی جو میرا حق مار کر صاحب جائداد بنے بیٹھے تھے۔ بقول قادری حیدر آباد (دکن) کا بچہ بچہ انہیں ایک بڑے جاگیردار کی حیثیت سے جانتا تھا۔ اس کے برعکس حالات نے مجھے افضل بیگ سے کرشن کمار بننے پر مجبور کر دیا تھا۔ بہرحال میں پوری طرح ٹھان چکا تھا کہ ان جاگیردار صاحب کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ بھی تمام عمر مجھے یاد رکھیں گے۔ میرا خون کھول رہا تھا۔

گاڑی مطلوبہ کوٹھی کے قریب پہنچ کر رکی تو میں نے دیکھا کہ بڑی بڑی جھلملاتی کاروں کی ایک قطار وہاں موجود ہے۔ اندر سے گانے بجانے کی دلکش آوازیں آ رہی تھیں۔ میں ابھی کوٹھی کی بیرونی سجاوٹ کو دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک باوردی ملازم لپکتا ہوا گاڑی کے قریب آیا اور دروازہ کھول کر ایک طرف ہو گیا۔ میں نے ملازم کی سج دھج کو بغور دیکھا پھر دل ہی دل میں کھولتا ہوا نیچے اتر آیا۔

ملازم کی رہنمائی میں جس وقت میں اس بڑے ہال میں پہنچا جہاں راگ رنگ کی محفل جمی ہوئی تھی تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پورا ہال بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ فرش پر قیمتی قالین تھا جس پر شہر کے رؤسا گاؤ تکئے جمائے رقص و سرود کی محفل سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ دو خواجہ سرا تھرکتے مٹکتے نوابین کو شراب فراہم کرنے میں مصروف تھے۔ ہال میں ایک سمت چبوترے نما اسٹیج بنا ہوا تھا جس پر ایک خوب صورت طوائف رقص کرنے میں مصروف تھی دوسری طوائفیں مہمانوں کے ساتھ ادھر ادھر بیٹھی ان کا دل بہلانے کے لئے اپنی عشوہ طرازیوں کا جادو جگا رہی تھیں۔ یہ بڑا ہال بادشاہوں کے ایوانوں کی یاد تازہ کر رہا تھا۔ چھت پر فانوس لٹکے ہوئے تھے۔ حسین و جمیل دوشیزاؤں کا ہجوم تھا۔ راگ رنگ تھا، سرگوشیاں تھیں۔ خواب طرب انگیز کا دور دورہ تھا۔ اور ہر شخص اس صنم خانہ رنگ و بو میں مدہوش نظر آ رہا تھا۔ بڑے بھائی کی زندگی اس انداز سے بسر ہو رہی ہے، یہ میرے تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔

معاً میری نظر اپنے بڑے بھائی پر پڑی جو ہال میں بائیں جانب بڑے کروفر سے بیٹھے تھے۔ ان کے اردگرد تین پری جمال شوخ و شنگ لڑکیاں بیٹھی مسکرا مسکرا کر ان کا دل لبھا رہی تھیں۔ بھائی صاحب کے داہنی جانب تو ایک نواب بزرگ موجود تھے۔ بائیں جانب جو شخص بیٹھا تھا وہ گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا۔ چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ سخت گیر طبیعت کا مالک ہوگا لیکن اس وقت وہ جس انداز میں بھائی صاحب سے گفتگو کر رہا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ان کے خاص مداحوں میں سے ہے۔ لڑکیوں کو گھورنے تکنے کے معاملے میں بھی وہ بے حد بے تاب نظر آتا تھا۔ اس وقت مجھے قادری کی بات یاد آئی۔ قادری نے مجھے بتایا تھا کہ ایس پی ماتھر بھائی صاحب کے سامنے ہاتھ باندھے ہر وقت موجود رہتا ہے اور یہ کہ عورتوں کے معاملے میں وہ بہت زیادہ ندیدہ واقع ہوا ہے۔

میں نے ایک بار پھر اس کو غور سے دیکھا۔ ڈیل ڈول اور رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے بھی وہ مجھے کوئی

سخت گیر پولیس والا آفیسر ہی نظر آ رہا تھا۔ چند لمحے تک بھائی صاحب کے ٹھاٹ باٹ اور محفل کے رنگ ڈھنگ کو دیکھتا رہا پھر نوابانہ شان سے سب سے بے نیاز ہو کر اعتماد سے آگے بڑھا۔ ایک گاؤ تکیہ اٹھایا اور اپنی نشست جمالی۔ میرے اردگرد بیٹھے ہوئے افراد شراب و شباب سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ایک مرہٹی رقاصہ بدستور طبلے کی تھاپ پر تھرک رہی تھی لیکن میں دیدہ و دانستہ بھائی صاحب ہی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ دراصل میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے دیکھ کر پہچانتے بھی ہیں یا نہیں۔ ایک بار اتفاقیہ ہماری نظریں بھی چار ہوئیں مگر بھائی صاحب نے مجھ پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ مجھے دیکھ کر یقینا انہیں کچھ یاد نہ آیا ہوگا، ممکن ہے وہ اب یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ افضل بیگ کہیں مر کھپ گیا ہو گیا۔ کون ان ہنگاموں میں کسی کو یاد رکھ سکتا ہے اور بھائی صاحب کے لئے مجھے یاد نہ رکھنا ہی بہتر تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر یہی سمجھے ہوں گے جیسے میں بھی مدعوین میں سے ایک تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ ان کی نگاہوں کا مرکز تو حسین و جمیل لڑکی تھی جو ان کے سیدھے ہاتھ پر موجود تھی اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے راز و نیاز کی باتیں کرنے لگتی تھی یا پھر وہ شخص تھا جس پر مجھے ایس پی ماتھر ہونے کا شبہ ہوا تھا۔



اگر میں چاہتا تو ایک ہی اشارے میں بھائی صاحب کو ٹھکانے لگا سکتا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ اس طرح اپنا انتقام پورا کروں کہ پوری محفل دیکھے اور بھائی صاحب بھی تمام زندگی یاد رکھیں۔ چنانچہ میں خاموش بیٹھا کسی مناسب موقع کا منتظر تھا۔ ایک کے بعد دوسری پھر تیسری طوائف کا نمبر آتا رہا۔ شراب کا دور چلتا رہا۔ محفل رنگ پر آتی رہی۔ ایک خواجہ سرا نے مجھے بھی شراب کی پیش کش کی جسے میں نے اشارے سے رد کر دیا۔ مجھے ان ہنگاموں سے مطلق کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں اندر ہی اندر گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک ایک سریلی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک خوب صورت لڑکی میرے قریب بیٹھی نہ جانے کتنی دیر سے مجھے تکے جا رہی تھی۔ کچھ دیر پیشتر میں نے اسے دوسرے لوگوں کے ساتھ دیکھا تھا۔ وہ میرے قریب کب اور کیوں کر آئی تھی اس کا مجھے علم نہ تھا لیکن جب اس نے مجھے مخاطب کیا تو مجھے مجبوراً اپنی توجہ اس کی جانب مبذول کرنی پڑی۔ وہ حقیقتاً بڑی حسین تھی جن سرشار نگاہوں سے وہ مجھ دیکھ رہی تھی، ان کا مفہوم میں بھی بخوبی سمجھ چکا تھا لیکن میں جان بوجھ کر انجان بنا رہا اور بڑی معصومیت سے بولا۔

''خاتون، کیا آپ نے مجھے مخاطب کیا تھا۔''

''جی۔'' وہ اپنے ہونٹوں پر تبسم بکھیر کر بولی۔ ''میں بڑی دیر سے آپ کو مخاطب کرنا چاہتی تھی لیکن اس بات کا خوف بھی لاحق تھا کہ کہیں میری یہ جسارت حضور والا پر گراں نہ گزرے۔ آپ جاگیردار صاحب کے کوئی نئے مہمان معلوم ہوتے ہیں۔ میں بڑی دیر سے آپ کو تنہا اور چپ چاپ سا دیکھ رہی ہوں۔''

''جی ہاں، میں آج آپ کی محفل میں پہلی بار آیا ہوں۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''معاف کیجئے، میں پوچھ سکتی ہوں کیا حیدرآباد میں مستقل قیام نہیں ہے آپ کا۔''

''نہیں، کاروبار کے سلسلے میں چند دنوں کے لئے آیا ہوں۔''

''خوب، مگر جب آپ یہاں تشریف لائے ہیں تو اس محفل رقص و سرود میں شامل ہو جائے۔ جاگیردار صاحب کی محفلیں سارے حیدرآباد میں مشہور ہیں۔ یہاں سب سے بڑی بات تو یہی ہے کہ اس محفل میں ہر شخص آزاد ہے اس لئے ہر شخص پوری طرح لطف لینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔'' لڑکی نے ہوشربا نگاہوں سے مجھے تکتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا میں آپ کو کچھ پیش کروں۔''

''کیا آپ بقول جاگیردار صاحب آب حیات سے شوق فرماتے ہیں۔'' وہ اٹھلاتے ہوئے بولی۔

''فی الحال تو کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' میں نے اس کی طرف ایک بار التفات سے دیکھا اور کہا۔ ''مگر آئندہ کے لئے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ شاید کچھ کرنا پڑ جائے۔''

لڑکی میرے جواب پر شرما گئی۔ اس کی یہ ادا مجھے بری نہیں لگی۔ وہ لڑکی التفات کی جانب مائل تھی۔ میں اس کی شیریں گفتگو لہجے کے گداز اور آنکھوں کی چمک سے متاثر ہو رہا تھا۔ میرا جی اس سے گفتگو کرنے کو چاہا۔ اس کے دعوت دینے والے انداز میں کچھ ایسی ہی پیش کش تھی مگر پھر مجھے خیال آیا کہ میں تو پاربتی جیسی دیوی کا محبوب ہوں۔ پاربتی نے مجھ سے وعدہ لیا ہے، پاربتی جو حسن و جمال کی دیوی ہے۔ میں نے پاربتی کا نام اپنے دل میں لیا اور اس لڑکی کا خیال دل سے نکال دیا۔ البتہ مجھے اسے کچھ دیر کے لئے اعتماد میں لینا ضروری تھا۔ میں اس کے قریب آیا۔ اس کے التفات کا جواب التفات سے دیا اور اس پر نوازشوں کا تاثر قائم کیا۔ میں اس سے بھائی صاحب اور محفل میں موجود دوسرے افراد کے بارے میں معلوم حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ جب وہ مجھ سے بے تکلف ہو گئی تو میں نے اس سے سب سے پہلے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو بھائی صاحب کے بائیں جانب بیٹھا تھا اور اس وقت بھی ایک لڑکی کو یوں گھور رہا تھا جیسے نگاہوں ہی نگاہوں میں کھا جانا چاہتا تھا۔

''اس شخص کا نام ماتھر ہے۔ پولیس کے بڑے عہدے پر فائز ہے۔'' لڑکی نے ناخوش گوار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ ''جاگیردار صاحب نے نہ جانے کیا جادو کر دیا ہے کہ یہ ان کا تابعدار بنا ہوا ہے۔ بڑی سخت گیر طبیعت کا مالک ہے۔ ایک بار جس مجرم کے پیچھے پڑ جائے، اسے پانی میں ڈوبا بھی نہیں چھوڑتا۔''

''سنا ہے جاگیردار صاحب بھی کسی زمانے میں پولیس کے محکمے میں رہ چکے ہیں۔''

''میں نے بھی یہی سنا ہے لیکن ماتھر اور جاگیردار صاحب کی دوستی کا راز تو کچھ اور ہی ہے۔'' لڑکی نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''وہ کیا؟'' میں نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

''بیگ صاحب کی طبیعت کچھ اور ہے۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے۔ آئے دن یہاں محفلیں جمتی رہتی ہیں۔'' لڑکی دبی زبان میں بولی۔ ''ماتھر صاحب حسین لڑکیوں کے معاملے میں بڑے ندیدے واقع ہوئے ہیں اور بیگ صاحب کے ہاں ہندوستان کی حسین لڑکیوں کا ہجوم ہمیشہ موجود رہتا ہے اسی لئے ماتھر صاحب، بیگ صاحب کے زرخرید غلام بنے ہوئے ہیں۔''

''مگر ماتھر کو حسین لڑکیوں کی کیا کمی ہے؟'' میں نے اس بار تعجب سے پوچھا۔

''اس کے لئے عورتوں اور لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن بات یہ ہے کہ جب سے بیگ صاحب یہاں آئے ہیں، انہوں نے حسین لڑکیاں چن چن کر انہیں اپنے لئے مخصوص کرلیا ہے۔ یوں بھی وہ صاحب حیثیت ہیں اس لئے ماتھر کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ جاگیردار صاحب کی دوستی کا دم بھرتا رہے۔'' لڑکی کچھ دیر مجھے بڑی تفصیل سے بھائی صاحب اور ایس پی ماتھر کے تعلقات کے بارے میں بتاتی رہی پھر اس نے بھائی صاحب کے سیدھے ہاتھ پر بیٹھی ہوئی لڑکی کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ جو آسمانی لباس میں بیٹھی ہے، اس کا نام زہرہ ہے۔ حیدرآباد کے نہ جانے کتنے نواب اس کی دہلیز پر ناک رگڑ چکے ہیں لیکن بیگ صاحب نے اسے بھی اپنا بے دام غلام بنا رکھا ہے۔ میرا خیال ہے ماتھر آج کل اسی چکر میں ہے۔ بڑی غضب کی گانے والی ہے۔''

''پھر تو آج بھی اس کا گانا ضرور ہوگا۔''

''کوئی محفل اس کے بغیر مکمل نہیں سمجھی جاتی۔ جاگیردار صاحب تو ان دنوں اس پر بری طرح والہ و شیدا ہیں۔''

لڑکی بڑی دیر تک میرے پاس بیٹھی ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی لیکن جب اس نے محسوس کرلیا کہ میرے التفات میں کوئی شدت پیدا نہیں ہوئی تو وہ منہ بنا کر اٹھ گئی۔ مجھے اس کے اس طرح جانے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پاربتی کا نام جس وقت میرے ذہن میں آیا تھا مجھے سارے ہنگامے، یہ راگ رنگ، یہ رقص و سرود، یہ محفل حسن و جمال سب بے کیف اور بے رنگ معلوم ہو رہا تھا۔ پاربتی کے نام پر مجھے اپنا عرفان دوبارہ نصیب ہوا تھا۔ میں اس محفل میں خود کو سب سے زیادہ طاقت ور شخص سمجھ رہا تھا اور میں تھا بھی۔ میں نے شکتی حاصل کرکے اپنے جذبوں کی قربانی دی تھی۔ پاربتی کے بعد اور کون حسین ہوگا۔ اس پُر اسرار طاقت سے بڑی طاقت اور کیا ہوگی۔ میں پاربتی کے لازوال حسن اور اس کی مہان شکتی سے آسودہ تھا۔ اب مجھے سچ پوچھئے تو انسان حقیر نظر آتے تھے، کیڑے مکوڑے۔ انسانوں نے میرے

ساتھ دھوکا بھی تو بہت کیا تھا۔ وہ سامنے میرا بھائی بیٹھا ہوا تھا جو میری دولت کے بل بوتے پر عیش و نشاط کی محفلیں گرم کررہا تھا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ اس ساری محفل کو آگ لگا دوں تاکہ یہ سب جل بھن کر خاک ہو جائیں۔ اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ مجھ سے اور برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے اس انتقام کے لئے جو اذیتیں سہی تھیں جن کربناک حالات سے دوچار ہوا تھا۔ اس آگ کو بجھانے کا وقت آ گیا تھا۔ میری نظریں اب زہرہ پر جمی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر میں یونہی گاؤ تکئے پر نیم دراز اسے گھورتا رہا پھر میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا۔ میں نے رقص کرنے والی طوائف کو دیکھا پھر ایک منتر جو مجھے پاربتی نے بتایا تھا پڑھ کر اس کی طرف پھونک دیا۔ میرا منتر کا پھونکنا تھا کہ چبوترے سے ایک شعلہ اٹھا اور طوائف کے جسم کو جھلسا کر غائب ہو گیا۔

محفل جو کچھ دیر پہلے تک باغ و بہار بنی ہوئی تھی یکلخت بدل گئی۔ بہکے ہوئے تماش بین بھی اس اچانک اور غیر متوقع حادثے پر دنگ رہ گئے۔ دوسروں کے علاوہ بھائی صاحب اور ماتھر بھی اٹھ کر چبوترے کی طرف لپکے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ناچنے والی رقاصہ کے گرد لوگوں کا ہجوم جمع ہو گیا۔ لڑکیاں اپنی اپنی جگہوں پر سہمی بیٹھی تھیں۔ مجھے اسی وقت کا انتظار تھا چنانچہ میں بڑے اطمینان سے اٹھا اور قدم بڑھاتا زہرہ کے قریب جا کر بڑی بے تکلفی سے بیٹھ گیا۔ وہ چبوترے کی طرف متوجہ تھی۔

''زہرہ بائی، کیا دیکھ رہی ہو اس طرف۔'' میں نے زہرہ کو مخاطب کیا تو وہ اس طرح چونک پڑی جیسے میرے جملے بم بن کر اس پر گر رہے ہوں۔ ایک نظر اس نے مجھ پر ڈالی پھر تیوری پر بل لا کر بولی۔

''کون ہو جی تم؟''

''گھبراؤ نہیں زہرہ بائی۔ میں نے یہ شعبدہ محض تمہارا قرب حاصل کرنے کے لئے دکھایا تھا۔''

''چلتے نظر آؤ اجنبی۔'' زہرہ بگڑے ہوئے تیور سے بولی۔ ''اگر میں نے تمہاری جسارت کی اطلاع جاگیردار صاحب کو کر دی تو بھری محفل میں تمہاری تکابوٹی کر دی جائے گی۔''

''بڑا گھمنڈ ہے تمہیں اپنے جاگیردار صاحب پر، کیوں؟'' میں نے اسے غصہ دلانے کی خاطر نفرت سے کہا۔

''ٹھہرو۔ ابھی بتاتی ہوں تمہیں۔'' زہرہ چمک کر بولی۔ وہ جانے کے لئے اٹھی تو میں نے ہاتھ پکڑ لیا اور غصیلے لہجے میں بولا۔

''بیٹھی رہو زہرہ بائی۔ تکلیف کیوں کرتی ہو۔ مجھے غصہ مت دلاؤ ورنہ میں تمہارا یہ حسن بھی خاک میں ملا دوں گا۔''

زہرہ نے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے چھڑا لیا اور بل کھاتی ہوئی کھڑی ہو گئی لیکن ابھی وہ بمشکل دو چار قدم ہی آگے بڑھ سکی تھی کہ میں نے دوسرا منتر پڑھ کر اس کی طرف پھونک دیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ

چیختی ہوئی فرش پر گری اور اس طرح تڑپنے لگی جیسے کوئی غیر مرئی قوت اس کا گلا دبا رہی ہو۔ بھائی صاحب نے زہرہ کی چیخ کی آواز سنی تو بوکھلائے ہوئے پلٹے۔ ایس پی ماتھر بھی ان کے ساتھ تھا۔ بھیڑ جو اب تک جھلس جانے والی طوائف کے گرد جمع تھی، زہرہ کے گرد جمع ہوگئی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یکے بعد دیگرے دو حادثے اچانک کیسے رونما ہو گئے۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" بھائی صاحب کی گرج دار آواز ہال میں گونجی۔

بھائی صاحب زہرہ کے قریب بیٹھے پوچھ رہے تھے کہ اسے کیا ہوا لیکن وہ جواب دینے کے بجائے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں اپنی جگہ بیٹھا یہ تماشا دیکھتا رہا پھر اٹھ کر مجمع کو ہٹاتا ہوا آگے بڑھا اور گرج دار آواز میں بولا۔

"تم سب اس عورت سے دور ہو جاؤ۔ میں اس کی بیماری کا علاج جانتا ہوں۔"

میری آواز میں کچھ ایسی ہی گھن گرج تھی کہ باقی افراد تو پیچھے ہٹ گئے لیکن بھائی صاحب اور ماتھر وہیں موجود رہے اور مجھے گھورنے لگے۔

"کون ہو تم؟" ماتھر نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"یہ میں سمے آنے پر بتاؤں گا ماتھر جی کہ میں کون ہوں۔" میں نے ماتھر کو ٹکا سا جواب دیا پھر اپنا ہاتھ بلند کر کے میں نے ایک اور منتر پڑھا اور آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ زہرہ کے گال پر رکھ دیا۔ میرے ہاتھ کا زہرہ پر لگنا تھا کہ وہ یک دم ٹھیک ہوگئی اور یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سب کو دیکھنے لگی جیسے پوچھ رہی ہو کہ اسے فرش پر کس نے لٹایا ہے پھر اس کی نظر مجھ پر پڑی تو تیزی سے اٹھی اور بھائی صاحب کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"جاگیردار صاحب، مجھے اس شخص سے بچاؤ۔ یہ مجھے کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔"

میں نے زہرہ کے چہرے سے نظر ہٹا کر بھائی صاحب کی طرف دیکھا تو دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اس وقت مجھے جن نظروں سے دیکھ رہے تھے، ان سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہے ہوں۔ میں نے اپنی آنکھیں ان کی آنکھوں میں ڈال دیں اور شدید غیظ وغضب کے عالم میں بھائی صاحب کو دیکھا۔ مجھے یقین ہے کہ میری آنکھوں سے اس وقت خون رس رہا تھا۔ میری حالت کو دیکھ کر بھائی صاحب تو کچھ نہ بولے لیکن ماتھر کڑک کر مخاطب ہوا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"میرا نام کرشن کمار مہاراج ہے ماتھر جی۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آج ہی یاترا سے واپس آیا ہوں۔ کسی نے بتایا کہ یہاں سندر سندر ناریاں ناچ رہی ہیں۔ سو بھیس بدل کر چلا آیا۔"

"لیکن تمہیں اندر آنے کی اجازت کس نے دی تھی۔" ماتھر غصے سے بولا۔ جوش کے مارے اس

کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"بھگوان کی دھرتی پر رشی منی اور پجاریوں کو کہیں آنے جانے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی ماتھر جی۔ پرنتو کیا میں جان سکتا ہوں کہ تم اتنے لال پیلے کیوں ہو رہے ہو؟"

"بکواس بند کرو ورنہ جیل میں بند کر کے سڑوا دوں گا۔" ماتھر نے گرج کر کہا۔

اچانک گزرے ہوئے واقعات دوبارہ میرے ذہن میں تازہ ہو گئے۔ یہی جملے جائداد کے بٹوارے کے وقت میرے بڑے بھائی نے مجھ سے کہے تھے۔ میرے زخم ہرے ہوئے تو انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ مجھے بذات خود ایسا لگ رہا تھا جیسے میرے تمام جسم سے شعلے نکل رہے ہوں۔ قریب تھا کہ میں کوئی سخت اقدام کر گزرتا کہ بھائی صاحب لپک کر میرے قریب آئے اور آہستہ سے بولے۔

"کیا واقعی تمہارا نام کرشن کمار ہے۔"

"کیوں تمہیں اچنبھا کیوں ہو رہا ہے جاگیردار صاحب بہادر۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں مان نہیں سکتا۔ تم افضل بیگ ہو۔ ہو بہو افضل بیگ۔"

"افضل بیگ۔" میں نے فلک شگاف قہقہہ بلند کیا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "کس افضل بیگ کی بات کر رہے ہو جاگیردار صاحب۔"

"تم ...... صد فی صد وہی ہو۔" بھائی صاحب نے بڑے وثوق سے کہا۔ "میری نگاہیں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔ تمہارا نام افضل بیگ ہے۔"

"نہیں۔ میرا شبھ نام کرشن کمار مہاراج ہے۔" میں حقارت سے بولا۔ "تم جس افضل بیگ کی بات کر رہے ہو، جاگیردار صاحب اسے مرے ہوئے ایک مدت گزر گئی۔ وہ کمزور تھا اس لئے اس کا مر جانا ہی اچھا تھا۔"

بھائی صاحب حیرت سے منہ پھاڑے کھڑے مجھے دیکھتے رہے۔ زہرہ بائی کی خشمگیں نگاہیں بھی میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ ایس پی ماتھر غصے میں تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بھائی صاحب خاموش ہوئے تو وہ بولا۔

"بیگ صاحب، کیا آپ اس شخص سے واقف ہیں۔"

"ماتھر۔" میں بگڑے ہوئے تیور سے بولا۔ "تمہیں کس بات کی چنتا یا کل کر رہی ہے۔ یوں بھی جب دو منش بات کر رہے ہوں تو کسی تیسرے کا درمیان میں ٹانگ پھنسانا اچھا نہیں ہوتا۔"

"ماتھر۔ تم درمیان میں نہ بولو۔" بھائی صاحب نے جلدی سے کہا۔ "میں اس آدمی کو جانتا ہوں، اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"تم میرے حال پر دیا مت کرو جاگیردار صاحب۔" میں نے نفرت سے کہا پھر ماتھر کو گھور کر

بولا۔ ''ماتھر جی، تمہارے من میں کیا ہے یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم زہرہ بائی کے کارن مجھے نیچا دکھانے کا جو خواب دیکھ رہے ہو، وہ کبھی بھی پورا نہیں ہوگا۔ پرنتو اگر تم میں اتنی شکتی ہے کہ تم مجھ سے ٹکر لے سکو تو میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔ آزمالو دو چار ہاتھ۔''

میں نے یہ جملہ جان بوجھ کر بولا تھا۔ ایس پی ماتھر میرا جواب سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ زہرہ بائی کی موجودگی میں وہ بھلا اپنی بے عزتی کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ زہرہ بائی کے علاوہ دوسرے معزز افراد کا خیال بھی اسے تھا چنانچہ ایک ہی سانس میں جو کچھ اس کے منہ میں آیا کہتا چلا گیا گیا پھر وہ بڑی جلالی حالت میں میری طرف بڑھا ہی تھا کہ میں نے پاربتی کا نام لے کر خونخوار نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، اس نے تمام حاضرین کو حواس باختہ کر دیا۔ ایس پی ماتھر فرش پر پڑا بری طرح تڑپ رہا تھا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہا تھا اس کا تنومند جسم دو چار جھٹکے لے کر ساکت ہو گیا۔

بھائی صاحب اور زہرہ کے چہرے فق ہو کر رہ گئے۔ حاضرین جوتے چھوڑ کر بے تحاشا بھاگنے لگے چند منٹ پیشتر جہاں راگ رنگ اور رقص و سرود کی محفل گرم تھی، اب وہاں میرے بھائی صاحب، زہرہ بائی اور دو خواجہ سراؤں کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا۔ سارا ماحول بے حد پُراسرار اور ڈراؤنا ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک موت کی خاموشی طاری رہی پھر بھائی صاحب نے لڑکھڑاتی آواز میں مجھے مخاطب کر کے پوچھا۔

''افضل بیگ، کیا تم نے اسے مار ڈالا۔''

''کرشن کمار مہاراج کہو جاگیردار صاحب۔'' میں نے گرج کر کہا۔ ''کیا تم یہ بھول گئے تھے کہ ظلم جب حد سے گزر جائے تو پاؤں تلے دبی ہوئی چیونٹی بھی کاٹ لیتی ہے۔ میں کبھی تمہارا بھائی تھا جسے تم نے گرفتار کرا دینے کی دھمکی دے کر جائداد سے محروم کر دیا تھا اور دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا۔ پرنتو اب سمے آ گیا ہے جب تمہیں بھی میری طرح سخت کٹھناؤں سے دوچار ہونا پڑے گا اور یقین کرو جاگیردار صاحب، میں بھی تمہارے ساتھ کوئی رحم نہیں کروں گا۔''

بھائی چونکہ میری قوت کا مظاہرہ دیکھ چکے تھے اس لئے میری بات سن کر ان کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ منہ سے تو کچھ نہ بولے لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت ان پر سکتے کی کیفیت طاری ہے زہرہ بائی ششدر کھڑی سب کچھ سن رہی تھی جب اس نے دیکھا کہ جاگیردار صاحب کی امارت میرے سامنے بے بس ہو گئی ہے تو اس نے بچ کر نکل جانا چاہا لیکن ابھی وہ دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

''تم کہاں جا رہی ہو زہرہ بائی، کیا پریم اسی کو کہتے ہیں کہ جب چاہنے والے پر برا وقت آئے تو محبوب جان بچا کر بھاگ لے۔ کیا تم اس آڑے وقت میں جاگیردار صاحب کا ساتھ نہیں دو گی؟''

''مہاراج...... میں بے قصور ہوں...... مجھے معاف کر دو۔'' زہرہ بائی جو بری طرح مجھ سے خائف ہو چکی تھی، گڑگڑانے لگی۔ ''میں نے تمہارے ساتھ کوئی دھوکا اور فریب نہیں کیا۔''

''کیوں؟ کیا تم نے بھی میری تکہ بوٹی کرانے کی دھمکی نہیں دی تھی اور کیا تم نے اب تک جاگیردار صاحب کے لاکھوں روپے نہیں بٹورے ہوں گے جن میں کچھ حصہ میرا بھی تھا۔''

''میں آپ کو منہ مانگی رقم دینے کو تیار ہوں مہاراج بشرطیکہ آپ مجھے معاف کر دیں۔''

''میں تجھے شما کر سکتا ہوں پرنتو تجھے اپنے پاپوں کے لئے تھوڑا کشٹ ضرور اٹھانا ہوگا۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر اپنا سیدھا ہاتھ اٹھا کر درمیانی انگلی جھٹک دی۔

میرا انگلی جھٹکنا تھا کہ ایک شعلہ تیزی سے لپکا اور پل بھر میں زہرہ بائی کے حسین چہرے کو جلا کر مسخ کر گیا۔ درد کی شدت سے اس نے کربناک چیخ ماری پھر بے ہوش ہو کر فرش پر بچھے قالین پر الٹ گئی۔ دونوں خواجہ سرا کولہے مٹکاتے تیزی سے بھاگ گئے۔ بڑے ہال میں اب میرے اور بھائی صاحب کے علاوہ کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا۔ بھائی صاحب کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ میں نے ان کی نگاہوں میں رحم کی درخواست پڑھی تو انتقام کا جذبہ اور بھڑک اٹھا لیکن میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔ بھائی صاحب سکتے کی حالت میں...... گنگ سے کھڑے مجھے خوف زدہ نظروں سے گھورتے رہے پھر مردہ سی آواز میں بولے۔

''میں نے تمہاری جو حق تلفی کی ہے اس کا مجھے افسوس ہے لیکن اب میں تمہارا حق دینے کو تیار ہوں۔''

''اب سمے بیت چکا ہے، جاگیردار صاحب۔'' میں نے حقارت سے جواب دیا۔ ''جب میں کمزور اور بے بس تھا اس وقت تم نے مجھے دھتکار دیا تھا لیکن آج جب میں دیوی دیوتاؤں کی کرپا سے مہان شکتی کا مالک بن گیا ہوں تو تم میرے سامنے سر جھکا رہے ہو۔ پرنتو مجھے یہ سودا منظور نہیں۔ میں نے آج تک جو اذیتیں برداشت کی ہیں، وہ میں جانتا ہوں اور اس کا تقاضا ہے کہ اب تمہیں ایسی سزا دی جائے کہ تم تمام جیون یاد رکھو اور اپنی دولت اور حکومت کے نشے میں آ کر کسی مجبور کا دل نہ دکھا سکو۔''

''مم...... میں...... میں تمہارا بڑا بھائی ہوں۔'' بھائی صاحب نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ ''میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے لیکن تمہاری بھاوج اور بھتیجوں نے تو کچھ نہیں کیا ہے۔ اگر تم نے مجھے زک پہنچائی تو اس کا اثر ان لوگوں پر بھی پڑے گا۔''

''کیا مجھے جائداد سے محروم کرتے وقت تمہیں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ باپ کی آتما قبر میں تڑپ اٹھی ہوگی۔'' میں نے نفرت سے کہا۔

''وہ سب کچھ ٹھیک ہے مگر اب تو تم جتنی دولت چاہو، میں تمہیں دے سکتا ہوں۔''

''اب مجھے کچھ نہیں چاہئے جاگیردار صاحب۔'' میں زہر خند لہجے میں بولا۔ ''پاربتی دیوی کی کرپا سے اب مجھے اتنی شکتی حاصل ہے کہ اگر میں مٹی کو بھی ہاتھ لگاؤں تو وہ بھی سونا بن سکتی ہے۔''

''تم چاہتے کیا ہو پھر؟''

''میں جو چاہتا ہوں، وہ تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔'' میں نے غصیلی آواز میں کہا۔

''نہیں...... نہیں افضل نہیں...... میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔''

بھائی صاحب خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگے۔ ان کو اس درجہ خوفزدہ دیکھ کر مجھے یک گونہ مسرت ہو رہی تھی لیکن میرا جذبہ انتقام ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا چنانچہ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''گھبراؤ مت جاگیردار صاحب، میں تمہیں ماتھر کی طرح جان سے نہیں ماروں گا لیکن تمہیں سزا دیئے بغیر میرا کلیجا ٹھنڈا بھی نہیں ہو گا اس لئے میں اپنی مہان شکتی سے تم کو اندھا اور لنگڑا کر دوں گا تا کہ تمام دنیا تمہارے اس عبرت ناک انجام کو دیکھتی رہے۔ رہا مال و دولت کا سوال تو وہ میں نہیں لوں گا۔ تمہارا خزانہ تمہارے بیوی اور بچوں کے کام آئے گا۔''

میرا خیال تھا کہ بھائی صاحب ابھی میرے سامنے اور ہاتھ جوڑیں گے اور گڑگڑائیں گے لیکن میرا جملہ سنتے ہی وہ ڈر کے بھاگنے لگے۔ میں نے انہیں بزدلی سے بھاگتے دیکھا تو پاربتی کا نام لے کر ایک منتر پڑھ کر ان کی طرف پھونک دیا پھر وہی ہوا جو میری خواہش تھی۔ بھائی صاحب نے ایک کربناک چیخ ماری اور لنگڑانے لگے۔ دونوں ہاتھ سے داہنے پاؤں کا گھٹنا تھامے وہ درد کی شدت سے تڑپ رہے تھے۔

''افضل بیگ...... تم کمینے ہو...... ذلیل ہو...... میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

''میں کمینہ ہوں پر تم بڑے دیالو منش ہو۔ تم نے مجھے بھلا کون سا زندہ چھوڑا تھا جو اب مار دو گے۔ تم اپنی تمام زیادتیاں بھول گئے۔ کیا اب بھی کوئی تیر رہ گیا ہے بڑے بھائی صاحب۔ میں تمہیں سزا دینے آیا ہوں۔ میں تمہیں اندھا کر دوں گا تا کہ تم لوٹی ہوئی دولت کے دلفریب نظاروں سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاؤ۔ بس اب بہت ہو چکا۔'' میں نے نفرت سے کہا پھر دوسرا منتر پڑھ کر ان کی آنکھوں کی سمت پھونکا۔ اس بار بھائی صاحب کے حلق سے ابھرنے والی چیخ بڑی ہی کربناک تھی۔ گھٹنا چھوڑ کر انہوں نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے اور زمین پر تڑپنے لگے جیسے ذبح ہوتے وقت بکرا ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ ان کی آنکھوں سے بہتے ہوئے خون سے پورا چہرہ لہولہان ہو گیا تھا۔

ابھی میں یہ تماشا دیکھ ہی رہا تھا کہ ہال میں یکے بعد دیگرے تین ہٹے کٹے پولیس والے گھس آئے۔ ان کے ساتھ ایک خواجہ سرا بھی تھا جس نے غالباً ہال میں ہونے والے ہنگامے کی اطلاع انہیں دی تھی۔ میں اپنی جگہ بے پروائی سے کھڑا ان کو دیکھتا رہا۔ اچانک ایک پولیس والے کی نظر اپنے ایس پی

کی لاش پر پڑی تو وہ حیرت سے اچھل پڑا اور مجھے مخاطب کر کے بڑے کرخت لہجے میں بولا۔

''ایس پی صاحب کا قتل کس نے کیا ہے؟''

''مجھے کیا پتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''تم خود ہی چھان بین کر کے معلوم کر لو۔''

''قاتل یہی ہے۔'' بھائی صاحب تڑپتے ہوئے بولے۔ ''اسے گرفتار کر لو۔ یہی مردود ہمارا قاتل ہے۔''

تینوں پولیس والے بیک وقت میری طرف بڑھے لیکن پھر اچانک یوں ساکت ہو گئے جیسے اچانک کسی غیر مرئی قوت نے ان کے جسموں سے روح قبض کر کے انہیں پتھر کی بے جان مورتوں میں تبدیل کر دیا ہو۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ یہ کیوں کر ہوا کہ خوشبو کا ایک تیز جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا۔ اس کے ساتھ ہی میرے کانوں میں پاربتی کی مدھر آواز گونجی۔

''کرشن کمار، ہم نے تمہیں جو مہان شکتی دان کی ہے، اس کا استعمال اس طرح نہ کرو کہ دھرتی کے رہنے والے تمہیں بھگوان سمجھ کر تمہاری پوجا شروع کر دیں۔''

''دیوی۔'' میں آنکھ بند کر کے خوشی سے سرشار لہجے میں بولا۔ ''آج میری بیاکل آتما کو چین آ گیا۔ آج میرے ہردے میں دہکتی آگ کچھ کم ہوئی ہے۔ تیری بڑی کرپا ہے دیوی جو تو نے اپنے سیوک کو اتنی شکتی دان کر دی۔''

''کرشن، تمہارا یہاں دیر تک رکنا مناسب نہیں ہے۔''

اتنا کہہ کر خوشبو کا جھونکا غائب ہو گیا۔ میں نے آنکھ کھول کر ماحول کا جائزہ لیا تو مجھے ہنسی آ گئی۔ تینوں پولیس والے اور خواجہ سرا تقریباً پتھر کے بے جان بتوں کی طرح اپنی اپنی جگہ کھڑے تھے۔ وہ آگے بڑھنا چاہتے تھے لیکن ان کے قدم رک جاتے تھے۔ میں ان کے قریب سے ہو کر گزرتا چلا گیا لیکن وہ کچھ نہ کر سکے۔ وہ اپنی جگہ مضطرب کھڑے رہے۔

میں قدم بڑھاتا کوٹھی سے باہر آیا اور پیدل ہی ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ گاڑی میں نے پہلے ہی واپس کر دی تھی۔ کہیں ہنگامے کی صورت میں ڈرائیور کو بھی یہ راز معلوم نہ ہو جائے کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔''

میرے دل پر چھایا ہوا بوجھ اب کسی حد تک اتر چکا تھا۔ آج میرے انتقام کا سب سے بڑا مرحلہ پورا ہو گیا تھا۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ بھائی صاحب نے مجھے یہ بتا دیا کہ ان کی بیوی ابھی حیات ہیں اور بچے بھی ہو چکے ہیں ورنہ عین ممکن تھا کہ میں غیظ و غضب کی حالت میں ان کا بھی وہی حال کرتا جو ماتھر کا کر چکا تھا، بہر حال مجھے اطمینان تھا کہ میں نے جاگیردار صاحب کو ایسی سزا دی ہے کہ جسے وہ مرتے مرتے بھی نہ بھلا سکیں گے۔ اب مجھے اپنے دوسرے بھائیوں سے انتقام لینا تھا۔ ہر چند کہ وہ بڑے بھائی

کے مقابلہ میں زیادہ قصوروار نہیں تھے لیکن جس وقت میری حق تلفی کی گئی تھی، اس وقت ان لوگوں نے بھی میری طرف سے نظریں پھیر لی تھیں اور میری حمایت میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

کوٹھی سے میرا ہوٹل جہاں میں قیام کر رہا تھا، بمشکل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھا لیکن میں نے جان بوجھ کر اپنے اندازے کے مطابق ایک طویل راستہ اپنایا تھا جو زیادہ تاریک اور سنسان تھا۔ گوکہ مجھے کسی کا خوف نہیں تھا پھر بھی میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ خواہ مخواہ کوئی آدمی میرا پیچھا کرنے کی کوشش کرے اور وہ غریب بھی مفت میں مارا جائے۔ میری نظروں کے سامنے اس وقت بھی وہی دل خوش کن منظر گھوم رہا جب بھائی صاحب اندھے ہو کر زمین پر تڑپ رہے تھے اور انہوں نے پولیس والوں کو میری گرفتاری کا حکم صادر فرمایا تھا۔ ان کی کربناک چیخوں کی آواز اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔



جب میں اپنی دھن میں مست ہوٹل کی طرف جا رہا تھا، میرا جی پاربتی سے ملنے کو چاہ رہا تھا جو مسرت مجھے اس وقت ملی تھی، وہ سب اس کی کرپا تھی۔ طاقت بڑی چیز ہے۔ اس کا نشہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ اس میں جو لذت ہے، وہ کسی اور چیز میں نہیں۔ میرے سامنے اب دنیا ہیچ تھی۔ میرا دل کارناموں پر کارنامے انجام دینے کے لئے مضطرب تھا۔ میری داستان کا یہ نقطہ عروج تھا۔ میں نے اپنے بڑے بھائی سے انتقام لے لیا تھا۔ میں مستقبل میں اپنی خوب صورت زندگی کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اچانک اس سنسان اور اندھیرے راستے میں ایک واقعہ پیش آیا جو مجھے یوں یاد رہا کہ اس کی نوعیت عجیب تھی۔ پہلی بار میں نے کسی دوسرے کے معاملے میں ٹانگ اڑائی تھی۔ میرا خیال ہے میں اسے قارئین کو بھی سناؤں۔ یوں تو اس کے بعد عجیب و غریب کارناموں کا ایک طویل سلسلہ ہے مگر انہیں نہیں لکھوں گا بلکہ یہ تحریر اپنی سرگزشت تک محدود رکھنے کی کوشش کروں گا۔ ہاں تو میں ہوٹل کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک مخالف سمت سے کوئی نمودار ہو کر اتنی زور سے مجھ سے ٹکرایا کہ میں نے اگر فوری طور پر خود کو سنبھال نہ لیا ہوتا تو یقیناً گر پڑا ہوتا۔ ٹکر اس قدر زوردار اور اچانک تھی کہ میرا اچھا خاصا موڈ خراب ہو گیا۔ قریب تھا کہ میں گھوم کر غصے سے ٹکرانے والے پر وار کر بیٹھتا کہ ایک گھبرائی ہوئی نسوانی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''معاف کرنا بھائی۔''

''تم کون ہو؟'' میں نے سنبھل کر اس عورت کو دیکھا جو سرتاپا ایک سفید چادر اپنے جسم کے گرد لپیٹے منہ دوسری طرف کئے کھڑی تھی۔ میں اس کی آواز سن کر ہی سمجھ گیا تھا کہ اس پر ضرور کوئی افتاد پڑی ہے۔ اس کی پھولی پھولی سانسوں نے میرے انداز کی تصدیق بھی کر دی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے میں اس کی شکل نہیں دیکھ سکا تھا۔

عورت مجھے جواب دینے کے بجائے آگے بڑھی تو میں نے لپک کر اس کا راستہ روک لیا اور نرمی سے بولا۔

''بہن، جب تو نے مجھے بھائی کہا ہے تو پھر مجھے اپنا دکھ بتانے سے کیوں گھبراتی ہے۔ شاید میں تیری کوئی مدد کر سکوں۔''

''خدا کے لئے مجھے جانے دو۔ اگر وہ پیچھا کرتا ہوا یہاں آ گیا تو مجھے جان سے مار ڈالے گا۔'' عورت نے خوف زدہ آواز میں کہا پھر پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھنے لگی۔

''کیا وہ تیرا دشمن ہے جو تجھے قتل کرنا چاہتا ہے؟'' میں نے بدستور نرم آواز میں سوال کیا۔

''دشمن ......'' عورت نے درد بھرے لہجے میں کہا پھر توقف سے بولی۔ ''اگر وہ دشمن ہی ہوتا تو مجھے کوئی ملال نہ ہوتا۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہ میرا شوہر ہو کر بھی میری جان کا لاگو ہو گیا ہے۔''

''بات کیا ہے، مجھے سچ سچ بتا۔ شاید میں تیری کوئی مدد کر سکوں۔ کیا تیرے شوہر کو تجھ پر شک ہو گیا ہے۔''

''ہاں۔'' عورت نے ایک بار پھر پلٹ کر پیچھے کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اسے شبہ ہے کہ میں بدکردار ہوں۔ بھائی میں اپنے خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ آج تک میں نے کبھی اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور مرد کو نظر بھر کر نہیں دیکھا۔''

''پھر ...... شبے کی کیا وجہ ہے۔'' میں نے قدرے سنجیدگی سے پوچھا۔

''مجھے مت روکو بھائی، وہ مجھے نہ پا کر ضرور میرا پیچھا کرے گا۔''

''بہن تو نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔'' میں نے اسے مزید تشفی دیتے ہوئے کہا۔ ''مجھے اپنی پوری کتھا سنا دے۔ میں وچن دیتا ہوں کہ تیری مدد ضرور کروں گا۔''

''کیا تم ہندو ہو۔'' عورت نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ میں نے دو چار لفظ چونکہ ہندی کے بول دئے تھے اس لئے وہ مجھے ہندو سمجھ بیٹھی تھی۔

''گھبراؤ مت، میں یونہی روانی میں وچن اور کتھا کے لفظ بول گیا تھا۔ ہاں تو تم نے بتایا نہیں کہ تمہارے شوہر کو تمہارے اوپر بدکردار ہونے کا شک کیسے ہوا تھا۔''

''اس نے اپنے بھائی کے کہنے پر مجھے گناہ گار تصور کر لیا ہے۔'' عورت نے آہستگی سے کہا۔ ''دراصل وہ بے حد بے غیرت اور بدکردار واقع ہوا ہے۔ اس نے اپنی بھابی پر بری نظر ڈالی۔ وہ مجھے گناہ گار کرنا چاہتا تھا۔ میرے انکار پر وہ مجھ سے بدلہ لینے پر آمادہ ہو گیا اور نہ جانے اپنے بھائی سے کیا کیا الٹی سیدھی لگا دی یا جادو کر دیا کہ وہ میرا دشمن ہو گیا۔ گزشتہ ایک ہفتے سے وہ مجھے کمرے میں بند کئے ہوئے مجھ پر ظلم توڑ رہا ہے۔ اس نے مجھے لاٹھیوں سے مارا ہے اور بھوکا پیاسا رکھا۔ آج اتفاق سے مجھے موقع مل

گیا اور میں وہاں سے بھاگ نکلی۔''

''اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟''

''سوچتی ہوں، رسوائی کی اس زندگی سے نجات حاصل کرلوں یا پھر گلبرگ میں اپنی بیوہ اور معذور ماں کے پاس چلی جاؤں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا بھائی، میں کیا کروں۔''

''تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ساتھ اپنے شوہر کے گھر واپس چلو۔''

''نہیں... وہ مجھے جان سے مار ڈالے گا۔'' عورت نے ملتجی آواز میں جواب دیا۔

''میرے ہوتے ہوئے تمہیں ڈرنا نہیں چاہیئے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔''

پہلے تو وہ عورت کسی طور گھر جانے پر آمادہ نہ ہوئی اور بار بار یہی کہتی رہی کہ شوہر اسے زندہ نہیں چھوڑے گا لیکن جب میں نے اسے ہر طرح سے یقین دلایا کہ میری موجودگی میں اس کا شوہر یا دیور اس کا بال بھی بیکا نہ کرسکیں گے اور یہ کہ میں حالات پر قابو پالوں گا تو وہ طوعاً و کرہاً میرے ساتھ واپس جانے پر آمادہ ہوگئی۔

عورت کا گھر دو فرلانگ دور تھا۔ راستے میں وہ مجھے اپنے اور اپنے شوہر کے ظلم کے بارے میں بہت ساری باتیں بتاتی رہی۔ شاید اس لئے کہ اسے میری باتوں پر مکمل اعتماد ہوگیا تھا یا پھر یہ ممکن تھا کہ وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے مجھے ہمدرد جان کر سب کچھ کہے جا رہی تھی لیکن میں اپنی سوچوں میں گم تھا جہاں تک اس عورت کی ذات کا تعلق تھا۔ میں نے اس سے پہلے کبھی اس کی آواز نہ سنی تھی مگر اتنا مجھے یقین تھا کہ وہ انتہائی شریف اور اعلیٰ کردار کی مالک ہے۔ گھر سے وہ محض اس لئے فرار ہوئی تھی کہ اپنی زندگی داؤ پر لگا کر شوہر اور اس کے بھائی کے درمیان کوئی خطرناک صورت نہ پیدا ہونے دے۔ بہر حال میں طے کر چکا تھا کہ اس بے کس اور مجبور عورت کی مدد ضرور کروں گا۔

جس وقت وہ مجھے اپنے ساتھ لئے مکان پر پہنچی تو اندر سے زور زور سے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھی۔ کوئی مرد بڑے غصے کی حالت میں عورت کو گالیاں بک رہا تھا۔ دوسرا اس کے اشتعال کو اور ہوا دے رہا تھا۔

میں سمجھ گیا کہ عورت کا شوہر اپنے کمینہ خصلت بھائی سے مخاطب ہے۔ اشارے سے میں نے عورت کو باہر رکنے کو کہا پھر بے دھڑک مکان کے اندر داخل ہوگیا۔ جس کمرے میں وہ دونوں موجود تھے اس کے دروازے پر پہنچ کر خاموشی سے رک گیا اور ان کی گفتگو سننے لگا۔

''لیکن وہ اس وقت گئی کہاں ہوگی۔'' ایک شخص نے جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا، تلملاتے ہوئے کہا۔ یہ غالباً اسی عورت کا شوہر تھا جو راستے میں مجھ سے اتفاقاً ٹکرا گئی تھی۔

''میں نے تو آپ سے پہلے کہا تھا بھائی صاحب اس کے لچھن اچھے نہیں ہیں۔'' دوسرا بولا۔ ''ماں کے گھر بھلا کیا منہ لے کر جائے گی اور چلی گئی تو وہ بڑھیا کھلائے پلائے گی کہاں سے۔''

''تم نے اگر مجھے پہلے تفصیل سے بتایا ہوتا تو میں اسے زندہ دفن کر دیتا۔'' شوہر نے کفِ افسوس ملتے ہوئے غصیلی آواز میں کہا۔ ''لوگوں کو حالات کا علم ہوگا تو وہ کیا سوچیں گے۔''

''اگر آپ کہیں تو میں جا کر اس کے گھر والوں سے پتا کروں۔ ہوسکتا ہے وہ وہیں چلی گئی ہو۔''

''اس وقت تمہارا وہاں جانا ٹھیک نہیں۔ صبح دیکھا جائے گا۔'' عورت کا شوہر جو درمیانے طبقے کا ایک فرد نظر آ رہا تھا جھلا کر بولا پھر وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ اچانک اس کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ میں نے اس کی غصیلی آنکھوں میں خون ابلتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ وہ مجھے کن نظروں سے جانچنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس کے تیور ہر لحظہ خراب ہوتے جا رہے تھے۔ اس کی دیکھا دیکھی اس کے بھائی نے بھی مجھے گھورنا شروع کر دیا لیکن میں بدستور لاپروائی سے کھڑا ان کے چہروں کے بدلتے ہوئے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

''کون ہو تم اور تمہیں میرے مکان میں بلا اجازت داخل ہونے کی ہمت کیسے ہوئی۔'' عورت کے شوہر نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے بڑے سخت لہجے میں مخاطب کیا۔

''میرا نام کرشن کمار ہے۔ آج ہی اجودھیا سے یاترا کر کے واپس پلٹا ہوں، ادھر سے گزر رہا تھا کہ تم لوگوں کی آوازیں سنیں اور اندر چلا آیا۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''تو تم ہندو ہو۔'' دوسرے نے نفرت سے کہا۔

''دھرم کو بیچ میں مت لاؤ مترو (دوستو) پیر فقیر اور پنڈت پجاری دھرم کی جھوٹی سچی باتوں سے بہت بلند ہوتے ہیں۔'' میں نے اس بار قدرے سنجیدگی سے کہا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم لوگ سادھوؤں اور پجاریوں کا روپ دھار کر چوری چکاری کے مقصد سے گھروں میں گھس آتے ہو اس لئے اگر جان کی سلامتی چاہتے ہو تو سیدھی طرح اپنا راستہ ناپو ورنہ جوتے مار کر نکالے جاؤ گے۔''

''پجاریوں سے تمہارا برتاؤ ٹھیک نہیں ہے۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔ ''مہان دیوی اور دیوتاؤں نے میری آنکھوں کو ایسی شکتی دان کر دی ہے کہ میں من کا بھید بھی جان سکتا ہوں۔ کیا تم اس سے اپنی دھرم پتنی کی باتیں نہیں کر رہے تھے۔''

''پجاری۔'' دوسرے بھائی کا قہقہہ ابل پڑا۔ ''دیوتاؤں نے تجھے شکتی دان کر دی ہے۔'' وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ ''میں کہتا ہوں ہمارے درمیان نہ پڑ۔ جا اپنا راستہ سنبھال۔ اگر مجھے طیش آ گیا تو سارا پجاری پن اور دان کی ہوئی شکتی نکال دوں گا۔'' وہ مجھ پر برس پڑا۔

''تو چپ رہ پاپی، زبان کو لگام دے۔ یہ سب تیرے ہی کارن ہوا ہے۔ تو نے اپنے بھائی کی استری پر جھوٹے الزام لگائے ہیں، میں اس کی اصلیت کو جان چکا ہوں۔ کیا یہ جھوٹ ہے کہ تو نے اس دیوی کے شریر کو اپنی گندی خواہشات کا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ تو جب اس نے انکار کیا تو تو نے اس سے بدلہ لینے کے کارن اس پر بہتان لگائے اور اپنے مورکھ بھائی کے کان بھر دیئے۔''

میرے لہجے کی سختی اور کھری کھری باتوں نے ایک پل کے لئے اسے گڑبڑا دیا۔ عورت کا شوہر میری زبان سے یہ سب کچھ سن کر سکتے میں آ گیا۔ ایک نظر اس نے اپنے بھائی پر ڈالی پھر مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''تمہارے پاس ان باتوں کا کیا ثبوت ہے؟''

''تم ثبوت چاہتے ہو۔'' میں نے عورت کے شوہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ ''میں تمہیں تمہاری استری کے نردوش ہونے کا ثبوت دے سکتا ہوں پرنتو تم کو بھی ایک وچن دینا ہوگا۔''

''کیا؟''

''جو بھی پاپی ثابت ہوا اسے جوتے مار کر گھر سے نکال دو گے اور پھر کبھی اس کی ناپاک صورت نہیں دیکھو گے۔''

''مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے۔''

میں ان دونوں کو گھورتا ہوا باہر آیا اور عورت کا ہاتھ تھام کر اسے اندر لے گیا۔ شوہر کی نظر اپنی بیوی پر پڑی تو وہ غصے سے اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔ اس کا بھائی بدستور مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ شاید اسے یقین نہیں تھا کہ میں عورت کی بے گناہی کا ثبوت دے سکوں گا۔ عورت بے چاری سہمی ہوئی سر جھکائے چپ چاپ کھڑی تھی۔ میری طرف چونکہ اس نے پشت کر رکھی تھی اس لئے میں بھی اس کی شکل نہ دیکھ سکا لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ چھوٹا بھائی کمینہ ہونے کے علاوہ اور بھی کچھ ہے۔ جب میں نے عورت کی صفائی کے لئے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ مجھے محسوس ہوا کہ میری زبان لڑکھڑا رہی ہے۔ میں نے حیرت سے چھوٹے بھائی کی طرف دیکھا۔ وہ طنزیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں خوفناک ہو گئی تھیں۔ ایک لمحے میں، میں سمجھ گیا کہ اسے بھی دو چار ہاتھ آتے ہیں اور میرا واسطہ ایک غیر معمولی شخص سے پڑا ہے۔ اب ساری بات میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ اس نے اپنے کسی عمل یا منتر سے میری زبان کو قابو کر لیا تھا۔ میں نے بھی اسے گھور کر دیکھا۔ دوسرے لمحے میری زبان ٹھیک ہو گئی۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اس کی خونی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

''دیوی۔'' میں نے عورت کو مخاطب کرتے ہوئے نرمی سے کہا۔ ''جو کچھ تجھ پہ گزری ہے، وہ صاف صاف کہہ دے۔''

عورت میری بات سن کر ہچکچائی تو اس کے شوہر نے کڑک کر کہا۔

''میں جانتا ہوں کہ تو اسے سکھا پڑھا کر لایا ہے اور تیرا اس کا کیا رشتہ ہے۔ اگر یہ بے گناہ تھی تو اسے گھر سے بھاگنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟''

اس تہمت پر مجھے جوش آ گیا۔ اب میرا معاملہ میری برداشت سے باہر ہو چکا تھا۔ پہلے تو میں نے یہی سوچا کہ ایک ہی اشارے سے اس شخص کو جلا کر بھسم کر ڈالوں لیکن عورت کا خیال آیا تو خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گیا اور تب ہی میں نے دوسرے مرد کو گھور کر دیکھا اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''میں پاربتی دیوی کے شبھ نام پر تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنی گندی زبان کھول اور خود اپنے من کو سچ اگلنے پر مجبور کر دے۔''

''مم... میں نے... کچھ نہیں کیا۔'' اس نے شاید میری طاقت کا اندازہ لگا لیا تھا۔

''مورکھ... یاد رکھ کہ اگر تو نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو دیوی کی شکتی تجھے معاف نہ کرے گی۔ یہ جو تو دو چار منتر جانتا ہے اس کا تماشا ابھی دیکھ لے گا۔''

اس بار اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اسے مستقل گھورے جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ دیکھیں پاربتی دیوی کی مہان شکتی کیا کرتی ہے۔ یکلخت عورت کے دیور کی زبان چل پڑی۔ اس نے وہ تمام باتیں ٹیپ ریکارڈر کی طرح بیان کر دیں جو عورت نے مجھے راستے میں بتائی تھیں۔ اس نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ وہ اپنی بھابی کے ساتھ ناجائز تعلقات استوار کرنے کا خواہش مند تھا لیکن جب اس نے انکار کیا تو وہ کمینگی پر اتر آیا اور چرب زبانی سے کام لے کر بھائی کے دل میں بیوی کی طرف سے شکوک پیدا کر دیئے۔ اس نے یہ بھی اقرار کر لیا کہ اس نے ایک عامل سے دو چار عمل سیکھ کر اپنے بھائی کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا لیکن بھابی کی پارسائی کے سبب اس پر یہ حربہ کارگر نہ ہو سکا۔ اس نے کہا کہ شروع ہی سے اس کی نیت بھابی کے معاملے میں خراب تھی۔

عورت کا شوہر گنگ کھڑا اپنے بھائی کے چہرے کو تکتا رہا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا پھر جیسے ہی بیان ختم ہوا بڑا بھائی طیش میں آ کر جھپٹا اور چھوٹے بھائی کو مارنے پیٹنے لگا۔ ایک بار تو اس نے چھوٹے بھائی کو زمین پر گرا دیا اور خود اس کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اس کا گلا گھونٹنے لگا۔ قریب تھا کہ وہ اسے جان سے مار ڈالتا لیکن میں نے آگے بڑھ کر اسے علیحدہ کر دیا اور بولا۔

''تم نے مجھے وچن دیا تھا کہ اسے گھر سے نکال دو گے اور پھر کبھی اس کی صورت نہیں دیکھو گے۔''

''میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔ یہ اسی قابل ہے۔'' وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا۔ ''اس کمینے نے میری بیوی پر جو بے بنیاد الزام تراشے ہیں، اس کی سزا یہی ہے کہ

میں اس ذلیل کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر دوں۔"

"اگر مجھے تمہاری استری کا خیال نہ ہوتا تو میں بڑی خوشی سے اس بات کی اجازت دے دیتا پرنتو اب یہ مناسب نہیں ہے۔ اگر تم نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تو خود بھی نہ بچ سکو گے اور یہ بے چاری دربدر کی خاک چھانتی پھرے گی۔"

میری بات اس کی سمجھ میں آ گئی چنانچہ اس نے اپنے بھائی کو حقارت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"جا، دفع ہو جا یہاں سے اور پھر کبھی اپنی ذلیل صورت نہ دکھانا ورنہ زندہ دفن کر ڈالوں گا۔"

چھوٹا بھائی جو اپنی قلعی کھل جانے سے بے حد گھبرا گیا تھا اس موقع کو غنیمت جان کر برق رفتاری سے بھاگ گیا۔ اس کے جانے کے بعد عورت کا شوہر میرے قریب آیا اور بڑی لجاجت سے بولا۔ "مہاراج، میں تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ اگر تم نہ آتے تو میں اپنے غصے اور اندھے پن میں نہ جانے کیا کر چکا ہوتا۔ یقیناً کسی غیبی طاقت نے تمہیں اس کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔"

"تم قسمت کے دھنی ہو مہاشے، جو تم کو ایسی نیک استری ملی ہے۔ اگر تم سارا جیون اس دیوی کے چرنوں کی پوجا کرتے رہو تو بھی اس کی بلندی کو نہ چھو سکو گے۔"

"مہاراج، میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔"

"سنو مہاشے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر تم میرے احسان مند ہی ہو تو مجھے وچن دو کہ پھر کبھی تم اپنی دیوی سمان پتنی کو برا نہ سمجھو گے اور ہمیشہ اس کی پوجا کرو گے۔ یاد رکھو اسے میں نے بہن کہا ہے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں مہاراج۔" شوہر نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

مجھے اس کے لہجے سے صداقت کی بو آ رہی تھی۔ عورت جسے میں نے بہن کہا تھا ابھی تک اپنا منہ دوسری طرف کئے خاموش کھڑی تھی۔ نہ جانے میرے دل میں کون سا چھپا ہوا جذبہ جاگا کہ میں نے بڑی عقیدت سے آگے بڑھ کر شفقت بھرے انداز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

اس کا شوہر جو میرا بے دام غلام بن چکا تھا، میرے پیچھے پیچھے سڑک تک باہر آیا۔ وہ چاہتا تھا کہ میں کچھ دیر اور وہاں رکوں لیکن میں اسے تسلی دیتا ہوا اپنے ہوٹل کی طرف چل دیا۔

جس وقت میں ہوٹل میں پہنچا اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ ممکن ہے اب تک کسی نے بھائی صاحب کی کوٹھی پر پیش آنے والے واقعات کی مخبری پولیس کو کر دی ہو اور پولیس کا دستہ مجھے گرفتار کرنے کے لئے وہاں موجود ہو لیکن میرے خدشات غلط ثابت ہوئے۔ ویسے بھی میں نے طے کر چکا تھا کہ اگر پولیس والوں نے مجھے ایس پی ماتھر کے سلسلے میں پریشان کرنے کی کوشش کی تو میں ان

کو ایسی سخت سزا دوں گا کہ پھر پولیس کا کوئی کارندہ کبھی کسی پجاری کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی ہمت نہ کر سکے گا۔

میں نے اپنے کمرے میں جا کر کپڑے تبدیل کئے اور کمال عقیدت سے اپنے سوٹ کیس سے پاربتی کی مورتی نکال کر ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے خاموش کھڑا ہو گیا۔ پاربتی کی مورتی مجھے مسکراتی ہوئی محسوس ہوئی۔ مجھے اس کے حسن جمال کی وہ نوازش یاد آ گئی جو حیدرآباد آنے سے قبل اس نے مجھ پر کی تھی۔ اف! وہ لذت، وہ جمال دلفروز، اس موقع پر مجھے یاد آیا۔ آج میں نے رنگ و نشاط کی ایک محفل میں حسین و جمیل دوشیزاؤں کو دیکھا تھا۔ اس وقت پاربتی مجھے بے حد یاد آ گئی۔ میں نے مسکراتی ہوئی مورتی کو جی بھر کر دیکھا اور بے اختیار ہو کر اسے چوم لیا۔ میں نے بڑا بلب گل کر دیا اور رات کا چھوٹا بلب جلا دیا۔ میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا، ابھی غنودگی طاری نہیں ہوئی تھی کہ صندلی خوشبو کا ایک دلنواز جھونکا، میری قوت شامہ سے ٹکرایا۔ وہی معطر جھونکا، وہی ماحول، میں سمجھ گیا کہ پاربتی دیوی مجھے درشن دینے یہاں آئی ہوئی ہے اور اس وقت میرے کمرے میں موجود ہے۔ میں خوشی سے سرشار ہو گیا اور خوابیدہ لہجے میں مہان دیوی کو مخاطب کر کے بولا۔

"دیوی، تیرا یہ سیوک تیری کرپا کا شکر گزار ہے۔"

"میں جانتا ہوں دیوی تو میری رہبری کے لئے آئی ہے۔ میں جانتا ہوں۔" میں نے جھومتے ہوئے کہا۔

پھر میری آنکھوں نے دیکھا کہ پاربتی دیوی سرخ رنگ کی ساڑھی میں ملبوس سورج مکھی کے خوب صورت پھول کی طرح میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی ہے۔ اس کا رنگ روپ آج مجھے پہلے کے مقابلے میں زیادہ حسین نظر آ رہا تھا۔ چند لمحے تک میں اس کے سراپا کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر میں نے آگے بڑھ کر مہان دیوی کے چرن چھو لئے۔

"اٹھو کرشن کمار، میں تمہاری بھگتی سے بہت خوش ہوں۔ تمہیں میری دان کی ہوئی شکتی سے غلط کام نہیں لینے چاہئیں۔"

"دیوی۔" میں جلدی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔"

"کرشن کمار، یہ شکتی ہر کسی کو پرپت نہیں ہوتی۔ یہ اچھا نہیں ہے کہ تم دنیا والوں کے سامنے اس طرح کھل کر آؤ۔" پاربتی نے مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے نرم اور شفیق لہجے میں کہا۔ "اس طرح تم دھرتی پر بسنے والوں کے لئے تماشا بن جاؤ گے۔"

"دیوی اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے تو اس کے لئے مجھے شما کر دے۔ پرنتو میں نے جان کر کوئی ایسی حرکت نہیں جو تجھے بری لگے۔ میں نے یہ سب تیری آگیا سے کیا ہے۔"

"بھائی سے انتقام لینے کے بعد تمہیں زہرہ بائی اور ماتھر سے ٹکرانے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"وہ دونوں پاپی تھے۔" میں جلدی سے بولا۔

"پاپ اور پُن کے چکر میں مت پڑو کرشن کمار۔ یہ فیصلہ تمہارے کرنے کا نہیں۔ یہ باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔" پاربتی نے مسکرا کر جواب دیا۔ پھر ایک ادا سے چلتی ہوئی مسہری پر جا بیٹھی۔ میں بدستور اس کے حسن کی رنگینیوں میں محو تھا۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح پاربتی دیوی سے شما چاہوں کہ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے مسکرا کر دیکھ رہی ہے۔ میں کھنچتا ہوا اس کے قریب چلا گیا اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ پاربتی نے میرا ہاتھ تھام لیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں ہواؤں میں تحلیل ہو گیا ہوں۔

وہ مجھے شیریں لہجے میں بتا رہی تھی کہ وہ ان گنت صفات کی مظہر ہے۔ جہاں غیظ و غضب کی مظہر ہے، وہاں اسے محبت اور رحم بھی پسند ہے۔ اسی کارن میں نے اس عورت کو تمہارے پاس بھیجا تھا کہ تم اس کے جیون میں رس گھول سکو۔ میں یہ بھی دیکھنا چاہتی تھی کہ تمہارے اندر شکتی پراپت ہونے کے بعد کتنی دیا باقی رہ گئی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے دیالو ہونے کا ثبوت دیا۔ اگر تم اس کی مدد نہ کرتے تو اس کا وشٹ دیور دو چار منتروں سے اس کے پریوار کو نار بنا دیتا۔"

"دیوی۔" میں نے عقیدت سے کہا۔ "میں تجھے وچن دیتا ہوں کہ تیری مرضی اور آگیا کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔"

"میں جانتی ہوں کرشن کمار۔" پاربتی دیوی نے کہا۔

پاربتی کا قرب مجھے حاصل تھا۔ وہ اس وقت میرے بہت ہی قریب تھی۔ میں اپنی خوش قسمتی پر ناز کر رہا تھا کہ اتنی جلدی دوبارہ پاربتی کے درشن کر لئے۔ اصل میں آج میں نے اسے یاد بھی بہت کیا تھا۔ مجھے اعتراف ہے کہ دیوی کی عظمت و قوت کا کچھ ایسا سکہ میرے ذہن پر بیٹھا تھا کہ مجھے اپنا ماضی یاد نہیں رہا تھا۔ میں کھلے دل اور صاف دل سے اسے چاہتا تھا اور ہر طرح سے میری کوشش تھی کہ میں اسے خوش کر سکوں۔

پاربتی نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی۔ "کرشن کمار، آج اپنے بڑے بھائی کے ہاں تم بہک گئے تھے۔ تم نے اپنے ہردے (دل) میں زہرہ کو پانے کی اچھا کی تھی۔ مجھے خوشی ہے کہ پھر تم نے جلد ہی اس کے خیال کو جی سے نکال دیا۔ اب میں چاہتی ہوں کہ تمہیں کچھ دن کے لئے اپنے ساتھ اپنے پوتر استھان پر لے چلوں جہاں تم سکھ اور چین سے رہ سکو۔"

"دیوی، یہ میری خوش قسمتی ہوگی کہ میں تیرے چرنوں میں رہوں۔ پرنتو کیا میں کچھ روز اپنی مرضی سے یہاں نہیں رہ سکتا۔" میں نے دبی زبان سے کہا۔ "میں دیکھنا چاہتا تھا کہ پولیس ماتھر اور زہرہ

بائی کے سلسلے میں کیا کرتی ہے۔

"کرشن کمار۔" پاربتی نے اس قدر سنجیدگی سے کہا کہ میں لرز اٹھا۔ "تم پجاریوں، رشیوں اور منیوں میں ابھی سب سے پیچھے ہو۔ میں تم پر مہربان ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم ان پجاریوں سے آگے نکل گئے ہو۔ جنہوں نے اپنا جیون تپسیا میں گزار دیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اتنے بڑے شکتی یوردک (طاقت والے) پجاریوں کی شکتی سے آگے بڑھ گئے ہو۔ ابھی بلوانوں کی سی شکتی حاصل کرنے کے لئے تمہیں بہت سارے جاپ کرنے ہوں گے۔ تپسیا سے منش، منش نہیں رہتا منشوں سے بڑا ہو جاتا ہے۔ کڑی تپسیا کر کے منش کو یہ سارا جیون سمجھ آتا ہے۔ تم نے تو ابھی ایک ہی جاپ کیا ہے۔"

"دیوی، تو مجھے راہ بتا میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

پاربتی نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا اسے سن کر میرے ذہن میں موہن لال کا نام ابھر آیا تھا۔ موہن لال جس نے افضل بیگ کی حیثیت میں مجھے بے انتہا اذیتیں پہنچائی تھیں۔ مجھے بھوکا پیاسا رکھا تھا۔ بھائی صاحب سے انتقام لینے کے بعد اچانک میرے ذہن میں موہن کا خیال آیا۔ موہن لال جس سے میں شدید نفرت کرتا تھا اور جسے زیر کرنے کے لئے میں نے یہ روپ دھارا تھا۔

میں ابھی موہن لال کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ پاربتی نے میرا ہاتھ تھام کر آہستہ سے دباتے ہوئے بڑی مدھم آواز میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "دھیرج رکھو کرشن کمار۔"

"دیوی، تیرا یہ سیوک تجھ سے جھوٹ نہیں بولے گا۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ میں سمجھ گیا کہ پاربتی نے میرے دل کی بات پڑھ لی ہے۔ "سونا گھاٹ کے پجاری نے مجھے جو تکلیفیں پہنچائی ہیں، وہ ابھی میں بھولا نہیں ہوں۔ میری سب سے بڑی خواہش ہے کہ اب میں موہن لال سے بھی اپنا بدلہ لوں۔"

پاربتی نے میری بات کا فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے خوب صورت چہرے پر ابھرنے والے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی اہم گتھی کو سلجھا رہی ہے۔ کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھی نہ جانے کیا سوچتی رہی پھر اس نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولی۔

"کرشن کمار، یہ بات اچھی طرح یاد رکھو کہ ابھی تم نے ایسی شکتی نہیں حاصل کی جو موہن لال سے ٹکراؤ کی صورت میں تمہاری سہایتا کر سکے۔"

"پھر تو ہی بتا دیوی کہ مجھے کیا کرنا ہوگا۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا تجھے نہیں معلوم کہ موہن لال نے تیری دان کی ہوئی شکتی کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔"

"میری اچھا ہے کرشن کمار کہ تم اپنے من سے موہن لال کا دھیان نکال دو۔"

"دیوی، اگر یہ تیرا حکم ہے تو میں مجبور ہوں پرنتو میری سب سے بڑی اچھا یہی ہے کہ میں موہن

لال کو نیچا دکھا سکوں۔"

"مجھے معلوم ہے کرشن کمار کہ تمہارے من میں کیا ہے۔" پاربتی بڑے سنجیدگی سے بولی۔ "پرنتو میں اپنے ایک مہان بھگت اور سیوک سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتی۔ موہن لال بھگتوں میں سب سے مہان اور سیوکوں میں سب سے اُتم ہے۔"

"تیری بڑی کرپا ہوگی دیوی!" میں نے اس کے نرم و نازک ہاتھ کو دباتے ہوئے کہا۔

"کرشن کمار، اگر تم موہن لال کو نیچا دکھانا چاہتے ہو تو اس کے لئے تمہیں شیو جی مہاراج کے لئے ایک سو اکیس روز تک جاپ کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر تم سونا گھاٹ کے پجاری سے ٹکر نہیں لے سکتے۔" دیوی اب مجھ پر مہربان نظر آ رہی تھی۔

"میں شیو جی مہاراج کے لئے بھی جاپ کرنے کو تیار ہوں۔" میں خوش ہو کر بولا۔

پاربتی نے مجھے خوش دیکھا تو اس کے خوب صورت ہونٹوں پر بھی معنی خیز مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے ٹھیک طرح یاد نہیں۔ صرف اتنا ضرور یاد پڑتا ہے کہ پاربتی نے کوئی جاپ پڑھ کر روشنی کی طرف پھونکا جس کے بعد کمرے میں گھپ اندھیرا پھیل گیا۔ تاریکی میں، میں نے محسوس کیا تھا جیسے ہوا کا ایک لطیف اور معطر جھونکا میرے وجود پر چھاتا جا رہا ہے۔ میرا ذہن آہستہ آہستہ بوجھل ہوتا جا رہا ہے پھر مجھ میں سوچنے سمجھنے کی قوت ختم ہوتی چلی گئی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔



صبح ہوئی تو معلوم ہوا پولیس نے مجھے گرفتار کرنے کے لئے ہوٹل کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

پاربتی دیوی کے قرب میں گزری ہوئی رات کا خمار ابھی تک میرے ذہن پر طاری تھا۔ عیش ونشاط کا دھندلا دھندلا عکس میرے تصورات کے پردوں پر قرمزی رنگ بکھیر رہا تھا۔ میرے اوپر ہلکی ہلکی غنودگی طاری تھی۔ جیسے میں اب بھی خوابوں کی وادی میں محوخرام ہوں لیکن دروازے پر ہونے والی پُرشور دستک نے میرے حسین خواب کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا تھا۔ میں نے جھلا کر آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ کمرے میں سورج کی روشنی داخل ہو چکی ہے۔ خلاف معمول آج میں دیر سے جاگا تھا۔ جس کی وجہ یقیناً یہی تھی کہ ایک تو میں رات گئے بھائی صاحب کی حویلی سے واپس لوٹا تھا اور پھر پاربتی دیوی کی قربت نے مجھ پر ایسا نشہ طاری کر دیا تھا جس کا خمار اس وقت بھی مجھے محسوس ہو رہا تھا۔

"دروازہ کھولو۔" باہر سے کسی کی کرخت آواز ابھری تو میری پیشانی پر بل آ گئے۔ مجھے اس وقت یہ آواز بہت بری لگی۔ پاربتی دیوی کے حسین قرب کی طلسماتی فضا میں یہ مداخلت ناقابل برداشت تھی۔

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ نامعقول شخص کو کیا سزا دوں کہ باہر سے دوبارہ گرج دار آواز ابھری۔

"دروازہ کھولو نہیں تو ہم اسے توڑ دیں گے۔"

میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ تیزی سے میں مسہری سے نیچے اترا اور دروازے کے قریب آ کر طیش میں کہا۔

"کیا بات ہے؟"

"دروازہ کھولو۔" باہر سے کرخت لہجے میں جواب ملا۔ "پولیس پورے ہوٹل کا محاصرہ کر چکی ہے اس لئے اب تمہارے پاس فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

پولیس کا نام سن کر میرے اوپر جلالی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک لمحے کے لئے میں نے خاموش رہ کر حالات کے بارے، میں سوچا پھر بڑے اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر دروازے کی چٹخنی گرا دی اور تیزی سے ایک سمت ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک پولیس انسپکٹر اپنے دو ماتحتوں اور آٹھ دس سپاہیوں کے ساتھ کمرے میں گھس آیا۔ تینوں افسروں کے ہاتھوں میں ریوالور موجود تھے۔ سپاہی بھی اسلحے سے لیس تھے۔ ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مجھے زندہ درگور کر دینے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ غصے کے باوجود مجھے یہ دیکھ کر ہنسی آ گئی کہ مجھ ایک آدمی کو گرفتار کرنے کے لئے پولیس کی پوری ٹولی اسلحے سے لیس موجود ہے۔

انسپکٹر اور اس کے دونوں ماتحت ریوالور تانے مجھے کھا جانے والی قہر آلود نظروں سے گھورتے رہے لیکن میں لاپروائی سے ان کے بگڑے ہوئے تیوروں کو دیکھ رہا تھا۔ پاربتی دیوی نے مجھے جو شکتی دان کی تھی، مجھے اس پر صرف گھمنڈ ہی نہیں بلکہ پورا وشواس تھا۔ میں اگر چاہتا تو ایک اشارے سے پولیس کی ٹولی جلا کر بھسم کر سکتا تھا لیکن فوری طور پر میں نے اس ارادے کو ترک کر دیا۔ مجھے اس بات کا دھیان بھی تھا کہ مہان دیوی نے مجھے رات ہی جارحانہ اقدام کے مظاہروں سے منع کیا تھا پھر بھی میں اس بات کا فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر پولیس والوں نے زیادہ اچھل کود مچائی تو میں انہیں ضرور اس کا مزا چکھاؤں گا۔

"تمہارا نام افضل بیگ ہے؟" پولیس انسپکٹر نے .... غراتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔

"ہاں، کسی زمانے میں میرا نام مرزا افضل بیگ ہی تھا۔ پرنتو اب میرا شبھ نام کرشن کمار ہے۔" میں نے کسی خوف کے بغیر جواب دیا۔

"گزشتہ رات تم جاگیردار صاحب کی حویلی پر موجود تھے کیوں؟"

"اوش موجود تھا۔" میں بولا۔ "میرے ایک متر (دوست) نے بتایا تھا کہ وہاں کنیاؤں کا ناچ گانا ہوتا ہے۔"

"ہوں۔ تو تم وہاں ناچ گانا دیکھنے گئے تھے۔" انسپکٹر نے غصے سے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کے دوسرے تمام ماتحت اپنی رائفلیں اور ریوالور میرے اوپر تانے کھڑے چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔

''کیوں کیا کنیاؤں کا ناچ گانا سننا پاپ ہے۔''

''پاپ کے بچے۔'' انسپکٹر گرج کر بولا۔ ''اگر تم وہاں صرف کنیاؤں کا رقص دیکھنے گئے تھے تو جاگیردار صاحب پر قاتلانہ حملہ اور ایس پی ماتھر کو قتل کیوں کیا تھا۔''

''بھگوان کی مرضی میں منش ذات کو بھلا کیا ادھیکار ہے۔'' میں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

''بکواس بند کرو۔'' انسپکٹر غصے سے لال پیلا ہو کر بولا پھر اس نے دوسرے افسر کو مخاطب کر کے کہا۔ ''ہتھکڑی پہنا دو اس حرام زادے کو۔''

حرام زادے کا لفظ سن کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ غیظ و غضب کے عالم میں، میں اس افسر کو گھورنے لگا جو ہتھکڑی لئے میری سمت بڑھ رہا تھا۔ قریب آ کر اس نے مجھے ہتھکڑی پہنا دی۔ جس کا دوسرا حصہ اس نے خود اپنے ہاتھ میں پہن رکھا تھا، جب تک وہ اپنے کام میں مصروف رہا، میں چپ چاپ کھڑا پیچ و تاب کھاتا رہا اور اس مورکھ کو گھورتا رہا پھر اس نے جب جھٹکا دے کر مجھے اپنے ساتھ باہر لے جانے کی کوشش کی تو میں نے پولیس انسپکٹر کو مخاطب کر کے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

''دیکھو مہاشے۔ اگر تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو اپنے اس رنگروٹ سے کہو کہ ہتھکڑی کھول دے ورنہ میں تمہیں ایسا کشٹ دوں گا کہ تم سارا جیون بیاکل رہو گے۔''

''اوہ......'' انسپکٹر مسکرا دیا اور بڑے طنز بھرے لہجے میں بولا۔ ''گویا اب تم پولیس پر بھی اپنی مکاری کا رعب ڈالنے کی کوشش کر رہے ہو۔''

''مورکھ۔'' میں نے بھی پلٹ کر غصے سے کہا۔ ''کیا تو بھی ماتھر کی طرح دیکھنا چاہتا ہے کہ میں کس قدر مہان شکتی کا مالک ہوں۔''

''مہاتما جی، تمہاری یہ عیاری پولیس پر نہیں چل سکے گی۔ اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ شرافت سے ہمارے ساتھ چپ چاپ چلو۔ دوسری صورت میں ہم تمہاری ایسی درگت بنائیں گے کہ تمہاری صورت بھی نہ پہچانی جائے گی۔ ماتھر صاحب کا قتل کوئی معمولی بات نہیں ہے۔''

''میں پھر کہتا ہوں مورکھ، اپنی ضد سے باز آ جا نہیں تو پچھتائے گا۔'' میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔

''زبان بند رکھ، ورنہ مارے جوتوں سے کھوپڑی پلپلی کر دوں گا۔'' انسپکٹر نے سخت لہجے میں کہا پھر اپنے آدمیوں کو اشارہ کرتے بولا۔ ''لے چلو اس حرام زادے کو۔ اگر یہ اچھل کود دکھائے تو مار مار کر ادھ موا کر دو۔''

حالانکہ پاربتی دیوی نے مجھے اپنی شکتی کا سرِعام استعمال کرنے کو منع کیا تھا لیکن اس وقت میرا ذہن بھٹی کی مانند تپ رہا تھا۔ جس افسر نے مجھے ہتھکڑی پہنائی تھی جب اس نے مجھے گھسیٹنے کی کوشش کی

تو یکلخت میں آپے سے باہر ہو گیا۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن تھا کہ میں اس بے عزتی کو برداشت کر لیتا۔ چنانچہ میں نے پاربتی کا شبھ نام لے کر ایک منتر جاپ کر کے پہلے اپنے اوپر پھونکا پھر زور لگا کر ہتھکڑی کو توڑنے کی کوشش کی۔ ایک ہاتھ کا ہتھکڑی میں کسمسانا تھا کہ لوہے کا ٹھوس قفل پلک جھپکتے ہی گر کر ٹوٹ گیا۔ میں چونکہ اپنے اوپر منتر جاپ کر کے دم کر چکا تھا اس لئے میں تو محفوظ رہا لیکن افسر کی حالت قابل دید تھی۔ وہ پریشان نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر ایک طمانچہ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ اس اچانک حملے کی تاب نہ لا سکا اور دور جا گرا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے اسے سخت چھڑی سے مارا ہو۔ وہ اپنے چہرے کو بار بار سہلا رہا تھا اور کربناک آواز میں چیخ رہا تھا۔

ایک لمحے کے لئے تو کمرے میں سکتہ سا چھا گیا۔ پولیس والے اور انسپکٹر سب ہی انگشت بدنداں رہ گئے جو کچھ ہوا تھا، وہ ان کے لئے غالباً ناقابل یقین ہی تھا لیکن چیختے پیٹتے ہوئے افسر کی قابل رحم حالت دیکھ کر انسپکٹر کو دوبارہ جلال آ گیا۔ اس نے تلملا کر ریوالور کا رخ میری طرف کیا پھر تلے اوپر چار گولیاں داغ دیں جس کا میرے اوپر کوئی اثر نہ ہوا اس لئے کہ میں نے اس کا تدارک پہلے ہی کر لیا تھا۔ اس کا ہر وار بیکار گیا۔ نشانہ ہر بار خطا ہو جاتا تھا۔

کمرے سے فائرنگ کی آوازیں ابھریں تو باہر موجود پولیس کے کارندے بھی ٹڈی دل کی طرح بھاگتے ہوئے کمرے میں گھس آئے۔ انسپکٹر کی آنکھوں سے اب وحشت جھانک رہی تھی۔ وہ اب بھی اپنی جگہ ڈٹا کھڑا مجھے تیکھی نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ دوسرے تمام پولیس افسر اس کے حکم کے منتظر تھے۔ میں بڑی لاپروائی سے کھڑا ان سب کو دیکھتا رہا۔ اگر پاربتی دیوی نے مجھے اپنی شکتی کا مظاہرہ کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو یقیناً میں ان سب کو بھسم کر ڈالتا۔ بہرحال کچھ دیر تک تو میں خاموش کھڑا حالات کا جائزہ لیتا رہا پھر انسپکٹر کو مخاطب کر کے پُراعتماد انداز میں بولا۔

''کیوں مہاشے، کیا اب بھی تمہیں وشواس نہیں آیا کہ میں مہان شکتی کا مالک ہوں۔ اگر کہو تو تمہیں دو چار تماشے اور بھی دکھا سکتا ہوں۔''

''تم خواہ کوئی بھی ہو لیکن تمہیں ہر قیمت پر ہمارے ساتھ تھانے چلنا ہو گا۔'' انسپکٹر نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اب اس کی آواز میں وہ پہلے جیسی گھن گرج نہیں ہے۔ اگر وہ اس سے تنہا میرے سامنے ہوتا تو ممکن تھا کہ اپنی جان بچا کر بھاگ جاتا لیکن اپنے اتنے سارے ماتحتوں کی موجودگی میں اس غریب کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا کہ وہ میرے سامنے ڈٹا رہے۔

میں نے انسپکٹر کی مجبوری کو جانچا تو مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ مسکراتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا۔

''یہ تمہیں کیوں کر یقین آ گیا کہ ماتھر جی اور جاگیردار صاحب کو میں نے مارا ہے۔ جب کہ

وہاں اور بھی بہت سارے منش موجود تھے اور وہ سارے کے سارے شراب کے نشے میں دھت تھے۔''

''ضروری نہیں کہ میں قبل از وقت تمہیں ہر بات کا جواب دوں۔'' انسپکٹر تلملا کر بولا۔

''پھر تم نے یہ کیسے جان لیا کہ میں تم جیسے نادان چھوکروں کی مرضی پر چلنے کے لئے تیار ہو جاؤں گا۔'' میں نے دوبارہ ذرا سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ ''میں پھر کہتا ہوں کہ تم اپنی ضد سے باز آ جاؤ نہیں تو مجھے مجبوراً تم کو کشٹ دینا پڑے گا۔''

میری بات کا خاطر خواہ اثر ہوا لیکن صرف انہی افراد پر جو میری طاقت کا تماشا دیکھ چکے تھے۔ جو سپاہی بعد میں اندر آئے تھے، وہ انسپکٹر کو وضاحت طلب نظروں سے گھورے جا رہے تھے۔ انہیں حیرت تھی کہ اب تک مجھے گرفتار کیوں نہیں کیا گیا۔

میں نے انسپکٹر کو مہر بہ لب پایا تو نرمی سے بولا۔ ''دیکھو مہاشے، پنڈت، پجاریوں اور رشی منیوں سے ٹکرانا تم جیسے منش کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اگر تم مجھے یہاں سے چلا جانے دو تو میں تم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ پرنتو اگر تم نہ مانے تو پھر مجھے مجبوراً کچھ کرنا پڑے گا۔''

''گرفتار کر لو اس مردود کو۔'' انسپکٹر دو قدم پیچھے ہٹتا ہوا زور سے چلایا۔

جو سپاہی اپنے ایک افسر کا انجام دیکھ چکے تھے، وہ تو سہمے کھڑے رہے لیکن جو بعد میں گولیوں کی آواز سن کر آئے تھے، وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور اپنی دانست میں مجھے پوری طرح سے اپنے قابو میں کر لیا لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بہت سارے شریر بچے مجھ سے لپٹ گئے ہوں۔ مجھے ان کی تعداد کی مطلق کوئی فکر نہیں تھی۔

''لے چلو اسے باہر۔'' انسپکٹر نے مجھ سپاہیوں کے نرغے میں جکڑا ہوا پایا تو گرج کر بولا۔

میرے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنے بچاؤ کے لئے کوئی اپائے کروں۔ چنانچہ میں پاربتی کا شبھ نام لے کر ایک جھٹکا دیا تو پندرہ بیس سپاہیوں کی ٹولی جو مجھ پر ٹڈی دل کی طرح ٹوٹی ہوئی تھی، کائی کی مانند چھٹ گئی۔ اسی سمے میں نے ایک منتر کا جاپ کر کے اپنے اوپر دم کیا اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا پھر جو ہوا اسے میں آج بھی یاد کرتا ہوں تو بے اختیار ہنسی آ جاتی ہے۔

میں کمرے سے باہر آ کر سیڑھیوں کی طرف ہو لیا تھا۔ انسپکٹر اور اس کے ماتحت چیختے چلاتے میرے آگے پیچھے دوڑ رہے تھے لیکن کوئی بھی میرے قریب نہیں آ پا رہا تھا۔ پولیس انسپکٹر کی بوکھلاہٹ اور بے بسی قابل دید اور مضحکہ خیز تھی۔ وہ چیخ چیخ کر سپاہیوں کو مجھے گرفتار کرنے کی ہدایات دے رہا تھا اور مغلظات بک رہا تھا لیکن وہ بے چارے میرے قریب آنے سے معذور تھا۔

میں مسکراتا ہوا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوٹل سے باہر آ گیا۔ پولیس والے بدستور میرے اطراف اچھل کود کر رہے تھے۔ ہوٹل کا اسٹاف اور [illegible] بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس حیرت انگیز تماشے

کو دیکھ رہے تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ میں اپنی طاقت کے نشے میں سرشار آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک مجھے رک جانا پڑا۔ کسی نے مجھے پشت سے بڑی نفرت انگیز آواز میں للکارا تھا۔

''رک جا مورکھ۔ تیری بربادی کا سمے آن پہنچا ہے۔''

میں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک ننگ دھڑنگ سادھو جسے جسمانی اعتبار سے ہٹا کٹا کہا جا سکتا تھا۔ مجھ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا مجھے اپنی بڑی بڑی انگاروں جیسی دہکتی ہوئی آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ میں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا تھا کہ وہ بھی دو چار جنتر منتر جانتا ہے لیکن مجھے اپنی طاقت پر اعتماد تھا اس لئے میں نے بے پروائی سے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولا۔

''کہو سادھو مہاراج، تم مجھے کیا آگیا دینا چاہتے ہو۔''

''میں تجھے بجرنگ بلی کے نام پر حکم دیتا ہوں کہ سیدھی طرح اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دے۔''

''اگر میں تمہاری آگیا کا پالن کرنے سے انکار کر دوں تو۔'' میں نے نیاز مندانہ انداز میں کہا۔

''تو...... تو تجھے پچھتانا پڑے گا۔'' ہٹا کٹا سادھو غیظ و غضب کی حالت میں بولا۔ ''میں تجھے ایسا شراپ دوں گا کہ تیری آنے والی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔''

''تمہیں اپنی شکتی پر بہت گھمنڈ ہے۔ کیوں سادھو جی مہاراج۔'' میں نے مضحکہ خیز لہجے میں اس سے کہا۔

''اچھا تو لے سنبھل۔'' سادھو نے لال پیلے ہوتے ہوئے کہا پھر اس کے بھدے ہونٹ متحرک ہو گئے۔ وہ غالباً کسی منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا۔ میرے جی میں آئی کہ ایک اشارے سے اس کا قصہ تمام کر دوں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا پھر بھی دشمن کو موقع دینا چونکہ دانش مندی کے خلاف تھا اس لئے میں نے جلدی سے ایک منتر پڑھ کر اپنے اوپر پھونکا اور لاپروائی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

سادھو کے ہونٹ تیز تیز ہلتے رہے پھر یکلخت اس نے جھک کر زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اس پر پھونک مار کر میری طرف اچھال دیا۔ میں نے دیکھا کہ مٹی کا ایک ایک ذرہ عجیب و غریب زہریلے بچھوؤں کی شکل میں تبدیل ہو چکا ہے اور اب وہ خونخوار زہریلے بچھو اپنی دم اٹھائے، ہوا میں تیرتے ہوئے میری سمت بڑھ رہے تھے لیکن میرے قریب آ کر وہ رک گئے پھر دائرے کی صورت میں میرے چاروں طرف پھیل کر فضا میں تیرنے لگے۔ میرے جاپ کئے ہوئے منتر نے ان کو میرے قریب آنے سے روک رکھا تھا۔ سادھو نے جب یہ دیکھا تو چیں بہ جبیں ہو کر رہ گیا۔ چند لمحے تک وہ مجھے پھٹی پھٹی نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے تلملا کر دوسرا وار کیا۔ اس بار اس نے بڑے غضب ناک انداز میں اپنی

گھنی داڑھی کا ایک بال توڑ کر میری طرف پھینکا جو ناگن کا روپ دھار کر میری طرف لپکی لیکن اس کا بھی وہی انجام ہوا جو پہلے بچھوؤں کا ہو چکا تھا۔ سادھو نے اپنے دوسرے منتر کو بھی ضائع ہوتے دیکھا تو ہڑ بڑا گیا۔

''اگر تمہارے پاس کوئی اور منتر باقی رہ گیا ہے تو اسے بھی آزما لو پھر میری باری ہوگی۔'' میں نے بڑے اطمینان سے سادھو کو مخاطب کیا۔ جواب بری طرح مجھ سے خائف نظر آ رہا تھا۔

''کیا تم کالی مائی کے کوئی سیوک ہو۔'' اس نے گھٹی گھٹی آواز میں پوچھا۔

''کالی مائی نہیں، میں پاربتی دیوی کا ایک معمولی پجاری ہوں۔''

''مجھے شما کر دو مہاراج۔ میں تمہاری شکتی کا دھیان نہیں کر سکا تھا۔'' ہٹا کٹا سادھو جو کچھ دیر پہلے تک بہت بڑھ چڑھ کر بول رہا تھا، اب سرتاپا لرز رہا تھا پھر قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا وہ ہاتھ جوڑ کر میرے قدموں پر گر پڑا اور گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا۔ زہریلے بچھو اور ناگن جو میرے چاروں طرف منڈلا رہے تھے سادھو کے زمین پر گرتے ہی غائب ہو گئے۔

میں طے کر چکا تھا کہ اس بے وقوف پنجاری کو تھوڑی بہت سزا ضرور دوں گا لیکن حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ میں اپنے ارادے کی تکمیل نہ کر سکا۔ جس وقت سادھو میرے قدموں پر گرا تھا اور رقت آمیز انداز میں مجھ سے رحم کی بھکشا مانگ رہا تھا اسی وقت سیلون نما ایک بند گاڑی میرے قریب آ کر رکی پھر دوسرے ہی لمحے خوشبو کا ایک تیز جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا۔ ہر چند کہ وہ خوشبو صندل کی نہ تھی جو میں یہ سمجھ سکتا کہ پاربتی دیوی میری قریب موجود ہے پھر بھی وہ مہک کچھ ایسی شدید تھی کہ مجھ پر غنودگی سے طاری ہو گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی عظیم قوت سرگوشیوں میں مجھے یہ حکم دے رہی ہے کہ میں اس گاڑی میں بیٹھ جاؤں۔ چنانچہ میں جلدی سے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے گاڑی دوبارہ حرکت میں آ گئی۔ میں نے پولیس والوں اور مجمع کو گاڑی کے پیچھے دوڑتے دیکھا تو مجھے ایک بار پھر ہنسی آ گئی۔ بعد میں جب گاڑی ایک موڑ پر پہنچ کر بائیں جانب گھومی تو میں نے دروازہ بند کر لیا۔ جانے کیوں مجھے یقین تھا کہ دیوی دیوتاؤں نے میرے بچاؤ کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔

دیوی دیوتاؤں کا تصور ابھرا تو مجھے پاربتی یاد آ گئی۔ عظمت اور مروت کی وہی مہان دیوی جس نے کل رات مجھے دوبارہ اپنے نرم و نازک قرب سے نوازا تھا۔ پاربتی کا دھیان ابھرا تو میرے وجود پر ایک نشہ سا طاری ہونے لگا۔ میں نے اطمینان سے پاؤں پسار لئے اور آنکھیں بند کر کے پاربتی دیوی کے حسین تصورات میں گم ہو گیا۔

میں پاربتی کی عظمت اور اس کی مہان شکتی کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے مجھے نہ صرف یہ کہ افضل بیگ سے کرشن کمار مہاراج بنا دیا تھا بلکہ مجھے اپنے قرب اور زندگی کی لازوال لذتوں سے بھی

بطور خاص نوازا تھا۔

پاربتی نے مجھے رات یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر میں شیو جی مہاراج کے لئے بھی جاپ کر لوں تو پھر میری شکتی میں اور اضافہ ہو جائے گا اور میں بلا خوف و خطر بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے بھی سینہ سپر ہو سکوں گا۔ شیو جی مہاراج کے دھیان کے ساتھ ہی معاً مجھے موہن لال کا خیال آ گیا۔ جس نے مجھے سخت اذیتیں پہنچائی تھیں اور سور کا گوشت تک کھانے پر مجبور کر دیا تھا۔

ماضی کی تکلیف دہ باتوں نے سر ابھارا تو میں پاربتی دیوی کو بھول کر صرف سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سوچنے لگا۔ جیسے جیسے موہن لال کے بارے میں سوچتا جاتا تھا، میرے خون کی حدت بڑھتی جاتی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے تن بدن پر لاتعداد چیونٹیاں رینگ رہی ہوں۔ اسی حالت میں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکا، میں موہن لال کو اس کی کمینگی کا مزا چکھاؤں گا اور اسے ایسی اذیت ناک موت ماروں گا کہ جس کی مثال پوری دنیا میں نہ ملے گی۔

دبی زبان میں اپنی اس خواہش کا اظہار میں دو بار پاربتی دیوی سے بھی کر چکا تھا لیکن دیوی نے دونوں بار مجھے میرے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی اور یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ میں موہن لال کے مقابلے میں ابھی بہت کمتر ہوں اور اس وقت تک مجھے کھل کر سونا گھاٹ کے پجاری کے مقابلے پر نہیں آنا چاہئے جب تک میں شیو جی مہاراج کے لئے جاپ مکمل نہ کر لوں۔

میں اس عظیم دیوی کا احسان مند تھا جس نے مجھے اس قابل بنا دیا تھا کہ میں اپنے ان دشمنوں سے بدلہ لے سکوں جنہوں نے مجھے کمزور سمجھ کر میرے ساتھ ناروا سلوک کیا تھا۔ میری حق تلفی کی تھی اور مجھ پر طرح طرح کے ظلم و ستم توڑے تھے۔ میری ہی خاطر پاربتی نے اپنے ایک سیوک ارجن مہاراج کی عبرت ناک موت بھی گوارا کر لی تھی لیکن موہن لال کے سلسلے میں اس نے ابھی تک کھل کر میری حمایت کا اعلان نہیں کیا تھا۔

''آخر کیوں، کیا اس میں بھی کوئی بھید تھا؟'' میرے ذہن نے کروٹ لی تو معاً ایک خیال ابھرا کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ پاربتی ہم دونوں میں سے کسی ایک کو ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما نہیں دیکھنا چاہتی۔ ممکن ہے کہ جس طرح وہ مجھے نواز چکی ہے۔ اسی طرح موہن لال کی قربت سے بھی لطف اندوز ہوتی رہی ہو۔ اس کی نوازشیں موہن لال کے لئے بھی اتنی عام ہوں۔ دوسری شکل میں جب وہ اس بات کا اقرار کر چکی ہے کہ اس کو شیو جی مہاراج کے بعد صرف میں نے چھوا ہے تو پھر میرے مقابلے میں اسے سونا گھاٹ کے پجاری سے ہمدردی کیوں ہے؟ کیوں وہ مجھے موہن لال سے دور رکھنا چاہتی ہے۔ میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی مگر مجھے پاربتی کے حضور موہن لال کی برتری کسی طور گوارا نہ تھی۔ میں خود کو موہن لال سے بڑا آدمی دیکھنا چاہتا تھا۔

میرے ذہن میں ان خیالات کا ابھرنا تھا کہ میں سرتاپا قیامت بن گیا۔ اس احساس نے کہ پاربتی دیوی بیک وقت اپنے دو پجاریوں کی خوشنودی کے لئے ایک دوسرے کو بے وقوف بنا رہی ہے اور دونوں کو الگ الگ نواز رہی ہے، میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ موہن سے میری نفرت کا جذبہ دو چند ہوگیا۔ میں نے طے کرلیا کہ سب سے پہلے شیو جی مہاراج کے لئے جاپ کروں گا پھر موہن لال کو ہر قیمت پر ٹھکانے لگا کر دم لوں گا۔ خواہ پاربتی دیوی مجھے منع ہی کیوں نہ کرے۔ یہاں میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گا کہ پاربتی نے مجھے جس جسمانی کیف و سرور سے نوازا تھا، وہ میرے لئے اتنا انمول تھا کہ اس میں کسی اور کو حصے دار بنانے کے لئے مطلق تیار نہ تھا۔ اپنے طور پر میں نے مکمل عہد کرلیا تھا کہ موہن لال کو ٹھکانے لگانے کے بعد میں بلاشرکت غیرے پاربتی کا دعویدار بن جاؤں گا۔

میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ گاڑی میں میرا سفر کتنی دیر جاری رہا۔ میں کتنی دیر تک اپنی ذہنی چپقلش میں گرفتار رہا۔ بہرحال اتنا ضرور کہوں گا کہ جتنی دیر تک میرا سفر جاری رہا، میں شدید ذہنی اضطراب میں مبتلا رہا اور سونا گھاٹ کے پجاری کو نیچا دکھانے کی خاطر مختلف اسکیمیں بناتا رہا۔ میرے خیالات کا شیرازہ اس وقت منتشر ہوا، جب میں نے گاڑی کو رکتے محسوس کیا اور اس کے انجن کی آواز بند ہوتے سنا۔ اس خیال سے کہ کسی نئی افتاد سے دوچار ہونے سے پیشتر ہی مجھے گاڑی سے اتر جانا چاہئے، میں جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ گاڑی کا پچھلا دروازہ میں نے بڑی آہستگی سے کھولا لیکن اس کے بعد جو کچھ میں نے دیکھا اس نے ایک لمحے کے لئے میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو سلب کرڈالا۔

گاڑی کا دروازہ کھولتے ہی میری نظر جس شخص پر پڑی وہ موہن لال تھا۔ سونا گھاٹ کا پجاری جسے روئے زمین پر میں اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتا تھا اور جس کے بارے میں، میں نہ جانے کتنی دیر تک پریشان رہا تھا۔ وہی موہن لال اس وقت میرے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں ایک پُروقار چمک تھی۔ وہ مجھے جن نظروں سے دیکھ رہا تھا، اس میں تحقیر کا پہلو نمایاں تھا۔ جسے محسوس کرکے میرے انتقام کا جذبہ بھڑک اٹھا لیکن قبل اس کے کہ میں موہن لال کی اس اچانک موجودگی کے بارے میں سوچ سکتا، وہ مجھے گھورتا ہوا بولا۔

''کیوں افضل بیگ، یہ تم مجھے گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو، کیا پہچانا نہیں مجھے؟''

''اچھا ہوا جو تم خود مجھے مل گئے۔'' میں نے غصیلی آواز میں کہا۔ ''مجھے تمہاری ہی تلاش تھی۔''

''میری تلاش تھی۔'' موہن لال زہرخند لہجے میں بولا۔ ''کیا کوئی نئی بپتا آن پڑی ہے تم پر۔''

''یہ تو سمے تمہیں بتائے گا کہ بپتا کس پر پڑی ہے۔'' میں نے حقارت سے جواب دیا۔ پھر گاڑی سے نیچے آکر موہن لال کو نفرت بھری نگاہوں سے گھورتا ہوا بولا۔ ''اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں، مہان شکتی کا مالک بن چکا ہوں۔''

''مہان شکتی!'' موہن لال نے زیر لب مسکرا کر کہا۔ ''افضل بیگ، مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہو رہا ہے کہ تم اب بھی مورکھوں جیسی باتیں کررہے ہو۔''

''افضل بیگ نہیں...... اب میرا شبھ نام کرشن کمار مہاراج ہے۔'' میں نے دبنگ لہجے میں کہا۔

''کرشن کمار مہاراج۔'' سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری نے بڑے مضحکہ خیز لہجے میں میرے نام کو دہرایا پھر سنجیدگی اختیار کرکے بولا۔ ''کیا تمہیں سچ مچ اپنے مہان ہونے کا دھوکا ہوگیا ہے۔''

ہرچند کہ پاربتی دیوی کی نصیحت مجھے یاد تھی۔ دیوی نے مجھے یہی بتایا تھا کہ ابھی میں اتنی شکتی نہیں حاصل کرسکا ہوں کہ موہن لال سے ٹکرا سکوں تاہم موہن لال کا لہجہ مجھے غصہ دلا رہا تھا اور اب جب کہ میرے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ موہن لال میرا دشمن ہونے کے ساتھ ساتھ میرا رقیب بھی ہے تو بھلا میں کس طرح اس کی تحقیر آمیز باتوں کو برداشت کرسکتا تھا چنانچہ میں نے موہن لال کی انگاروں جیسی دہکتی ہوئی سرخ سرخ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''موہن لال، میں مانتا ہوں کہ کبھی تم مہان شکتی کے مالک ضرور تھے۔ تم نے مجھے اپنی اچھا کے مطابق کشٹ بھی دیئے ہیں۔ پرنتو اب سمے آگیا ہے جب میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے قابل ہوچکا ہوں۔ تمہیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ پاربتی نے نہ صرف میری تپسیا کو سیوکار کرلیا ہے بلکہ مجھے اپنا خاص سیوک بھی بنالیا ہے۔''

میرے الفاظ سن کر موہن لال کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ ایک لمحے کے لئے میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں ہزاروں بدروحوں کا بھیانک عکس ابھر کر غائب ہوگیا۔ اس کا ہٹا کٹا جسم میرے سامنے کسی ناقابل تسخیر چٹان کی طرح ڈٹا کھڑا تھا۔ اس کے بھاری بھرکم چہرے پر غضب ناک تاثرات طاری تھے لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہی۔ دوسرے ہی لمحے وہ کسی ٹھہرے ہوئے سمندر کی طرح مطمئن نظر آنے لگا اور مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے کوئی پہلوان کسی بچے کی بات پر برہم ہوجائے اور پھر فوراً ہی بچے کی کمتری کا احساس کرکے خاموش ہوجائے۔

میں اس کی ایک ایک حرکات کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ جب کچھ دیر تک وہ خاموش کھڑا مجھے گھورتا رہا تو میں نے دوبارہ بڑی تلخ آواز میں اسے مخاطب کیا۔

''کس وچار میں گم ہو موہن لال۔ اگر تمہیں میری شکتی کا یقین نہیں آتا تو آزما کر دیکھ لو۔''

''دیوی کے پیار نے تمہیں بہت زیادہ سر پر چڑھا رکھا ہے کرشن کمار۔ پرنتو یہ مت بھولو کہ تمہاری شکتی کا آرمبھ (آغاز) سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری سے ہوا ہے۔ وہ اس لحاظ سے تمہارا گرو ہے۔''

موہن لال نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ ''تمہاری مکتی اسی میں ہے کہ نادانی کا کوئی شبد زبان سے نہ نکالو اور اپنے آپ کو جاننے کی کوشش کرو۔''

"یہ کیوں نہیں کہتے موہن لال کہ تم اب مجھ پر وار کرتے ہوئے گھبرا رہے ہو۔" میں نے موہن لال کی باتوں کا غلط انداز لگاتے ہوئے دبنگ آواز میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ارجن مہاراج اور نرملا پجارن کے ساتھ جو کچھ گزری ہے اس سے بھی تم ضرور واقف ہو چکے ہو گے۔"

"کرشن کمار۔" یکلخت موہن لال گرجدار آواز میں بولا۔ "میری شکتی کو للکارنے کی نادانی مت کرو۔ مجھے مہان دیوی کا دھیان ہے جو چپ ہوں، پرنتو اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ تم جو منہ میں آئے ابلتے رہو۔"

"موہن لال، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم دیوی کی آڑ لے کر اپنی شکتی کا بھرم رکھنا چاہتے ہو۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "موہن لال یاد رکھو، میں نے بھی دیوی کی تپسیا کی ہے۔"

سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری نے اس بار فوراً ہی میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ اس کی غضب ناک نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ کسی شدید ذہنی الجھن میں مبتلا تھا۔

کچھ دیر تک ہم دونوں ایک دوسرے کو یونہی خونخوار نظروں سے گھورتے رہے پھر موہن لال نے بڑے پُروقار لہجے میں مجھ سے کہا۔

"کرشن کمار، جاؤ اس بار میں تمہیں پاربتی دیوی کے کارن شما کرتا ہوں۔ پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ تم ایک دن پھر میرے چنگل میں پھنسو گے اور اس سمے میں تمہیں ایسا شراپ دوں گا کہ تم پورا جیون بیاکل رہو گے۔"

"تم اگر مجھے شما کرتے ہو تو یہ تمہاری مرضی۔ پر میں تمہیں شما کرنے کو تیار نہیں ہوں۔" میں نے موہن لال کی نرمی کا غلط نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہا اور یہ سوچ کر کہ اسی موقع پر اس موذی کو ٹھکانے لگا دوں گا۔ پاربتی کا نام لے کر ایک منتر کا جاپ کرنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ میں اپنا جاپ مکمل کرتا۔ موہن لال مارے غصے کے سر تا پا لرز اٹھا اور نہ جانے اس نے کیا منتر پڑھ کر میری طرف پھونکا کہ میں اپنا جاپ بھول کر کسی تنکے کی طرح زمین پر گر کر دو چار قلابازیاں کھاتا چلا گیا۔

دوسری بار جب میں اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو میرا ذہن مارے غصے کے آتش فشاں کی طرح کھول رہا تھا۔ میں نے بڑی جلالی کیفیت میں اپنا سیدھا ہاتھ بلند کیا اور غضب ناک حالت میں اپنی انگلیاں جھٹکنے لگا۔ مجھے مکمل اعتماد تھا کہ اس بار موہن لال میری انگلیوں سے نکلنے والے شعلوں سے بھسم ہو جائے گا لیکن یہ دیکھ کر میں گنگ رہ گیا کہ میری انگلیوں سے نکلنے والے نیلے پیلے شعلے سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کے جسم سے ٹکرا کر بے اثر ہوئے جا رہے تھے۔ اچانک میں نے کچھ سوچ کر اپنا ہاتھ نیچے گرا لیا۔

مجھے اسی لمحے پاربتی دیوی کی بات کا خیال آ گیا اس لئے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ اس وقت موہن لال سے ٹکرانے کے بجائے کسی طرح گلو خلاصی کر لی جائے اور شیو جی مہاراج کا جاپ پورا کر لینے کے بعد دوبارہ اس سے اپنا انتقام پورا کیا جائے چنانچہ میں کوئی دوسرا منتر پڑھنے کے بجائے موہن لال کو محض گھورنے پر اکتفا کرنے لگا۔ موہن لال چند لمحے تک مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا پھر معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔

"کیوں کرشن کمار، اب کیا ہے من میں تمہارے۔ اگر چاہو تو اپنے دوسرے منتر جنتر بھی آزما کر دیکھ لو۔"

"میں اگر چاہتا تو تمہیں بھی ارجن مہاراج کی طرح نرکھ رسید کر سکتا تھا۔ پرنتو اس سمے مجھے دیوی کا دھیان آ گیا ہے۔" موہن لال کو ٹالنے کے لئے جھوٹ بولنے کے سوا اور کیا چارہ رہ گیا تھا۔

"کرشن کمار، تم بھول رہے ہو کہ اس سمے تم موہن لال سے مخاطب ہوا۔" سونا گھاٹ کا پجاری تلخ لہجے میں بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ اس سمے تمہارے من میں کیا ہے۔ تم شیو جی مہاراج کا جاپ مکمل کرنے کے بعد مجھ سے ٹکرانے کا جو سپنا دیکھ رہے ہو وہ کبھی بھی پورا نہ ہو گا۔ تم ہمیشہ میری شکتی کے سامنے ایک بالک ہی رہو گے۔ نادان اور مورکھ بالک۔"

"مجھے یہاں کس لئے لایا گیا ہے؟" میں نے جلدی سے گفتگو کا رخ موڑتے ہوئے سوال کیا۔

"دیوی کی آگیا یہی تھی کہ تمہیں اس کے چرنوں تک چھوڑ دیا جائے۔" موہن لال بدستور مجھے نفرت بھری نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

"اب مجھے کیا کرنا ہو گا دیوی کے چرنوں تک پہنچنے کے لئے۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"پچھم کی اور دو میل جانے کے بعد تمہیں دیوی کا استھان مل جائے گا۔"

اس بار میں نے موہن لال کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے من میں اس کے لئے نفرت کا طوفان امڈ رہا تھا لیکن میں نے جلدی بازی کا مظاہرہ کرنے سے پرہیز کیا اس لئے کہ میں اس موذی کی شکتی کا تماشا دیکھ چکا تھا۔ میرے منتر اس پر کارگر نہیں ہوئے تھے جس کے بعد مجھے اس بات کا وشواس ہو گیا تھا کہ پاربتی نے مجھے جو کچھ کہا تھا، وہ جھوٹ نہیں تھا۔ بہرحال میں موہن لال کو گھورتا ہوا پچھم کی سمت گھوما ہی تھا کہ سونا گھاٹ کے پجاری نے مجھے دوبارہ مخاطب کر کے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"سنو کرشن کمار، دیوی نے تمہارے اوپر جو کرپا کی ہے اس نے تمہارے شریر کو امر بنا دیا ہے۔ پر ایک بات گرہ سے باندھ لو۔ اگر کبھی تمہارے من میں دیوی کی طرف سے کوئی کھوٹ آیا تو دیوی کا کشٹ تم کو برباد کر دے گا۔"

"اور بھی کچھ کہنا ہے تمہیں۔" میں نے نفرت سے پوچھا۔

"ہاں..... تم قسمت کے دھنی ہو جو اتنی ترنت (جلدی) دیوی تمہارے اوپر مہربان ہو گئی۔ پرنتو یہ کبھی مت بھولنا کہ اس استھان تک تمہیں کس نے پہنچایا ہے۔" موہن لال نے مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "گرو کی مرضی کے بغیر چیلا کبھی بھی اپنی تپسیا میں پھل نہیں ہو سکتا۔"

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے موہن لال کو حقارت سے دیکھا اور پھر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری نے مجھے جس مقام پر لا کر چھوڑا تھا، وہاں دور دور تک کوئی عمارت نہیں تھی پھر بھی میں پچھم کی سمت بڑھتا رہا۔ موہن لال کے مقابلے میں اپنی شکتی کا تماشا دیکھنے کے بعد میرا خون بری طرح کھول رہا تھا۔ میں ہر قیمت پر اس موذی کو نیچا دکھانے کا متمنی تھا اور اب یہی ایک صورت رہ گئی تھی کہ میں پاربتی کی سہایتا حاصل کروں اور اس کے بتائے ہوئے جاپ مکمل کروں پھر سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری سے دو دو ہاتھ کروں۔ مجھے نہ جانے کیوں اس بات کا یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن مجھے موہن لال کے مقابلے میں ضرور برتری حاصل ہو گی لیکن وہ دن کب آئے گا یہ نامعلوم مدت میرے لئے بڑی ناقابل برداشت تھی۔ پاربتی دیوی کے متعلق میں نے اپنے ذہن کو مطمئن کر لیا تھا کہ میں اسے اب اپنی محبت سے اور قریب کر سکوں گا۔ وہ مجھے اپنے لمس سے فیض یاب کر سکتی ہے تو پھر موہن لال سے مقابلے کے لئے وہ میری مدد بھی ضرور کرے گی۔

میں اپنی دھن میں مست پچھم کی سمت بڑھتا گیا۔ تقریباً پونے دو میل کی مسافت طے کرنے کے بعد میں ان ٹیلوں تک پہنچ گیا جو مجھے دور سے نظر آ رہے تھے۔ ٹیلے پر چڑھ کر جیسے ہی میں دوسری طرف اترا۔ مجھے ایک سادھو نظر آیا۔ جو لمبے لمبے قدم مارتا میری سمت آ رہا تھا۔ میں کچھ سوچ کر رک گیا اور پجاری کو دیکھنے لگا۔ پجاری نے میری قریب آ کر مجھے غور سے دیکھا پھر ڈنڈوت کرنے کے بعد بولا۔

"مہاراج، کیا تمہارا شبھ نام کرشن کمار ہے؟"

"ہاں، میں ہی کرشن کمار ہوں۔"

"مہان دیوی کی کرپا ہے مہاراج جو مجھے آپ کے درشن ہو گئے۔" پجاری نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "مجھے آپ کے سواگت کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے۔"

"ابھی مجھے اور کتنی دور چلنا ہو گا؟" میں نے پجاری کو پُروقار نظروں سے گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"دیوی کی شکتی مہان ہے مہاراج۔ آپ اس سمے دیوی کے استھان سے بہت قریب ہیں آپ چلتے رہئے۔ دیوی خود آپ کو اپنے استھان پر بلا لے گی۔"

مجھے پجاری کی باتوں میں صداقت کی بو آ رہی تھی اس لئے میں اس پر کوئی شک کرنے کے بجائے آگے بڑھتا گیا۔ سامنے ایک عالی شان محل تھا۔ میں خود بخود بغیر کسی رہنمائی کے اندر داخل ہو گیا۔ ابھی میں ایک وسیع و عریض کمرے میں پہنچا تھا کہ صندلی خوشبو کا جانا پہچانا جھونکا میرے وجود پر چھا گیا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے دیوی کی آواز سنائی دی۔

"کرشن کمار، تم میرے چرنوں تک پہنچ ہی گئے۔"

میں نے آواز کی سمت دیکھا تو پاربتی دیوی کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر خوشی کے جذبے سے سرشار ہو گیا۔ یوں تو اس سے پہلے بھی پاربتی دیوی کا دو بار درشن کر چکا تھا لیکن اس سمے دیوی کی سندرتا دیکھ کر مجھ پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی جس کو بیان کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ پُراسرار پاربتی دیوی اس وقت ہلکے سبز رنگ کی ساڑی میں ملبوس تھی۔ جس کے اندر سے اس کا جسم کندن کی طرح دمکتا نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے چاروں طرف مجھے بجلیاں کوندتی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں کچھ دیر تک اس کو بڑی محویت کے عالم میں کھڑا دیکھتا رہا پھر میں نے اس جگہ کا جائزہ لیا تو دنگ رہ گیا۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں ایسا خوب صورت کمرا پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہاں کی ہر شے انتہائی قیمتی اور نایاب تھی۔ ایک طرف اونچی مسہری بچھی تھی۔ جس پر بڑے سلیقے سے بستر لگا ہوا تھا۔ پورے کمرے میں دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک سمت آبنوسی لکڑی کی میز پر ایک مجسمہ رکھا تھا جس کا تمام جسم انسانوں جیسا تھا لیکن سر ہاتھی کا تھا۔ مجھے معاً نرملا پجارن کا دھیان آ گیا جس نے مجھے گنیش دیوتا کے بارے میں بتایا تھا جسے پاربتی نے اپنے کمرے میں سجا رکھا تھا۔ دیواروں پر جا بجا مجسمے ایستادہ تھے۔ میں ابھی کمرے کے ساز و سامان کا جائزہ لے رہا تھا کہ پاربتی دیوی کی مدھر آواز میرے کانوں میں رس گھول گئی۔

"کرشن کمار، دیوتاؤں کی اس دنیا کو سمجھنے کے لئے تمہیں دیر لگے گی۔"

"دھن ہو دیوی، جو تو نے مجھے اپنے چرنوں میں بلا لیا۔" میں نے جلدی سے اپنی توجہ پاربتی دیوی کی طرف مبذول کرتا ہوا بولا۔

"کرشن کمار، تم دھرتی پر میرے وہ پہلے سیوک ہو جسے میں نے اپنے استھان تک آنے کی اجازت دی ہے۔"

"یہ تیری بڑی کرپا ہے۔" میں عقیدت سے بولا۔

"پرنتو تم ابھی بڑے بالک ہو۔" پاربتی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم نے موہن لال کے بارے میں پھر سوچنا شروع کر دیا ہے۔"

"مجھے شما کر دے دیوی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "موہن لال کو اچانک دیکھ کر میرے انتقام کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔"

''تمہیں ایک اور بات کی شما مانگنی ہوگی کرشن کمار۔'' دیوی وقار سے بولی۔

''وہ کیا بات ہے دیوی؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''تمہارے ہردے میں کھوٹ ہے۔''

پاربتی نے اس بار جس لہجے میں مجھے مخاطب کیا اسے محسوس کر کے میں کانپ اٹھا۔ میں نے دیوی کی بات پر غور کیا تو معاً مجھے خیال آ گیا کہ موہن لال سے انتقام لینے کے جذبے نے میرے سینے میں رقابت کی آگ بھڑکا دی تھی اور میں پاربتی کے سلسلے میں مشکوک ہوگیا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ چند لمحے تک میں شرمندگی اور ندامت کے ملے جلے جذبے کے تحت سر جھکائے کھڑا رہا پھر میں بے اختیار آگے بڑھا اور جھک کر میں نے دیوی کے چرن تھام لئے۔

''دیوی، میں ہاتھ جوڑ کر تجھ سے شما کی بھکشا مانگتا ہوں۔ انتقام کے جذبے نے مجھے اندھا کر دیا تھا دیوی۔ مجھے شما کر دے۔''

پاربتی نے میری بات کا کیا اثر لیا' یہ تو میں نہ جان سکا لیکن جب اس نے بازو تھام کر مجھے اٹھایا تو میں نے اس کی کومل نظروں میں محبت کے ہزاروں دیپ جلتے دیکھے۔ میں سمجھ گیا کہ پاربتی نے مجھے شما کر دیا ہے پھر بھی میں نے ایک نظر اسے دیکھ کر جلدی سے سر جھکا لیا۔

''کرشن کمار'' پاربتی نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ ''تمہارے من کا یہی اجلا پن دیوی کو پسند ہے۔''

''میں تیری اس کرپا کا کوئی بدل دینے کے قابل نہیں ہوں دیوی۔'' میں نے دل کی تمام سچائیوں سے کہا۔

جواب میں پاربتی نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لیا۔ میرے رگ و پے میں ایک عجیب سرور سرایت کر گیا اور مجھ پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ میں صرف اسی حد تک محسوس کر سکا تھا جیسے میں پاربتی سے بہت قریب ہوتا جا رہا ہوں۔ اتنا قریب کہ ہماری سانسیں اور روحیں بھی ایک دوسرے میں مدغم ہوتی جا رہی تھیں۔ میں ایک بار پھر خوابوں کی لذت سے سرشار تھا اور پھر...... پھر مجھے کچھ یاد نہ رہا۔



دوسرے دن پاربتی نے میرے کہے بغیر مجھے وہ جاپ بتا دیا جو مجھے شیوجی مہاراج کے لئے کرنا تھا۔ پاربتی نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے چھ ماہ تک برت رکھ کر جاپ کرنا ہوگا۔ اس دوران میں کسی سے مل بھی نہ سکوں گا اور پورے دھیان و گیان سے مجھے جاپ میں مصروف رہنا ہوگا۔ اس بار مجھے کسی کھنڈر میں جا کر جاپ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا بلکہ پاربتی نے ایک علیحدہ کمرے میں مجھے جاپ کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ میں اس بیان کو طول نہیں دینا چاہتا چنانچہ اگلے ہی دن میں شیوجی مہاراج کے لئے جاپ

کرنے میں مصروف ہوگیا۔

میری لگن چونکہ سچی تھی اس لئے مجھے وقت کا اندازہ نہ ہو سکا اور نہ ہی اس منتر کا جاپ کرتے ہوئے مجھے بیروں اور بلاؤں نے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ممکن ہے یہ سب کچھ پاربتی کی وجہ سے سہل ہوگیا ہو۔ بہرحال میں متواتر شب و روز اپنے جاپ میں لگا رہا اور چھ ماہ کا عرصہ کب بیت گیا مجھے احساس بھی نہ ہو سکا۔

جس روز میں نے جاپ مکمل کیا اس روز پاربتی میرے اوپر کچھ زیادہ ہی مہربان نظر آ رہی تھی۔ شاید اس لئے کہ میں نے اس منتر کے ذریعے اس کے پتی دیوی آتما کو رام کر لیا تھا۔ یا پھر ہو سکتا تھا کہ کوئی دوسری وجہ رہی ہو لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس روز پاربتی دیوی مجھ سے کچھ اور قریب آ گئی ہے۔ اس نے خود اپنے کومل ہاتھوں سے مجھے اشنان کرایا۔ میری داڑھی جو چھ ماہ کے عرصے میں بے تحاشا بڑھ گئی تھی' اسے صاف کرایا گیا اور پہننے کے لئے مجھے اعلیٰ لباس دیا جو پاربتی نے بطور خاص میرے لئے سلوایا تھا۔

غرض یہ کہ شیوجی مہاراج کا جاپ مکمل کرنے کے بعد میں پاربتی سے بہت قریب ہوگیا تھا مگر ابھی تک مجھے اس نئے جاپ سے حاصل ہونے والی شکتی کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ ایک دو بار میرے جی میں آئی تھی کہ میں خود ہی اپنی شکتی کو آزماؤں یا پھر پاربتی سے دریافت کروں لیکن مجھے اس کا موقع نہ مل سکا مگر ایک روز جب میں پاربتی کے کمرہ خاص میں اس کے ساتھ بیٹھا' اس کے عشق کے گداز لمحات میں سرمست تھا۔ پاربتی نے مجھے اپنی ادائے خاص سے مخاطب کیا۔

''کرشن کمار، شیوجی مہاراج کا جاپ مکمل کر لینے کے بعد اب تمہارے اندر بلوانوں کی شکتی آ گئی ہے۔ اب تمہیں کسی دشمن کو نیچا دکھانے کے لئے کوئی منتر پڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ تم جو کچھ سوچو گے، وہ دیوتاؤں کی کرپا سے پورا ہوگا۔ پرنتو ایک بات اوش دھیان میں رکھو۔''

''دیوی۔'' میں جلدی سے بولا۔ ''تو نے مجھے جو کچھ دان کیا ہے اس کے لئے میرے پاس شبد نہیں ہیں جو میں شکریہ ادا کر سکوں لیکن اتنا ضرور ہے کہ میں تیری کرپا کو کبھی بھلا نہیں سکتا۔ مجھے جو آ گیا بھی ملے گی اس کا پالن کرنا میں اپنا دھرم سمجھوں گا۔''

پاربتی نے مسکرا کر میری آنکھوں میں جھانکا پھر بڑی ادا سے بولی۔ ''سوچ لو کرشن کمار، ایک بار وچن دینے کے بعد اگر تم پھر گئے تو میں تمہیں شما کر سکتی ہوں۔ پرنتو شیوجی مہاراج کی مہان آتما شما نہیں کرے گی۔''

پاربتی کی یہ بات سن کر میں دل ہی دل میں ہنس دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ پاربتی اور شیو مہاراج کے درمیان زن و شوہر کا رشتہ رہ چکا ہے اس لئے یہ بات میرے لئے مضحکہ خیز ہی تھی کہ جب پاربتی مجھے اپنے

لمس سے نوازتی ہے، اس سے تو شیو جی مہاراج کی آتما ناراض نہیں ہوتی پھر دوسری ایسی کیا بات ہو سکتی ہے جس کا وچن دے کر توڑ دینے کے بعد شیو جی کی آتما مجھ سے ناراض ہو جائے گی۔ میں ابھی اس کی بات کا جواب بھی نہ دے پایا تھا کہ پاربتی نے اپنی بانہیں میری گردن سے علیحدہ کیں اور خفگی کے انداز میں بولی۔

''کرشن کمار، پاپ اور پُن کے چکروں میں مت پڑو۔ اسے سمجھنے کے لئے تمہیں پورا ایک جیون درکار ہے۔ آتما کا ملاپ اور شریر کا سمبندھ (تعلق) اگر منش کی اِچھا سے ہو تو کوئی پاپ نہیں کہلاتا۔ پرنتو وچن دے کر توڑ دینا گھور پاپ ہے۔''

مجھے پاربتی کی بات پر کوئی اچنبھا نہیں ہوا۔ میں جانتا تھا کہ وہ من کا بھید پڑھنے کی شکتی رکھتی ہے لیکن وہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی جس کے سلسلے میں وہ مجھ سے وچن لینا چاہتی تھی۔ میں نے اپنے ذہن پر زور دے کر اس کے متعلق سوچا تو یکلخت مجھے موہن لال کا خیال آ گیا چنانچہ میں سنبھل کر بولا۔

''دیوی، میں تیرا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں، میں تجھے ہر بات کے لئے وچن دینے کو تیار ہوں، پرنتو اگر اس بات کا کوئی تعلق موہن لال کی ذات سے ہے تو مجھے مجبور نہ کر۔''

پاربتی نے قدرے بجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر کچھ سوچ کر بولی۔ ''تم اور موہن لال دونوں میرے سیوک ہو اور پجاری بن چکے ہو۔ یہ سچ ہے کہ جو ادھیکار تم میرے اوپر حاصل کر چکے ہو، وہ موہن لال کو تمام جیون نہیں مل سکتا۔''

پاربتی کی زبان سے یہ سن لینے کے بعد کہ وہ مجھے موہن لال کے مقابلے میں زیادہ قریب سمجھتی ہے میرا سر غرور کے احساس سے تن گیا۔ میں نے پیار بھری نظروں سے پاربتی کو دیکھ پھر محبت کے جذبے سے بے خود ہو کر پہلی بار عالم وارفتگی میں پریم کی اس منزل کو چھو لیا جو پاربتی اور موہن لال کے کہنے کے مطابق کوئی پاپ نہیں تھا۔ جب تک مجھ پر مدہوشی طاری رہی میں پاربتی کے حسین قرب سے لطف اندوز ہوتا رہا لیکن جب محبت کا نشہ ٹوٹا تو اس خوف سے میں کانپ اٹھا کہ کہیں پاربتی میری اس جسارت پر خفا نہ ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ مجھے اب بھی اس کی حسین آنکھوں میں سیکڑوں اپسرائیں رقص کرتی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اس سے موہن لال کا ذکر چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔ میں پہلے دیوی کو مکمل اعتماد میں لینا چاہتا تھا۔

پندرہ بیس روز اسی طرح گزر گئے۔ اس عرصے میں پاربتی نے میری ملاقات گنیش دیوتا سے بھی کرائی جو عجیب الخلقت تھا لیکن پاربتی کا بے دام غلام نظر آتا تھا اور بہت نرم دل واقع ہوا تھا۔

شیو جی کا جاپ مکمل کر لینے کے بعد میں پاربتی کے قرب سے ایسا لطف اندوز ہوا کہ مجھے کسی بات

کا دھیان ہی نہ رہا لیکن ایک روز گنیش دیوتا سے بات کرتے وقت جب موہن لال کا ذکر درمیان میں آیا تو مجھے پھر اپنے آپ پر شدید غصہ آ گیا۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ اب مجھے پاربتی کی اجازت لے کر وہاں سے رخصت ہو جانا چاہئے تاکہ میں سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری سے اپنا انتقام پورا کر سکوں۔ جس کی ذات سے پہنچی ہوئی ایک ایک اذیت میرے دل و دماغ پر روز اول کی طرح نقش تھی۔ چنانچہ ایک روز موقع پا کر جب میں نے پاربتی کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

''کرشن کمار، تم موہن لال سے ٹکرانے کا عہد کر چکے ہو۔ پرنتو میں چاہتی ہوں کہ تم اس خیال کو کچھ عرصے کے لئے اپنے ذہن سے نکال دو۔''

''اگر یہ حکم کچھ دنوں کے لیے ہے تو میں تیار ہوں۔'' میں نے دبی دبی زبان میں جواب دیا۔

''میرے لیے تیری آگیا کا پالن کرنا دھرم ہے۔''

''کرشن کمار، ہر دس سال بعد چالیس روز کے لئے میں اس مرگھٹ پر جاتی ہوں جہاں شیو جی مہاراج کا کریا کرم ہوا تھا۔ میں اس استھان پر بیٹھ کر اپنے پتی دیو کی چرن پوجا میں مگن رہتی ہوں۔ اس عرصے میں دھرتی کے کسی منش یا دوسرے دیوی دیوتاؤں سے میرا کوئی سمبندھ نہیں رہتا۔ دس سال پورے ہونے میں ابھی دو سپتاہ (ہفتے) باقی ہیں اس لئے تم اس سمے تک یہاں رہو جب تک میں شیو جی مہاراج کی چرن پوجا سے نمٹ کر واپس نہ آ جاؤں۔''

گو کہ یہ مدت بہت زیادہ تھی لیکن پاربتی نے مجھ پر جو احسانات کئے تھے اس کے پیش نظر میں نے اس سے مزید اصرار نہیں کیا۔ دو ہفتے تک وہ میرے ساتھ رہی پھر ایک دن مجھے گنیش دیوتا کے سپرد کر کے خود اس مرگھٹ کی طرف روانہ ہو گئی جس کا مجھے کوئی علم نہیں تھا۔

میں نے اپنے طور پر یہی سوچا تھا کہ جب پاربتی چرن پوجا سے فراغت پا کر واپس آئے گی تب ہی میں اس کی اجازت لے کر موہن لال سے ٹکرانے کے لئے جاؤں گا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا اس لئے میں پاربتی سے کئے ہوئے وعدے پر قائم نہ رہ سکا اور جوش میں آ کر وہاں سے رخصت ہو گیا۔

میری روانگی کی وجہ یہ تھی کہ پاربتی کے جانے کے کوئی آٹھ یا دس روز بعد ایک دن گنیش دیوتا کے ساتھ بیٹھا دیوی دیوتاؤں کی باتیں کر رہا تھا اور اس سے تمام اسرار رموز دریافت کر رہا تھا کہ گنیش دیوتا نے اچانک موہن لال کا ذکر چھیڑ دیا اور دبی زبان میں بولا۔

''کرشن کمار، دیوی نے مجھے بتایا تھا کہ تم موہن لال کو نیچا دکھانے کا فیصلہ کر چکے ہو۔''

''ہاں۔'' موہن لال کے ذکر پر میں برہم ہو کر بولا۔ ''میں اس پاجی کو شکست دینے کا عہد کر چکا ہوں اور جب تک اپنا عہد پورا نہ کر لوں گا، چین سے نہیں بیٹھوں گا۔''

''جو تمہاری مرضی، پرنتو موہن لال کی مہان شکتی سے ٹکرانا بڑے جان جوکھوں کا کام ہے۔''

گنیش دیوتا نے اپنی لمبی سونڈ لہراتے ہوئے ذرا سنجیدگی سے جواب دیا۔ ''دیوی دیوتاؤں کی کرپا نے اس کے شریر میں بلوانوں جیسی شکتی پیدا کردی ہے۔''

''گنیش مہاراج!'' میں ذرا تلخی سے بولا۔ ''کیا تم مجھے موہن کی شکتی سے خوف زدہ کرنا چاہتے ہو۔''

''نہیں کرشن کمار، میں تمہیں اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتا۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے گنیش دیوتا جی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

''یہی کہ موہن لال کی مہان شکتی کے مقابلے میں تمہاری جیت مشکل ہے۔'' وہ دبی زبان میں بولے۔ ''دیوی دیوتاؤں کا سایہ جب تک اس کے سر پر باقی ہے اسے کوئی بھی نیچا نہیں دکھا سکتا۔''

''پرنتو پاربتی دیوی نے تو کہا تھا کہ شیو جی مہاراج کے لئے جاپ مکمل کر لینے کے بعد میں جو چاہوں گا، سو پورا ہوگا۔''

''پورا اوش ہوگا کرشن کمار'' گنیش دیوتا نے جلدی سے کہا پھر وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ میں بول پڑا۔

''پاربتی دیوی نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے اس پر موہن لال سے زیادہ ادھیکار ہے۔''

''دیوی کی خوشی سب سے بھاری ہے۔ پرنتو میں جانتا ہوں کہ دیوی نے تمہارا من رکھنے کے لئے ایسا کہا ہوگا۔''

''گویا تمہاری دیوی نے مجھے اب تک دھوکے میں رکھا ہے، وہ شیو جی مہاراج کی چرن پوجا سے فارغ ہو کر واپس آنے پر پھر مجھے اپنے قرب کے سندر جال میں الجھائے گی اور میں انتقام کی آگ میں اسی طرح جلتا رہوں گا۔''

چالیس روز میں سے دس روز دیوی کے استھان پر گزر چکے تھے یعنی اب میرے پاس صرف تیس دن باقی رہ گئے تھے اور تیس دنوں کے اندر اندر مجھے سونا گھاٹ کے پجاری سے انتقام لینا تھا۔ دوسری صورت میں ممکن تھا کہ چرن پوجا سے واپسی پر جب پاربتی کو گنیش دیوتا کی زبانی صورت حال کا علم ہوتا تو وہ میرے بجائے موہن لال کی مدد پر کمربستہ ہو جاتی اور اس طرح موہن لال اور پاربتی دیوی کی مہان شکتیوں سے ایک ہی وقت میں میرا مقابلہ کرنا دشوار ہو جاتا چنانچہ میں نے طے کر لیا تھا کہ تین روز کے اندر اندر موہن لال سے ان تمام باتوں کا بدلہ ضرور لوں گا جو میرے دل پر نقش تھیں۔

میں اپنی دھن میں مست تیز تیز قدم اٹھاتا چلا جا رہا تھا کہ کچھ سوچ کر رک گیا۔ اچانک مجھے پاربتی دیوی کی ایک بات کا دھیان آ گیا۔ دیوی نے مجھ سے کہا تھا کہ شیو جی مہاراج کے لئے جاپ مکمل

کر لینے کے بعد مجھے کسی بات کی چنتا نہیں ہوگی۔ میں جو کچھ چاہوں گا وہ اوش پورا ہوگا۔ میں نے ابھی تک اپنی شکتی کو آزمایا نہیں تھا۔ اس شکتی کو جس کے حصول کے لئے میں بالکل بدل گیا اور نہ جانے کن کن حیرت انگیز منزلوں سے گزرا تھا۔ میں اب اس شکتی کا اظہار چاہتا تھا۔ میں کہاں جاؤں، میں نے سوچا' کئی جگہیں میرے ذہن کے آئینے میں نمایاں ہوئیں۔ بنارس، ہاں مجھے بنارس چلنا چاہئے۔ میرا ایک دوست بنارس میں رہتا تھا۔ مجھے اپنی شکتی سے محسوس ہوا کہ میرا دوست کسی پریشانی میں مبتلا ہے چنانچہ میں نے بنارس جانے کا ارادہ کر لیا۔ چلتا رہا اور جب دیوی کا استھان میری نظروں سے اوجھل ہو گیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی، میں بنارس جانے والی سڑک پر کھڑا تھا۔ دور سے مجھے مندروں کے کلس نظر آ رہے تھے۔ میرے پیروں نے مجھے بنارس پہنچا دیا۔ شکتی کے اس اظہار پر میرا سینہ فخر سے تن گیا۔

جلد ہی میں بنارس کی ایک پُر رونق شاہراہ پر موجود تھا۔ میرا دل یہ سوچ کر خوشی سے جھوم اٹھا کہ اب میں سچ مچ مہان شکتی کا مالک بن چکا ہوں اور اب میرا موہن لال سے ٹکرانا زیادہ دشوار نہ ہوگا۔ طاقت کا نشہ اور ایسی طاقت کا جو غیر معمولی نوعیت کی ہو، کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ میں اس وقت سرشار تھا۔ بدمست تھا اور میری حالت اس قلندر کی سی تھی جو دنیا کو حقیر سمجھتا ہے۔ میں سڑک پر رینگتے ہوئے انسانوں کو حقیر سمجھ رہا تھا۔ میں ان سب سے بلند ہوں۔ سب سے عظیم ہوں۔ ایک لمحے کے لئے میں اپنی طاقت سے ان انسانوں کو حیرت زدہ کر سکتا ہوں۔ طاقت! سچ پوچھئے تو اس لذت کا اظہار مشکل ہے جو میں بنارس کی اس سڑک پر محسوس کر رہا تھا۔

جس سڑک پر میں اس وقت موجود تھا، وہ میری جانی پہچانی تھی۔ یوں تو...... والد صاحب (مرحوم) کے ساتھ میں نے قریب قریب پورے ہندوستان کا چکر لگایا تھا لیکن بنارس میں میرا زیادہ وقت گزرا تھا اس لئے یہاں کے گلی کوچوں سے بخوبی واقف تھا۔ بنارس میں میرے بے شمار دوست بھی رہتے تھے جن میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی۔

کچھ دیر تک میں خاموش کھڑا وہاں کے ہنگاموں کو دیکھتا رہا پھر اپنے ایک پرانے دوست جواد علی خاں کے گھر کی طرف چل دیا جو زیادہ دور نہیں تھا۔ جواد علی خاں نہ صرف یہ میرے خاص دوستوں میں تھا بلکہ وہ بھی میرے ساتھ ہی محکمہ جنگلات میں ملازم ہوا تھا۔ اس کے اور ہمارے گھر کے تعلقات بھی خاصے دیرینہ تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ ایک دو روز اس کے ہاں گزار کر فوراً ہی سونا گھاٹ کے پجاری کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔

دیوی کے استھان پر جب میں نے بنارس کے بارے میں سوچا تھا تو مجھے پتہ چلا کہ میرا دوست کسی پریشانی میں مبتلا ہے۔ مجھے اپنی طاقت سے اس امر کا پتا چل چکا تھا کہ کون کہاں کس عالم میں ہے۔ تاہم ایک عجیب بات یہ تھی کہ میں جب نے اپنی اس شکتی سے سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں

جاننے کی کوشش کی تو مجھے کوئی واضح جواب نہ مل سکا۔ اب یہی صورت رہ گئی تھی کہ میں سونا گھاٹ سے قریب ہوں اور بنارس پہنچ کر حکمت عملی سے سونا گھاٹ کے پجاری کو سر کرنے کا منصوبہ بناؤں۔ مجھے یقین تھا کہ سونا گھاٹ کے پجاری نے اپنی شکتی سے پہلے ہی اس کا توڑ کر لیا ہوگا کہ میں اس کے موجودہ محل وقوع کا پتا نہ چلا سکوں۔

جواد کے گھر پہنچ کر میں نے اسے آواز دی تو بائیس تئیس سال کا ایک خوب صورت لڑکا باہر نکلا جس کے چہرے سے پریشانی کے تاثرات عیاں تھے۔

''فرمایئے۔'' اس نے جس انداز میں مجھے مخاطب کیا اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا وہ بہت پریشان ہے۔

''مجھے جواد علی خاں سے ملنا ہے۔'' میں نے بڑی شگفتہ آواز میں کہا۔

''وہ اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔'' لڑکے نے تیزی سے جواب دیا پھر واپسی کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

''میاں صاحب زادے، ذرا سننا۔''

لڑکا جھلائے ہوئے انداز میں میری طرف دوبارہ متوجہ ہوا تو میں نے جلدی سے کہا۔

''تم نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ جواد صاحب کہاں گئے ہیں اور کب تک واپس آئیں گے؟''

''وہ کچھ کہہ کر نہیں گئے لیکن میں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ ان کی واپسی میں زیادہ دیر نہیں ہوگی۔ آپ چاہیں تو رک کر انتظار کر لیں۔''

''جواد سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟'' میں نے پوچھ ہی لیا اس لئے کہ وہ میرے لئے قطعی اجنبی تھا۔

''وہ میرے بہنوئی ہوتے ہیں۔''

''اوہ۔'' میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ پھر سنجیدگی سے پوچھا۔ ''گھر پر تو سب خیریت ہے۔''

''آپا کی حالت بہت زیادہ خراب ہے۔'' لڑکے نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں آج ہی الہ آباد سے یہاں پہنچا ہوں۔''

''جواد غالباً ڈاکٹر کو لینے گیا ہوگا۔'' میں نے جلدی سے دریافت کیا تو لڑکے کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ ڈبڈبائی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ کر بولا۔

''ڈاکٹر اور حکیم آپا کی طرف سے ناامید ہو کر جواب دے چکے ہیں۔ دولہا بھائی اب کسی پیر صاحب کو بلانے گئے ہیں۔''

''بیماری کیا ہے تمہاری آپا کو۔'' میں نے دبی زبان میں پوچھا اور سوچنے لگا کہ میں صحیح وقت پہنچا ہوں۔

''دولہا بھائی آجائیں تو آپ ان ہی سے تفصیل دریافت کیجئے گا۔'' لڑکے نے کہا پھر قبل اس کے کہ میں اسے روکتا وہ بجلی کی طرح گھوما اور لپک کر اندر چلا گیا۔

اگر میں عام حالات میں جواد کے گھر آیا ہوتا تو ممکن تھا کہ اس کی غیر موجودگی کی اطلاع پا کر واپس چلا گیا ہوتا لیکن اب جب کہ مجھے اس کی بیوی کی بیماری کا علم ہو چکا تھا میرا وہاں سے چلا جانا مناسب نہیں تھا۔ اس کے مکان کے باہر کھڑا اس کا انتظار کرتا رہا مگر مجھے زیادہ دیر تک انتظار کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ پانچ سات منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ایک کار میرے قریب آ کر رکی جس میں سے جواد پہلے نیچے اترا پھر ایک لمبی داڑھی والے پیر صاحب برآمد ہوئے جنہوں نے اپنے ہاتھ میں ایک لمبی تسبیح پکڑ رکھی تھی۔ صورت شکل سے وہ کچھ بھی نظر آتا ہو لیکن میں نے پہلی نظر میں بھانپ لیا کہ وہ پیر و یر کچھ نہیں بلکہ رنگا سیار ہے لیکن اس وقت میرا بولنا چونکہ مناسب نہیں تھا اس لئے میں خاموش رہا۔ جواد جلدی میں تھا اور پریشان تھا۔ وہ میری طرف توجہ نہ دے سکا لیکن جب میں خود ہی آگے بڑھ کر اس کے سامنے آ گیا تو اس کی آنکھوں میں تھمے ہوئے آنسو ابل پڑے۔

''افضل بیگ تم۔'' اس نے بے اختیار مجھے گلے لگا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

''مجھے تمہارے سالے سے بھابی کی بیماری کی اطلاع مل چکی ہے۔'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''گھبراؤ نہیں، ہمت سے کام لو۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔''

''تم آئے کب؟''

''پہلے اندر چل کر بھابی کی خبر لو۔ باقی باتیں بعد میں اطمینان سے ہوں گی۔''

آگے کا واقعہ خاصا دلچسپ ہے اس لئے میں اسے بیان کر رہا ہوں۔ میں نے ایک بار انہی صفحات میں عرض کیا تھا کہ میں نے بہت سے دلچسپ واقعات کو طوالت کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے اس قسم کے دو چار واقعات ہی بیان کئے ہیں، سارا زور سرگزشت پر دیا ہے۔ حالانکہ دلچسپ واقعات کی ایک فہرست جو بیان کی جائے تو سلسلہ ختم ہونے کا نام نہیں لے گا۔

جواد مجھے اور پیر صاحب کو لے کر اندر گیا۔ جواد کی بیوی چونکہ وہ مجھ سے پردہ نہیں کرتی تھی اس لئے میں اس کے کمرے میں چلا گیا جہاں وہ ایک بستر پر مردوں جیسے انداز میں آنکھیں بند کئے چت پڑی تھی۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑا دکھ ہوا۔ کبھی وہ ایک اچھی خاصی پرکشش شخصیت کی حامل تھی لیکن اب ہڈیوں کا پنجر نظر آتی تھی۔ میں چپ چاپ کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

پیر صاحب جو خاص طور پر اس کے علاج کے لئے آئے تھے، آگے بڑھ کر اسے دیکھتے رہے اور تسبیح کے دانوں پر الٹے سیدھے ہاتھ چلاتے رہے۔ جواد اور اس کا جوان سالا دونوں پیر صاحب کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے لیکن میں چونکہ اس رنگے سیار کی اصلیت سے واقف ہو چکا تھا اس لئے دل ہی

دل میں مسکرا رہا تھا اور بڑی توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا جو کبھی آنکھیں پھاڑ کر چھت کو گھورنے لگتا اور کبھی داڑھی پر ہاتھ مار کر ہونٹ ہلانے لگتا تھا۔

کوئی دس بارہ منٹ تک وہ اسی قسم کی شعبدہ بازی کرتا رہا اور پھر جواد کی طرف لال پیلی آنکھیں گھما کر بولا۔

''میاں، تم نے مجھے بلانے میں بہت دیر کر دی، بات بہت آگے بڑھ چکی ہے۔''

''آپ نے کیا اندازہ لگایا پیر صاحب۔'' جواد نے بڑے ادب سے پوچھا۔

''سحر موٹا تازہ۔'' پیر کی بڑی ڈراؤنی آواز میں بولا۔ ''تمہارے کسی دشمن نے اس عورت پر سحر کر دیا ہے۔ جس کا اتارنا معمولی بات نہیں ہے۔''

''اب آپ ہی کوئی تدارک کریں قبلہ محترم۔'' جواد نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔ ''میں تو بالکل مایوس ہو چکا ہوں۔''

''گھبراؤ مت میاں۔ خدا اگر چاہے تو مردے میں بھی جان ڈال سکتا ہے۔'' پیر صاحب گھسے پٹے جملے بولتے رہے پھر انہوں نے دوبارہ جواد کی بیوی کو گھورنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر تک گھورتے رہے پھر جواد سے بولے۔ ''تمہارا شبہ کس پر ہے۔''

''کس سلسلے میں؟'' جواد نے پوچھا۔

''میں اس شخص کا نام جاننا چاہتا ہوں جس نے تمہاری بیوی پر سحر کیا ہے۔''

''مجھے تو کسی پر شبہ نہیں ہے۔''

''سوچنے کی کوشش کرو میاں۔'' پیر صاحب نے جلالی انداز میں سر کو دو جھٹکے دیتے ہوئے کہا۔

''میں اس پاجی کو بھی سزا دینا چاہتا ہوں جس نے تمہاری بیوی کو اس مصیبت سے دوچار کیا ہے۔''

''میری عقل تو کام نہیں کر رہی ہے۔'' جواد نے کہا۔ ''آپ اس پاجی کو چھوڑیں پیر صاحب۔ ان کا کوئی علاج کریں۔''

''تمہاری مرضی۔'' پیر صاحب نے بڑے غصیلے لہجے میں جواب دیا پھر بولے۔ ''مجھے اس سحر کو توڑنے کے لئے بڑی جدوجہد کرنی ہوگی۔ کم از کم سات روز تک مزار پر بیٹھ کر وظیفہ پڑھنا ہوگا۔''

''میں بڑی امیدوں سے آپ کو ساتھ لایا ہوں قبلہ۔ خدا کے لئے میری بیوی کو اس سحر سے نجات دلا دیجئے۔''

''حق اللہ۔'' لمبی داڑھی والے پیر مرد نے ایک زور کا نعرہ بلند کیا پھر بولا۔ ''میاں لمبی چوڑی رقمیں وصول کرنا میرے نزدیک بڑے گناہ سے کم نہیں لیکن کچھ چیزوں کا بندوبست تمہیں البتہ کرنا ہوگا۔''

''آپ حکم دیجئے قبلہ۔ جو آپ چاہیں گے میں فراہم کروں گا۔''

''خدا تمہیں اپنی امان میں رکھے۔'' پیر نے داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ ''تمہیں گہرے سبز رنگ کی ایک ساڑھی، چاندی کے ایک کٹورے اور سوا سیر کھانڈ کا بندوبست کرنا ہوگا۔ بولو ہو سکتا ہے یہ انتظام۔''

''آپ ان چیزوں کا کیا کریں گے جناب۔'' میں چپ نہ رہ سکا۔

''اللہ کے بھید صرف اللہ جانتا ہے۔'' پیر صاحب نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''یہ تمام چیزیں غربا اور مسکینوں میں اللہ کے نام پر خیرات کر دی جائیں گی۔''

''جہاں تک کھانڈ کا تعلق ہے تو وہ ٹھیک ہے لیکن گہرے سبز رنگ کی ساڑھی اور چاندی کے کٹورے کا حضرت کیا بنے گا؟'' میں نے پیر صاحب سے نیاز مندی سے پوچھا۔

''تم کون ہو جی ان باتوں میں دخل دینے والے۔'' داڑھی والے رنگیلے سیار نے اس بار اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے گھور کر مرعوب کرنا چاہا۔

''کہیں ایسا تو نہیں ہے بڑے صاحب کہ سبز رنگ کی ساڑھی کی فرمائش آپ سے کسی نے کی ہو۔'' میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ پیر صاحب چراغ پا ہو کر رہ گئے۔ چہرے پر جلالی کیفیت طاری ہو گئی، غراتے ہوئے بولے۔

''نابکار، تو میرے اوپر الزام لگاتا ہے۔ جہنم کا کندہ بنے گا کیا۔''

جواد اور اس کے نوجوان سالے کو میری دخل اندازی گراں گزری تھی۔ میں ان دونوں کے چہروں کے تاثرات دیکھ چکا تھا اس لئے مجھے یکلخت سنجیدہ ہو جانا پڑا۔ قبل اس کے کہ جواد یا اس کا سالا مجھ سے کچھ کہتا میں نے کینچلی بدل کر خشک لہجے میں اس رنگیلے سیار کو مخاطب کیا۔

''مولوی جی، بوریا بستر یا سنبھالو اور یہاں سے چلتے بنو، زیادہ باتیں نہ کرو۔ مجھے تاؤ نہ دلاؤ۔''

''افضل بیگ، خدا کے لئے خاموش رہو۔'' جواد نے مجھے روکنا چاہا مگر مجھے بھی جلال آ گیا تھا اس لئے میں نے اس کی کہی ان سنی کرتے ہوئے براہ راست پیر کو مخاطب کیا۔

''یہ شعبدے بازی کہیں اور جا کر دکھاؤ مولوی جی۔ میرے دوست پر تمہارا جادو نہیں چل سکے گا۔''

''اپنی گندی زبان بند رکھ نابکار۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری زبان سے تیرے لئے کوئی بد دعا نکل جائے۔'' پیر صاحب نے باقاعدہ کپکپانا شروع کر دیا تھا۔

''افضل بیگ، خدا کے لئے تم درمیان میں نہ بولو۔'' جواد نے مجھے دوبارہ روکنا چاہا لیکن میں طے کر چکا تھا کہ اس رنگیلے سیار کو ضرور سزا دوں گا چنانچہ میں نے کڑک کر کہا۔

''مولوی مجھ سے نہیں چلے گی تمہاری یہ بازی گری اور اگر سچ مچ تم کوئی پہنچے ہوئے بزرگ ہو تو اس کا امتحان ابھی لے لیا جاتا ہے۔'' اتنا کہہ کر میں نے نفرت سے اسے گھورا ہی تھا کہ میرے پیروں نے

میری مرضی کے مطابق اسے اٹھا کر اتنی زوردار پٹخی دی کہ وہ بے چارا بلبلا کر رہ گیا اور کراہنے لگا۔

جواد اور اس کا نوجوان سالا مولوی جی کی مدد کو آگے بڑھے لیکن پھر جو کچھ ہوا اس نے ان دونوں کو بھی خوف زدہ انداز میں رک جانے پر مجبور کر دیا۔ دونوں ہی حیرت سے آنکھیں پھاڑے مولوی کو دیکھ رہے تھے۔ جس کی داڑھی اچانک غائب ہو چکی تھی بلکہ اس پر کوڑھ کے دھبے نظر آ رہے تھے۔

''رحم کرو، خدا کے لئے رحم کرو۔'' پیر صاحب نے گڑگڑاتے ہوئے مجھ سے کہا۔ ''میں قسم کھاتا ہوں کہ اب کبھی کسی کے ساتھ دغا اور فریب نہیں کروں گا۔''

''خیریت چاہتے ہو تو دفع ہو جاؤ۔ نہیں تو میں تمہیں ایسا کشٹ دوں گا کہ سارا جیون یاد رکھو گے۔'' میں اپنے اصلی روپ میں آتا جا رہا تھا۔ جواب میں نقلی پیر نے مجھے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر اٹھا اور سر پاؤں پر رکھ کر ایسا بھاگا کہ پھر اس کی کوئی اطلاع نہ ملی۔

جواد اور اس کا نوجوان سالا دونوں مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ نقلی پیر کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک کمرے میں مکمل خاموشی طاری رہی پھر جواد نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔

''افضل بیگ، کیا سچ مچ یہ تم تھے جس نے پیر کو......''

''جواد۔'' میں اپنے دوست کی بات کو کاٹتے ہوئے بولا۔ ''کیا تم فوری طور پر کسی بکرے کا خون فراہم کر سکتے ہو۔''

''بکرے کا خون۔'' جواد نے بدستور حیرت سے پوچھا۔ ''اس وقت تم بکرے کا خون کیا کرو گے۔''

''بحث بعد میں کر لینا۔ فی الحال جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔''

''لیکن بکرے کا خون کہاں مل سکے گا۔''

''چلو جانے دو۔'' میں نے بستر پر پڑی ہوئی عورت کو بغور دیکھتے ہوئے کہا پھر جواد سے کہا۔

''کیا تم لوگ کچھ دیر کے لئے باہر جاؤ گے۔''

''کیوں؟''

''میں بھابی صاحبہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں جلدی سے بولا۔ ''گھبراؤ نہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس زیادہ سے زیادہ تم لوگوں کو پندرہ منٹ کی زحمت ہوگی۔''

جواد نے جو مجھ سے مرعوب نظر آ رہا تھا ایک لمحے کے لئے میرے چہرے کو بغور دیکھا پھر اپنے سالے کو لے کر باہر چلا گیا۔ کمرے میں اب میں تھا یا جواد کی بیمار بیوی جو بدستور آنکھیں بند کئے بے سدھ پڑی تھی۔ جواد کے باہر جاتے ہی میں نے آنکھیں بند کیں اور ایک خاص منتر کا جاپ کرنے لگا

ابھی مجھے جاپ کرتے ہوئے چار پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ میرے منتر کے موکل نے مجھے جواد کی بیوی کی بیماری کا سبب بتا دیا چنانچہ میں نے اسی وقت جواد کو اندر بلا کر کہا۔

''بھابی صاحب کو فوری طور پر دوسرے کمرے پر پہنچا دو۔''

''کیا اس کمرے میں کوئی خاص بات ہے۔'' جواد نے تعجب سے پوچھا۔

''وقت ضائع مت کرو۔ جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر فوراً عمل کرو۔''

جواد نے پھر مجھ سے سوال نہیں کیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ اس وقت بڑی الجھنوں سے دوچار ہے لیکن بہر حال اس نے میرے کہنے پر اپنے سالے کے ساتھ مل کر اپنی بیوی کو برابر والے کمرے میں منتقل کر دیا پھر دوبارہ جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے سرگوشی میں کہا۔

''اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ کل صبح تک تمہاری بیوی کی حالت بہتر ہو جائے گی اور دو چار دنوں میں یہ بالکل بھلی چنگی ہو جائے گی۔ اچھا ہوا جو میں ٹھیک وقت پر آ گیا۔''

''مگر یہ سب کیا اسرار ہے۔''

''کسی دشمن نے تمہاری بیوی پر جادو کر دیا تھا۔ اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں آتا تو جس مسہری پر وہ ابھی لیٹی تھی اسے جھاڑ کر دیکھو۔ وہ تعویذ مل جائے گا جو فریم کے نیچے دبا ہوا ہے۔''

جواد نے اپنا اطمینان کرنے کے لئے جب میرے کہنے پر عمل کیا تو اسے موم جامہ کیا ہوا ایک چھوٹا سا تعویذ مل گیا جو لکڑی کے فریم کے نیچے چپکا ہوا تھا میں نے اسی وقت وہ تعویذ کھول کر جواد کو دکھایا پھر اسے آگ میں جلا دیا۔

''کیا اب اس تعویذ کے اثرات ختم ہو جائیں گے؟''

''نہیں اس کے لئے مجھے رات میں ایک کام اور کرنا ہوگا۔ بہر حال تم اطمینان رکھو۔ کل صبح تک بھابی جان کی حالت پہلے سے بہت بہتر ہو جائے گی۔''

جواد کچھ دیر تک مجھ سے بات کرنے کے بعد بیوی کے کمرے میں چلا گیا۔ اس کے سالے نے جو مجھ سے جواد کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی مرعوب نظر آ رہا تھا، میرے لئے باہر کی بیٹھک ٹھیک کر دی پھر میرے کھانے کا انتظام کیا گیا لیکن میں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ رات میں جواد نے مجھ سے طویل گفتگو کرنی چاہی لیکن میں نے اسے ٹال دیا حالانکہ میں اس سے سونا گھاٹ کے بارے میں تفصیل سے دریافت کرنا چاہتا تھا اور خاص طور پر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہاں کے پرانے مندر میں موہن لال کا صندلی تابوت اب بھی موجود ہے یا نہیں۔ دوسری صورت میں موہن لال کو تلاش کرنا، میرے لئے یقیناً دشوار ہوتا۔ بہر حال میں نے اس رات جواد کو اس لئے ٹال دیا کہ میں اس کی بیوی کے لئے ایک خاص منتر کا جاپ کرنا چاہتا تھا تاکہ جادو کے مہلک اثرات ختم ہو سکیں۔ میرے منتر کے موکل نے مجھے

یہی بتایا تھا کہ جواد کے سسرالی عزیز داروں میں سے ایک صاحب نے جواس کی بیوی سے شادی کرنا چاہتے تھے لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے، اپنا انتقام لینے کی خاطر اس پر ایسا جادو کرایا تھا کہ وہ جانبر نہ ہو سکے لیکن میرے بروقت وہاں پہنچ جانے سے تعویذ اپنا کام پورا نہ کر سکا۔

غرض اس روز تمام رات میں پاربتی دیوی کا بتایا ہوا ایک خاص منتر پڑھتا رہا تھا جس کا اثر میری مرضی کے عین مطابق ہوا اس لئے کہ دوسری صبح جب میں نے جواد کی بیوی کو دیکھا تو پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ بہتر نظر آ رہی تھی۔ جواد اور اس کا نوجوان سالا دونوں ہی بار بار مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

دوپہر میں جب جواد میرے کمرے میں آیا تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے رات بھر جو کچھ کیا ہے اس کے بعد اب آئندہ کوئی جادو ٹونا تمہاری بیوی پر کوئی اثر نہ کر سکے گا۔''

''مگر تم نے یہ سب کچھ کہاں سے سیکھا اور اتنے دنوں تک کہاں غائب رہے۔ یہ سب کچھ تو بہت حیرت انگیز ہے افضل بیگ۔''

''لمبی کہانی ہے پھر کبھی تفصیل سے سناؤں گا۔'' میں نے جواد کو ٹالنا چاہا لیکن جب اس نے کسی طرح میرا پیچھا نہ چھوڑا اور برابر اصرار کرتا رہا تو میں نے اسے مختصر سب کچھ بتا دیا لیکن پاربتی دیوی کا ذکر دیدہ و دانستہ نظر انداز کر گیا۔ جواد بڑی حیرت سے میرا چہرہ تکتا رہا پھر جب میں نے اپنی کہانی ختم کر لی تو بولا۔

''گویا تم اب افضل بیگ سے کرشن کمار بن گئے ہو۔''

''ہاں، حالات کا کچھ چکر ایسا ہی تھا کہ میں مجبور ہو گیا۔''

''مگر کیا تم نے اپنا مذہب بھی بدل لیا ہے؟''

''دھرم کی باتیں چھوڑو میرے دوست۔'' میں نے اسے ٹالتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہارے پاس ایک خاص مقصد سے آیا ہوں۔''

''وہ کیا؟''

''مجھے سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کے بارے میں یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا اس کا تابوت ابھی سونا گھاٹ میں موجود ہے یا نہیں۔ تم دفتر کے لوگوں سے بہ آسانی معلوم کر سکتے ہو لیکن ایک بات کا خیال رکھنا میں یہ نہیں چاہتا کہ فی الحال کسی کو میرے بارے میں معلوم ہو۔''

''میں خود بھی تمہارا تذکرہ کسی سے نہیں کروں گا۔'' جواد نے سنجیدگی سے کہا۔ ''ویسے تمہیں یہ سن کر ضرور ہنسی آئے گی کہ دفتر میں تمہارے بارے میں یہی خبر اڑی ہوئی ہے کہ تم مر چکے ہو اور تمہاری موت کا

سبب وہی موہن لال ہے جس کا تذکرہ تم نے ابھی کیا تھا۔''

''میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ لوگ یہی سمجھتے رہیں کہ افضل بیگ مر چکا ہے۔''

''کیوں، اس میں بھی کوئی خاص مصلحت ہے۔''

''ہاں۔'' میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ''میں نہیں چاہتا کہ اس موذی موہن لال کو میرے بارے میں کچھ معلوم ہو۔''

''مگر تم نے ابھی کہا تھا کہ وہ حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے۔''

''ہاں، میں نے غلط نہیں کہا تھا لیکن اب میرے اندر بھی اتنی شکتی ہے کہ میں اس کا مقابلہ کر سکتا ہوں اور جب تک میں اسے ٹھکانے نہ لگا لوں گا آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔''

''لیکن کیا تم اپنے علم سے یہ پتا نہیں چلا سکتے کہ وہ کہاں ہے۔''

''ہاں، اس لئے کہ سونا گھاٹ کے پجاری نے غالباً اس کا پہلے ہی سے انتظام کر لیا ہے مگر میں اسے تلاش کر لوں گا۔ میں پہلی فرصت میں سونا گھاٹ کے لئے روانہ ہو جانا چاہتا ہوں۔''

''لیکن میں تمہیں اتنی جلدی نہ جانے دوں گا۔'' جواد نے کہا۔ ''اب اتنے دنوں بعد ملے ہو کچھ دنوں تمہیں یہاں رہنا ہو گا۔''

''سونا گھاٹ میں آج کل کون تعینات ہے؟'' میں نے جواد کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

''تمہاری گمشدگی کی وجہ سے چرن پال کو وہاں بھیجا گیا تھا۔ ابھی تک وہ وہی لگا ہوا ہے۔''

''چرن پال سے تمہارے تعلقات کیسے ہیں؟''

''اچھے خاصے ہیں' کیوں؟''

''میں چاہتا ہوں کہ تم کل ہی چرن پال کو ایک خط لکھ دو۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''کسی طرح اس سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ کیا پرانے مندر میں اب بھی موہن لال کا تابوت موجود ہے یا نہیں۔''

''میں آج ہی اسے خط لکھ دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ تم میری مرضی کے بغیر یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہیں کرو گے۔''

''اس سلسلے میں مجھے مجبور مت کرو۔'' میں پہلو بدل کر بولا۔ ''موہن لال سے نپٹنے کے لئے میرے پاس محض تیس دن کی مہلت ہے۔ اگر اس عرصے میں، میں نے اسے نیچا نہ دکھایا تو پھر اس سے مقابلہ کرنا میرے لئے زیادہ دشوار ہو جائے گا۔''

''کیوں؟''

''ہے کوئی ایسی خاص بات جو میں تمہیں فی الحال نہیں بتا سکتا۔''

جواد کے سالے کے آ جانے سے گفتگو کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا۔ بہر حال جواد نے اسی روز چرن پال کو میرے کہنے کے مطابق خط لکھ دیا تھا۔

تین روز تک جواد اور اس کے سالے نے دل کھول کر میری آؤ بھگت کی۔ جواد کی بیوی کی حالت بھی حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہوتی جا رہی تھی۔ اب اس نے تھوڑا بہت چلنا پھرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی صحت بھی ٹھیک ہوتی جا رہی تھی۔ چوتھے روز چرن پال کی طرف سے جواد کے خط کا جواب آ گیا۔ چرن پال نے اپنے جواب میں تحریر کیا تھا کہ پرانے مندر میں آج کل کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ مندر کے نئے پجاری اوم پرکاش نے اس سلسلے میں بڑی سختی شروع کر دی ہے۔ آخر میں اس نے لکھا تھا کہ موہن لال کے صندلی تابوت کے بارے میں ذاتی طور پر اسے کچھ نہیں معلوم لیکن سونا گھاٹ کے عوام اب بھی اس کے نام سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ باقی باتیں جو اس نے تحریر کی تھیں اس سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔

میرا اب بنارس میں رکنا فضول تھا چنانچہ میں نے کسی نہ کسی طرح جواد سے روانگی کی اجازت حاصل کر لی۔ اسی روز میں نے بازار جا کر اپنے لئے کچھ ضروری چیزیں خریدیں اور گھر واپس آ کر اپنا سامان باندھ لیا۔ گاڑی کی روانگی شام کی تھی۔ اس لئے میں دن بھر آرام سے سویا۔ شام کو پانچ بجے جواد نے مجھے جگا دیا۔ گاڑی کا وقت سات بجے کا تھا اس لئے میں ایک گھنٹے تک جواد اور اس کی بیوی سے باتوں میں مصروف رہا پھر سواری منگا کر اسٹیشن کے لئے روانہ ہو گیا۔ جواد نے میرے ساتھ جانا چاہا لیکن میں نے مصلحتاً اسے ساتھ نہیں لیا۔ بات چونکہ معقول تھی اس لئے جواد نے میرے ہمراہ جانے پر اصرار نہیں کیا اور بڑی گرم جوشی سے رخصت کیا۔

اصل بات یہ ہے کہ شیو مہاراج کے لئے اپنا جاپ مکمل کر لینے کے بعد اب مجھے پورا وشواس تھا کہ اس بار میں موہن لال کے مقابلے میں بہ آسانی کامیاب ہو جاؤں گا پھر بھی میں نے یہی مناسب سمجھا کہ موہن لال پر اس طرح اچانک اور بھرپور وار کیا جائے کہ اس موذی کو سنبھلنے کا موقع نہ ملے۔ مجھے چونکہ اس بات کا مطلق علم نہیں تھا کہ موہن لال اس وقت کہاں ہو گا اس لئے میں نے سونا گھاٹ ہی سے اس کی تلاش شروع کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ کسی حد تک مجھے اس بات کی قوی امید تھی کہ سونا گھاٹ کا پُراسرار پجاری اب بھی اپنی اس کمین گاہ (صندلی تابوت) میں موجود ہو گا۔ جہاں پرانے مندر میں میرا اور اس کا پہلی بار آمنا سامنا ہوا تھا۔

اسٹیشن پہنچ کر میں نے ٹکٹ خریدا اور گاڑی آنے کا انتظار کرنے لگا۔ میرا مختصر سامان جو ایک چرمی اٹیچی کیس اور بستر بند پر مشتمل تھا' پلیٹ فارم پر رکھا ہوا تھا اور میں وقت گزاری کی خاطر اس کے آس پاس

ہی ٹہل رہا تھا۔ گاڑی آنے میں میرے حساب سے بیس منٹ باقی تھے جب ایک قلی نے مجھے بتایا تھا کہ جس گاڑی کا مجھے انتظار ہے، وہ پورے دو گھنٹے لیٹ ہے۔ قلی کی زبانی گاڑی لیٹ ہونے کا سن کر جس قدر غصہ مجھے آیا، وہ میرا دل ہی جانتا ہے۔ بہر حال اب اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا کہ دو گھنٹے کسی نہ کسی طرح گزارے جائیں۔ میں نے اپنا سامان اٹھایا اور دوسرے درجے کے ویٹنگ روم کی طرف چل دیا لیکن جیسے ہی میں نے ویٹنگ روم میں اپنا پہلا قدم رکھا، میں یوں اچھل پڑا جیسے کسی بچھو نے مجھے ڈنک مار دیا ہو۔

میری نظر جس شخص پر پڑی وہ موہن لال تھا۔ سونا گھاٹ کا پُراسراری پجاری جو ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا مجھے بڑی معنی خیز نظروں سے یوں گھور رہا تھا جیسے وہاں میری آمد اس کے لئے غیر متوقع نہ ہو۔ موہن لال سے میری ملاقات اس قدر اچانک اور خلاف توقع ہو گی۔ مجھے اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا چنانچہ ایک لمحے کے لئے میں گڑبڑا کر رہ گیا اور اسے حیرت بھری نظروں سے گھورنے لگا۔

''کیا دیکھ رہے ہو کرشن کمار، کیا پہچانا نہیں مجھے۔''

''ت...... تم......'' میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

''ہاں، میں موہن لال۔'' موہن لال نے زیر لب مسکرا کر کہا تو میں نے بھی اعتماد سے جواب دیا۔

''موہن لال، میں تمہاری تلاش میں ہی جا رہا تھا۔ چلو اچھا ہوا تم خود میرے پاس پہنچ گئے۔''

''اچھا۔'' موہن لال نے بڑی بے پروائی سے جواب دیا پھر بڑی بے نیازی سے بولا۔ ''ایسی کیا بات ہے کرشن کمار؟ تم اس سے مجھے کچھ بیاکل نظر آتے ہو۔ کوئی بپتا تو نہیں آن پڑی تم پر۔''

''بپتا کس پر پڑے گی یہ تو آنے والا سمے تمہیں خود بتا دے گا۔'' میں نے اٹیچی کیس اور بستر بند ایک طرف رکھا پھر تن کر کھڑا ہو گیا۔

''کسی لمبے سفر پر جا رہے ہو۔ کیوں افضل بیگ۔'' موہن لال نے میری بات کو بڑی خوب صورتی سے نظر انداز کر دیا۔

''میں نے کہا نا، میں تمہیں تلاش کرنے کے لئے بے چین تھا۔''

''اسی کارن تو میں اس سمے خود تمہارے سامنے آ گیا۔'' سونا گھاٹ کے پجاری نے بڑے اطمینان سے جواب دیا پھر منہ بنا کر بولا۔ ''آخر تمہارا گرو جو ہوں۔''

''اب باتوں میں اڑانے کا سمے نکل گیا، موہن لال۔'' میں نے قدرے تیز ہو کر کہا۔ ''وہ سمے بیت گیا جب میں تمہاری آ گیا کے سامنے بے بس ہو گیا تھا۔''

''اچھا سمے بیت گیا۔ مہاراج اب کیا خیال ہے تمہارا اپنے بارے میں؟'' موہن لال کے بجے

میں بڑا اعتماد اور طنز تھا۔ میں اس کے لہجے کی کاٹ کی تاب نہ لا سکا اور بپھر کر بولا۔

''اب..... اب بات دوسری ہے۔ کڑی تپسیا کے بعد اب میں بھی مہان شکتی کا مالک ہوں۔''

''مجھے پتا ہے کرشن کمار کہ تم نے شیو جی مہاراج کے لئے جاپ پورا کرلیا ہے۔ پرنتو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اپنے گرو سے زیادہ شکتی پورک ہو گئے ہو۔''

''اس دھیان کو اب اپنی بدھی (دماغ) سے نکال دو موہن لال۔'' میں نے نفرت سے کہا۔ ''کبھی کبھی چیونٹی بھی ہاتھی کی موت کا کارن بن جاتی ہے۔''

''کرشن کمار۔'' سونا گھاٹ کا پجاری بگڑے ہوئے تیور سے بولا۔ ''جانتے ہو تم اس سے کس کا اپمان (بے عزتی) کر رہے ہو۔''

''ایک مہان پجاری کا جو اپنی شکتی سے مظلوموں کی زندگی عذاب بنا دیتا ہے۔''

''سمجھا، دیوی نے بہت زیادہ منہ لگالیا ہے تمہیں۔'' موہن لال زہرخند لہجے سے بولا۔

''اپنی اپنی قسمت کی بات ہے موہن لال۔'' میں گردن اکڑا کر بولا۔

''اوہ..... دیوی کے چرنوں میں رہ کر تمہیں بولنا بھی آ گیا ہے۔''

''مجھے اب بہت کچھ اور بھی آ گیا ہے موہن لال۔ مجھے اپنی پیاس بجھانی اور بھوک مٹانی آ گئی ہے۔''

''مہاراج۔'' موہن لال نے بڑے کینہ توز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ ''آخر میں نے ایسا کون سا گھور پاپ کیا ہے جس کے کارن تم مجھے کشٹ دینا چاہتے ہو۔''

''پاپ۔ موہن لال تم نے کون سا ظلم چھوڑ دیا ہے۔ تم سونا گھاٹ کے غریب اور مظلوم لوگوں کی عزت سے نہ جانے کب سے کھیل رہے ہو۔ تم نے دیوی کی دان کی ہوئی شکتی سے کتنے لوگوں کا دل دکھایا ہے۔ میں تمہیں زیر کرنے کے ارادے سے سونا گھاٹ میں داخل ہوا تھا۔ میں ارادے کا پکا، اپنی بات کا ضدی آدمی ہوں۔ تم نے میرے ساتھ جو زیادتیاں کی ہیں، وہ میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا۔ موہن لال مجھے تم سے نفرت ہے۔ شدید نفرت اور میرے دل میں تمہارے خلاف ایک لاوا کھول رہا ہے۔ میں تمہیں اب نہیں چھوڑوں گا۔ اگر تم مرد ہو تو مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پر یہ یاد رکھو کہ آج میرے سر پر خون سوار ہے۔''

موہن لال نے یہ غضب ناک گفتگو پورے اطمینان سے سنی اور مسکرا کر بولا۔ ''کیا شما کرنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے کرشن کمار مہاراج؟'' موہن لال نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔

''ہے ایک راستہ۔'' میں نے سینہ تان کر جواب دیا۔ ''تم میرے چرن چھوؤ اور پاربتی دیوی کی

سوگند کھا کر مجھے وچن دو کہ آج کے بعد سے میرے سامنے تمہاری حیثیت ویسی ہی ہوگی جیسی مالکوں کے سامنے غلاموں کی ہوتی ہے۔ آج کے بعد تم سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کا روپ دھار کر من مانی نہیں کرو گے۔''

''چپ کیوں ہو موہن لال، کیا تمہیں یہ راستہ پسند نہیں آیا۔ ہاں اس میں سونا گھاٹ کے مہان پجاری کا اپمان اوش ہے۔''

''کرشن کمار۔'' موہن لال غصے سے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کرخت آواز میں بولا۔ ''مہان دیوی کا خیال ہے جس کے کارن میں اسے سے چپ ہوں۔ پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ میں تمہاری یہ باتیں بھولوں گا نہیں۔ وہ سمے دور نہیں جب تم میرے سامنے ہاتھ باندھ کر اپنے جیون کی بھکشا مانگو گے۔''

''آج کیا بات ہے۔ سونا گھاٹ کا بلوان پجاری آج کیوں جھجک رہا ہے؟''

''میں تمہاری آشا ضروری پوری کر دیتا۔ پرنتو میں نے دیوی کو وچن دیا ہے کہ جب تک وہ شیو جی مہاراج کی چرن پوجا سے واپس نہیں آ جاتی تم پر کوئی وار نہیں کروں گا۔'' موہن لال نے تلملا کر جواب دیا۔ غصے کے مارے اس کا چہرہ لال بھبھوکا ہوا جا رہا تھا۔

''ہو سکتا ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ پر کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ جب تم نے دیوی کو وچن دے رکھا تھا تو پھر اس سمے تم یہاں کیا لینے آئے تھے۔''

''مورکھ، تجھے یہ بتانے آیا تھا کہ تو نے دیوی کا کہا ٹال کر اس کے پوتر استھان کو چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔''

''کیا پاربتی سے تمہارا کوئی خاص سمبندھ ہے موہن لال جو تم اتنی سی بات پر بیاکل ہو گئے۔''

''ہاں، دیوی کا اور میرا وہی سمبندھ ہے جو ایک پجاری اور دیوتا کا ہوتا ہے۔''

''مجھے یاد ہے موہن لال۔'' میں نے موہن لال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ ''ایک بار تم نے کہا تھا کہ دیوی اور دیوتا پاپ اور پن کے چکروں سے آزاد ہوتے ہیں۔''

''پاپی، اپنی زبان کو لگام دے۔'' موہن لال اس قدر کڑک دار لہجے میں بولا کہ اس کے گلے کی نسیں تک ابھر آئیں۔

''سچی باتیں بری لگ گئیں مگر تمہیں یہ باتیں شوبھا نہیں دیتیں۔ تم تو شکتی کی زبان میں باتیں کرنے کے عادی ہو۔''

''کرشن کمار!'' موہن لال چوٹ کھائے آدم خور درندے کی مانند تڑپ کر بولا۔ ''دیوی کے پریم نے تجھے بہت سر پر چڑھا دیا ہے۔ میں شیو جی مہاراج کی سوگند کھاتا ہوں کہ تجھے ایسا شراپ دوں گا کہ

دھرتی تک لرز اٹھے گی۔''

''وہ شبھ گھڑی کب آئے گی پجاری مہاراج۔''میں بے اختیار مسکرا دیا۔

موہن لال کی کسمپرسی اور بے بسی دیکھ کر مجھے مزا آ رہا تھا۔ اپنے طور پر میں ابھی تک یہی سمجھ رہا تھا کہ اب اس میں مجھ سے زیادہ شکتی نہیں۔ میرے ذہن میں موہن لال محض اس وجہ سے پاربتی دیوی کی آڑ لے کر میرے عتاب سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اب اسے بچنے کا موقع نہیں دوں گا اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے یوں تڑپا تڑپا کر اور سسکا سسکا کر ماروں گا کہ اس کی گندی آتما بھی سدا بے چین رہے گی۔

''دیوی کو شیو جی مہاراج کی چرن پوجا سے لوٹ آنے دو پھر میں تمہیں دیکھوں گا کہ تمہارے اندر کتنی شکتی ہے۔''موہن لال ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔

''موہن لال، کیا تم مجھے اتنا ہی مورکھ سمجھ رہے ہو کہ میں تم جیسے پاپی کو اس سمے شما کر دوں گا تاکہ تم پاربتی کے چرن پوجا سے واپس آنے پر اس کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے مجھے نیچا دکھانے کی کوشش کرو۔ اگر تمہارے اندر سچ مچ بلوانوں جیسی مہان شکتی موجود ہے تو تم اس سمے مقابلے سے کترا کیوں رہے ہو؟ آج کی بات کل پر کیوں چھوڑتے ہو؟''

''اس کا کارن میں تجھے بتا چکا ہوں۔''موہن لال غصے سے کانپ اٹھا۔

''سمجھا۔''میں نے بدستور سونا گھاٹ کے پجاری کو حقارت بھری نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔''میں چھل کپٹ کی ان باتوں سے نفرت کرتا ہوں۔''

''مورکھ، تو نے ابھی یہ نہیں پوچھا کہ میں اس سمے یہاں کس کارن آیا ہوں۔''

''کس کارن آئے ہو موہن لال مہاراج وہ بھی بتا دو مگر یاد رکھو تمہاری مکتی کا یہ راستہ بند ہو گیا ہے۔''

''میں تجھے دیوی کے استھان پر واپس لے جانے کے لئے آیا ہوں۔''

''اچھا۔''میں نے اس بار موہن لال کے لہجے کی نقل اتارتے ہوئے جواب دیا پھر مسکرا کر بولا۔ ''کیا زبردستی مجھے اپنے ساتھ لے جا رہے ہو۔ اپنی شکتی کے زور سے۔''

''ہاں..... یہ دیوی کی آ گیا ہے اور دیوی کی آ گیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے۔''

''دھرم۔''میں نے زہر میں بجھے لہجے میں کہا۔''یہ شبد تمہاری گندی زبان سے اچھا نہیں لگتا موہن لال۔''

موہن لال نے اس بار میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اس کی تلملاہٹ دیکھ کر بے حد لطف آ رہا تھا اس لئے کہ یہ وہی موہن لال تھا جس نے مجھے اپنے اشاروں پر ناچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مجھ

پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے تھے اور شدید اذیتوں سے دوچار کیا تھا۔ اس موذی نے مجھے اپنا دھرم بدلنے پر مجبور کیا تھا اور میری بے بسی کا مذاق اڑایا تھا اور پھر اس نے نرملا پجارن کے ذریعے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی تھی۔

نرملا پجارن کا تصور جاگا تو میرے من میں ہوک سی اٹھنے لگی۔ گو کہ نرملا نے میرے پریم کا اپمان کیا تھا اور مجھے دھوکا دے کر موہن لال کے چیلے ارجن مہاراج کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی رہی تھی پھر بھی وہ سچ مچ بڑی سندر تھی مگر اس کی سندرتا کا جادو اپنا اثر نہ کرتا تو شاید میں آج کرشن کمار بننے کے بجائے افضل بیگ کی حیثیت سے کسی قبر میں دفن ہوتا لیکن نرملا کی سندرتا نے مجھے اپنے خوب صورت اور حسین جال میں پھانس کر میرے ارمانوں کو گدگدایا تھا اور زندہ رہنے پر اکسایا تھا۔

میں ابھی نرملا کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ موہن لال کی گھمبیر آواز سن کر چونک اٹھا۔

''کس وچار میں ہو افضل بیگ۔ کوئی بہت گہری سوچ رہے ہو۔ شاید کسی کی یاد آ رہی ہے۔''

میرے لئے اب یہ چونکا دینے والی بات نہیں تھی کہ موہن لال نے میرے من کا بھید کیسے جان لیا۔ میں نے کہا۔''افضل بیگ نہیں کرشن کمار مہاراج کہو۔''

''شما کرو مہاراج۔''موہن لال معنی خیز انداز میں مسکرایا۔''میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تم اب مہان شکتی کے مالک بن چکے ہو۔''

''کیا تمہیں کوئی شک ہے۔ اگر ایسا ہے تو اپنی چنتا دور کر لو۔''

''بلوانوں پر شبہ کرنا گھور پاپ ہے کرشن کمار۔ پرنتو تم اپنی شکتی کے زور سے کسی مردے میں جان ڈال سکتے ہو۔''

''اپنی بات کرو موہن لال۔''میں نے تیزی سے کہا۔''گڑے مردے اکھاڑنے سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہو گا۔''

''مورکھ۔ تم پھر بالکوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔''موہن لال نے کہا پھر یکلخت سنجیدہ ہو کر بولا۔ ''کرشن کمار میں نے تم سے کہا تھا نا کہ ناری کا چکر برا ہوتا ہے۔ گرو کی بات بھول گئے۔''

''کون سے گرو کی بات کرتے ہو موہن لال۔''میں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

''میں اسی گرو کی بات کر رہا ہوں کرشن کمار، جس نے تمہارے دھرم کو ایک ناری کی سندرتا کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔ نرملا پجارن تو یاد ہو گی تمہیں۔''

''مگر تم کیوں بھول رہے ہو موہن لال کہ میں نے نرملا کو کشٹ دے کر اس کی سندرتا کو خاک میں ملا دیا تھا۔''میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔''اگر تم مہان شکتی کے مالک ہوتے تو کم از کم اس پجارن کی سندرتا کو بچانے کا کوئی نہ کوئی اپائے ضرورت کرتے۔''

''وہ پجارن تمہیں اس سمے بہت یاد آ رہی ہے کیوں کرشن کمار۔'' موہن لال نے اپنے روایتی تیوروں سے جواب دیا۔

پھر قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا، موہن لال نے اپنا الٹا پاؤں زور سے فرش پر مارا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے پورے ویٹنگ روم میں نرم بادلوں کی طرح دھواں پھیل گیا۔ مجھے موہن لال کا چہرہ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ ایک پل کے لئے میں گھبرا گیا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ اب موہن لال مجھے جل دے کر بھاگنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ میں نے اسے ڈھیل دے کر غالباً حماقت کی تھی، لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ دھوئیں کے بادل جس تیزی سے نمودار ہوئے تھے، اسی تیزی سے غائب ہو گئے اور پھر جو کچھ میری نظروں نے دیکھا، اسے دیکھ کر میں گنگ رہ گیا۔

ویٹنگ روم میں اب میرے اور سونا گھاٹ کے پجاری کے علاوہ نرملا پجارن بھی موجود تھی۔ وہی نرملا پجارن جس کے پریم نے مجھے دیوانہ بنا رکھا تھا۔ اس سمے میری نظروں کے سامنے موجود تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں نے ارجن کی کٹی میں اسے غلط حال میں دیکھا تھا تو ایک منتر کے ذریعے اس کے چہرے کی سندرتا کو اتنا بھیانک بنا دیا تھا کہ خود مجھے بھی اس کی مکروہ صورت دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی تھی لیکن وہی نرملا پجارن اس وقت مجھے اندر دیوتا کے اکھاڑے کی کوئی اپسرا (حور) نظر آ رہی تھی۔ ہلکے تربوزی رنگ کی ساڑھی نے اس کے شریر کو جوالا مکھی بنا رکھا تھا، ایسا جوالا مکھی جسے دیکھ کر ایک بار پہلے بھی میرے قدم ڈگمگا گئے تھے۔ میں اس سمے بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے نرملا کو گھور رہا تھا کہ موہن لال نے متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

''کیوں، کرشن کمار مہاراج۔ پہچانا اپنی اس پجارن کو۔''

''ہاں یہ نرملا ہے۔'' میں نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔ ''پرنتو تم نے اس سمے اس کو یہاں کیوں بلایا ہے؟''

''مورکھ، تم نے اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سونا گھاٹ کا پجاری کیا کر سکتا ہے۔ تم نے ہمیشہ میری شکتی کا غلط اندازہ لگایا۔ کچھ اور بدھی کو ٹھکانے لگانا چاہتے ہو تو وہ بھی کہو۔ میری مانو تو زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ اب بہت ہو چکا۔ میں تمہیں اور نہیں بتاؤں گا کہ تم کیا ہو، اتنا ہی کافی ہے کہ کل تک میری آگیا کے انوسار نرملا ایک داسی کے روپ میں تمہارا دل بہلاتی رہی ہے۔ اب یہ تم پر حکم چلائے گی اور تم اس کی آگیا کا پالن کرو گے۔'' سونا گھاٹ کا پجاری سخت لہجے میں بولا۔

''نرملا پر بڑا گھمنڈ ہے تمہیں۔ تم اپنی پرانی ترکیبوں سے مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہو۔ پر تم یہ بھول گئے ہو موہن لال۔'' میں نے غصے سے کہا۔ ''میں اسی سمے نرملا کو جلا کر بھسم کر دینے کی شکتی رکھتا ہوں۔''

''تم ایسا نہیں کرو گے مورکھ۔ دیوی کا استھان چھوڑ کر تم نے جو بھول کی ہے، اس نے تمہاری شکتی بھی واپس لے لی ہے۔'' موہن لال کرخت لہجے میں بولا۔ ''چھوٹے موٹے منتر کی دوسری بات ہے پرنتو تم کسی کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

''اچھا تو لو بچاؤ نرملا کو۔'' میں نے نفرت سے موہن لال کو گھورتے ہوئے کہا پھر ایک منتر کا جاپ کر کے نرملا کی طرف پھونک ماری لیکن اسی وقت وہی خوشبو کا جھونکا ویٹنگ روم میں آیا جو پاربتی کے قرب سے پھوٹتی تھی۔

میں نے دیکھا کہ میرے منتر کا نرملا پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ اسی محبوبانہ انداز میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔

''دوسرا وار کرو کرشن کمار۔'' موہن لال مسکرا کر بولا۔ ''مگر اتنا یاد رکھو کہ دیوی اگر تم سے روٹھ گئی تو تم سارا جیون تڑپ تڑپ کر گزارو گے۔''

اپنا منتر بیکار جاتا دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ موہن لال نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا وہ یقیناً ٹھیک تھا لیکن اس موذی کی موجودگی میں، میں اپنے شکست آسانی سے تسلیم کرنے پر بھلا کیسے تیار ہو جاتا۔ چنانچہ میں نے دوسرا منتر پڑھ کر نرملا کی طرف پھونکا مگر اس بار بھی خوشبو کا وہی جھونکا آڑے آ گیا۔ میں نے دو چار وار کئے لیکن ہر بار دیوی کے شریر کی خوشبو میرے منتر کو روک دیتی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ پاربتی نے تو مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ شیو جی مہاراج کی چرن پوجا کے لئے جا رہی ہے اور چالیس دن تک واپس نہیں آ سکے گی۔ پھر یہ سب کیا تھا؟

میں ابھی اس راز پر غور کر رہا تھا کہ موہن لال بولا۔ ''کرشن کمار، اب بھی سمے ہے تم میرا کہا مان لو اور پاربتی کے استھان واپس لوٹ جاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ دیوی تم پر دیا کرے اور تمہاری شکتی تمہیں واپس دان کر دے۔''

میں نے موہن لال کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور غصے کی حالت میں خاموش کھڑا ہونٹ کاٹتا رہا۔ پاربتی کے حکم سے منہ موڑ کر مجھ سے یقیناً بھول ہوئی تھی۔

''تمہارے لئے ایک یہی اوپائے ہے کہ تم دیوی کی واپسی پر اس کے چرن چھو کر بھکشا مانگو۔'' موہن لال نے مجھے خاموش دیکھ کر کہا مگر میں نے اس بار بھی اس موذی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

''مورکھ، اب کیا سوچ رہا ہے؟'' موہن لال نے کرخت آواز میں کہا۔ ''کرشن کمار، تو بہت بدنصیب ہے دیوتاؤں کے بیچ میں پڑتا ہے۔ دیوتاؤں پر شک کرتا ہے۔ تیرا من ابھی تک کالا ہے۔ تو نے دیوتاؤں کے ساتھ رہ کر کچھ پراپت نہیں کیا۔ تو بالک ہی رہا۔ دیوتا کتنے مہان ہوتے ہیں، یہ تو نے نہیں جانا۔ وہ جو چیز دان کرتے ہیں، اسے واپس بھی لے سکتے ہیں۔ تو نے جو کچھ پراپت

(حاصل) کیا تھا وہ تو کھو بیٹھا' تو نے دیوی کو ناراض کیا ہے۔ دیوی جو امر ہے اور اس کے سامنے تیری ذات ایک کیڑے سے کم ہے، کیا تو بھول گیا کہ دیوی نے تیرے اوپر کرپا کی تھی اور تجھے مہان شکتی کا مالک بنایا تھا۔ پوجا کر اس دیوی کی جس کے کارن میں چپ ہوں نہیں تو اس سمے تجھے جلا کر راکھ کر دیتا اور پھر پوچھتا کہ بلوان کون ہے۔''

''تو جھوٹ کہتا ہے۔'' میں نے شدید غصے میں کہا۔''میں نے ابھی اپنی اس شکتی کو اپنے ایک دوست کے ہاں آزمایا ہے۔ میں دیوی کے استھان سے اپنے پیروں کے ساتھ آیا تھا۔''

''مورکھ یہ دیوی کی اچھا پر ہے کہ وہ تیری کون سی خواہش پوری کرتی ہے اور کس جگہ تیری شکتی تجھ سے چھین لیتی ہے۔ تو نے ابھی دیکھا نہیں کہ نرملا پر تیرا ہر وار بے کار گیا۔ تو نے دیوتاؤں کو نہیں پہچانا۔ کرشن کمار، تو نے ہر موقع پر بالکوں کی طرح ہٹ دھرمی کی ہے۔ دیوتاؤں کے سامنے منش کی ہٹ ہاتھی کے سامنے چیونٹی کی ہٹ کے برابر ہے۔ وہی منش دیوتاؤں کی نظر میں چڑھتا ہے، جو خود کو بھول کر دیوتاؤں کو یاد کرتا ہے جو دیوتاؤں میں رہ کر خود کو نہیں بھولا۔''

مجھے موہن لال کے یہ جملے اس قدر گراں گزرے کہ میں سب کچھ بھول کر اچھل کر اس سے لپٹ گیا لیکن دوسرے ہی لمحے موہن لال نے ایک جھٹکے سے مجھے یوں دور اچھال دیا جیسے میں اس کے سامنے کوئی بچہ ہوں پھر وہ نرملا پجارن کو مخاطب کر کے بڑی حقارت سے بولا۔

''نرملا، میں تجھے پاربتی کے شبھ نام پر حکم دیتا ہوں کہ تو اس مورکھ کو اپنے قابو میں کر کے اسے دیوی کے استھان واپس لے جا اور جب تک دیوی واپس نہ آجائے اسے اپنی کڑی نگرانی میں رکھ۔''

''ایسا ہی ہوگا مہاراج۔'' نرملا نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا۔''دیوی کی سیوا کرنا میرا دھرم ہے۔''

''پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ اگر یہ تیرے قبضے سے نکل بھاگا تو دیوی تجھے کبھی شما نہیں کرے گی۔''

''داسی سے ایسی غلطی نہیں ہوگی مہاراج۔'' نرملا نے سہمے ہوئے لہجے میں جلدی سے کہا۔

''اگر تو نے بھول کی تو ہنومان کی شکتی بھی تجھے دیوی کے کشٹ سے نہیں بچا سکتی۔''

''تمہاری کرپا ہے مہاراج جو تم اس داسی پر مہربان ہو۔'' نرملا نے پجارنوں جیسے انداز میں سر خم کرتے ہوئے جواب دیا۔

''میرا کام پورا ہوا۔ اب میں جاتا ہوں۔'' موہن لال نے نرملا سے کہا پھر جاتے جاتے مجھے گھور کر بولا۔''کرشن کمار، تم نے جو آج باتیں مجھ سے کی ہیں، انہیں بھولنا نہیں۔ میں ایک دن ضرور تم کو بتاؤں گا کہ مہان شکتی کسے کہتے ہیں۔''

پھر اس سے پہلے میں کوئی جواب دیتا۔ موہن لال چھومنتر ہو گیا۔ ویٹنگ روم میں اب صرف میں اور نرملا پجارن رہ گئے۔ میں دم بخود کھڑا نرملا کو دیکھ رہا تھا۔ میری توقع کے خلاف جو کچھ اس وقت پیش آیا

تھا، اس نے میری عقل خبط کر دی تھی۔ اس احساس نے میرا دماغ ماؤف کر دیا تھا کہ آج تک میں نے سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری سے اپنا انتقام لینے کی خاطر جو تکلیفیں اٹھائی تھیں اور مصیبتیں جھیلی تھیں، وہ ساری کی ساری بیکار ہو گئیں اور اب میرے پاس سوائے اس کے کوئی اور چارہ نہیں تھا کہ میں ایک شکست خوردہ شخص کی طرح نرملا کے ساتھ دیوی کے استھان پر جاؤں۔ زندگی میں اتنے کربناک لمحے مجھ پر نہیں گزرے تھے۔ میں بڑے خلفشار میں مبتلا تھا۔ تو سب کیا جھوٹ تھا۔ سب دھوکا تھا۔ میں نے جو کچھ حاصل کیا تھا کیا واقعی اسے کھو دیا، میں شروع سے اب تک اپنی تمام تپسیا، تمام ریاض کا جائزہ لے رہا تھا۔ میرا دل بیٹھا جا رہا تھا اور میرے اعصاب اب بری طرح مضمحل ہو گئے تھے۔ میں سونا گھاٹ کے پجاری کو کبھی زیر نہ کر سکوں گا۔ وہ کوئی اوتار ہے یا دیوتاؤں کا اس پر خاص کرم ہے۔ پہلی بار مجھے یہ زندگی بوجھل محسوس ہو رہی تھی۔ پہلی بار مجھے احساس ہو رہا تھا کہ مجھ سے بہت ...... غلطیاں سرزد ہو گئیں ہیں۔ میں تو اب دیوی دیوتاؤں کا معمول بن کر رہ گیا ہوں۔ میری اپنی انا اور میری ذات کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

موہن لال کے جانے کے بعد کچھ دیر تک ویٹنگ روم میں موت کی سی خاموشی طاری رہی پھر نرملا بڑے پُروقار انداز میں چلتی ہوئی میرے قریب آئی اور بڑی مترنم آواز میں بولی۔

''مہاراج، اب کیا وچار ہے تمہارا؟''

''میں دیوی کے استھان پر جانے کو تیار ہوں۔'' میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''سنو کرشن کمار مہاراج۔ تمہارے من میں اگر کوئی کھوٹ ہے تو اسے نکال پھینکو ورنہ دیوی کا کشٹ تمہارا جیون نشٹ کر دے گا۔''

''تم بھی مجھے نصیحت کرنے لگی ہو۔'' میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

''کیسی باتیں کرتے ہو کرشن۔'' نرملا نے بڑی لگاوٹ سے کہا۔''میں اب بھی تمہاری داسی بن کر جیون گزارنے کو تیار ہوں پرنتو میں جانتی ہوں کہ تمہارے من میں اس سمے کیا ہے۔''

''کیا ہے میرے من میں۔'' میں نے نرملا کو گھورا تو وہ مسکرا کر بولی۔

''ناراض مت ہو کرشن کمار مہاراج۔ استری جب کسی سے پریم کرتی ہے تو وہ اپنے پریمی کے ہردے کی ایک ایک دھڑکن کا راز سمجھنے لگتی ہے۔''

''پریم۔'' میں زہر خند لہجے میں بولا۔''جس سمے میں نے تم کو کشٹ دیا تھا اس سمے تم ارجن کے ساتھ پریم ہی کر رہی تھیں شاید۔''

''وہ پریم نہیں' سیوا تھی۔''

''دور ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔'' میں نے غصے سے کہا۔''مجھے تمہارے پریم کی

ضرورت نہیں ہے۔"

"بہت زیادہ ناراض ہو اپنی نرملا سے، کیوں مہاراج۔"

نرملا نے بے تکلفی سے میرے قریب آتے ہوئے کہا تو میں جھلا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور کڑک کر بولا۔

"پاپن، دور رہ۔ میرے شریر کو چھونے کی کوشش مت کرنا۔"

"موہن لال جی مہاراج نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ تم سچ مچ ہی مورکھ ہو۔" نرملا نے بڑی ڈھٹائی سے اپنے خوب صورت ہونٹوں پر ایک دل آویز مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے جواب دیا۔

میرے سینے میں اس وقت نفرت کا شدید طوفان جوش مار رہا تھا۔ اگر کوئی دوسرا موقع ہوتا تو میں نرملا کے حسن سے ایک بار پھر متاثر ہو جاتا لیکن اس وقت میرے ذہن میں ایک ہی خیال کلبلا رہا تھا کہ اب آئندہ مجھے اپنی زندگی کس نہج پر گزارنی چاہئے۔ میں از سر نو تمام حالات کا جائزہ لے رہا تھا اور کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں نے نرملا پر نفرت بھری نظر ڈالی اور آگے بڑھ کر اپنا چرمی اٹیچی کیس اور بستر بند اٹھانے لگا۔

"کہاں جا رہے ہو کرشن مہاراج؟" نرملا نے بڑی سنجیدگی سے مجھے مخاطب کیا۔

"میں پاربتی دیوی کے استھان پر واپس جا رہا ہوں۔"

"اس کے لئے تمہیں چنتا کرنے کی کیا ضرورت ہے، میں جو ہوں تمہارے ساتھ اور پھر تم نے سن بھی لیا ہے کہ موہن لال جی مہاراج....."

"نرکھ میں ڈالو موہن لال کو۔" میں نے نرملا کا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے نفرت سے کہا۔

"بتاؤ کہ مجھے اب کیا کرنا ہے؟"

"تمہیں دیوتاؤں کو پرسن کرنا ہے۔ دیوتا تم سے روٹھ گئے ہیں، وہ دیوتا جن کی شکتیوں کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔ میں تمہیں وہاں لے چلتی ہوں۔"

"میں اس وقت اپنے قابو میں نہیں ہوں۔ نرملا، بہتر ہوگا کہ تم اسے سے دیوتاؤں کی باتیں نہ کرو۔ مجھے بتاؤ کہ ہم کس طرح دیوی کے استھان پر چلیں۔" میں نے بہت بے رخی سے نرملا کو مخاطب کیا۔

"دیوی کا استھان ہردے کے قریب ہوتا ہے' دیوی ہر جگہ مل جاتی ہے۔ جہاں ہردے ہے اور ہردے میں دیوی کو پانے کی اچھا۔ دیوی وہاں موجود ہے۔ آؤ میرے ساتھ چلو' وہ ایک ادا کے ساتھ اٹھی۔

اسٹیشن پر بہت سے لوگوں نے حسین وجمیل نرملا اور مجھ کو دیکھا۔ ہم پلیٹ فارم سے باہر آ گئے اور ایک سڑک پر چلنے لگے۔ نرملا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے راستے میں اس سے کوئی بات نہیں کی۔ کوئی

تین گھنٹے بعد شہر کی عمارتیں اوجھل ہو گئیں اور وہی ہوا کہ دور سے مجھے دیوی کا استھان نظر آ گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا بنارس شہر کا میلوں تک پتا نہیں تھا۔ پر اب میں ان باتوں اور تماشوں کا عادی ہو گیا تھا چنانچہ میں اس پر غور کئے بغیر آگے بڑھتا گیا۔ بے دلی کے ساتھ مایوسی اور احساس شکست کے ساتھ۔

نرملا نے میرے ہاتھ کو دبایا تو میں چونکا۔

"دیوی کا استھان آ گیا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے نرملا کے گداز لہجے پر کوئی توجہ نہیں دی۔

ہم آگے بڑھتے گئے۔ میں نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ رکھے تھے۔ نرملا کا قرب مجھے ناگوار گزر رہا تھا۔ سب کچھ بے رنگ نظر آ رہا تھا۔ میں صرف ایک ہی بات سوچ رہا تھا کہ پاربتی دیوی شیو چرن کی پوجا سے واپس آنے کے بعد میرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ پاربتی نیکی، سندرتا اور عظمت وقوت کی دیوی جو سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کے مطابق مجھ سے ناراض ہو گئی تھی۔

اب میرے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں خود کو حالات کے سپرد کر دوں میں مجہول انداز میں پاربتی کے محل میں داخل ہو گیا۔

پاربتی کا عظیم محل، دیوی دیوتاؤں کا مسکن، بڑے بڑے مجسموں اور دیوہیکل دیواروں کی عمارت، سنگ مرمر سے تراشے ہوئے بت دیواروں پر نصب، دور تک عمارتوں کے سلسلے۔ دودھ میں نہائی ہوئی عمارتوں کی بستی۔ یہ جگہ دیوتاؤں کی عظمت وجلال کا مظہر تھی۔ ایک وقت تھا جب میں اس مقدس جگہ بڑی آرزوؤں اور امنگوں کے ساتھ داخل ہوا تھا لیکن اب میری حالت قطعی مختلف تھی۔ مجھے یہ سارا ماحول اجنبی لگ رہا تھا۔ مجھے یہ سب جادوگروں کی کوئی پُراسرار بستی معلوم ہو رہی تھی۔ یہ محل اب مجھے قید خانہ معلوم ہوتا تھا۔ نرملا کی نظریں جیلر کی حیثیت رکھتی تھیں اور پاربتی دیوی مجھے کسی سخت مطلق العنان آمر کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔

جن حالات سے مجبور ہو کر مجھے پاربتی دیوی کے استھان پر واپس آنا پڑا۔ انہوں نے مجھے بے حد دل برداشتہ کر دیا تھا۔ موہن لال سے انتقام لینے کا جو خواب میں نے دیکھا تھا، وہ شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ نرملا پجارن جو کل تک میری داسی تھی اب میرے اوپر بطور محافظ مسلط کی گئی تھی۔ گنیش دیوتا جو پاربتی دیوی کے پوتر استھان سے میرے رخصت ہوتے وقت تک اپنی سونڈ ہلا ہلا کر ہر سمے میری آؤ بھگت کرتے تھے ان کی نگاہوں میں اب میرے لئے طنزیہ ہنسی تھی، میری حیثیت ریگستان میں بھٹکے ہوئے مسافر کی طرح تھی جو پانی کی ایک بوند کی امید میں نخلستان کی طرف لپکتا ہے لیکن پھر تھک ہار کر نڈھال ہو جاتا ہے کہ وہاں سراب ہی سراب ہوتا ہے۔

غرض جس وقت میں ملول و مجہول پاربتی دیوی کے محل میں داخل ہوا، اس وقت میری کیفیت اس

جواری جیسی تھی جو ایک ہی داؤ میں سب کچھ ہار جاتا ہے۔ جن نظروں سے گنیش دیوتا نے مجھے خوش آمدید کہا تھا ان میں تضحیک کا پہلو نمایاں تھا لیکن میں تڑپ تڑپ اٹھا اس میں قصور کسی اور کا نہیں، خود میرا تھا۔ میں نے پاربتی کا کہا ٹال کر سخت حماقت کی تھی۔ ان گنت صفات رکھنے والی پاربتی دیوی پر شبہ کر کے میں نے بڑی نادانی کی تھی، اس کی سزا اب میرا مقدر تھی۔

میرا سب کچھ مجھ سے چھن گیا تھا۔ میں ایک بار پھر کرشن کمار مہاراج سے صرف کرشن کمار بن کر رہ گیا تھا۔ میری پُراسرار شکتی جو میں نے ہزاروں کٹھنائیاں جھیل کر حاصل کی تھی، مجھ سے چھین لی گئی تھیں۔ میں جو کل تک گردن اکڑا کر چلنے کا عادی تھا، آج گردن جھکانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ انسان کل تک میرے نزدیک حقیر کیڑے مکوڑوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے مگر آج میں خود حقیر ہو کر رہ گیا تھا۔ حقیر اور بے بس۔



میں نے پاربتی کے محل میں داخل ہوتے ہوئے سوچا تھا کہ دیکھیں اب وہاں میری کس طرح پذیرائی ہوتی ہے اور وہاں کے دیوی دیوتا میرے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ پاربتی دیوی کے چرن کی پوجا سے واپس آنے تک میری حیثیت اس محل میں قیدی جیسی ہو گی لیکن جب نرملا مجھے اپنے ساتھ لئے اسی خوب صورت کمرے میں داخل ہوئی جو پاربتی نے میرے لئے مخصوص کیا تھا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میرے دل کی دھڑکنیں ہر لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

"پدھارو مہاراج" نرملا نے سواگت کرنے والے انداز میں مجھے مخاطب کیا تھا تو میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے اسے گھور کر کہا۔

"نرملا، تمہیں ادھیکار ہے۔ جتنا چاہو میرا مذاق اڑا لو پرنتو یہ نہ بھولو کہ سدا ایک سمان نہیں رہتا۔"

"کیسی بات کرتے ہو مہاراج۔" نرملا اچانک سنجیدہ ہو کر بولی۔ "کیا داسی سے کوئی بھول ہو گئی ہے جو تم روٹھ گئے۔"

"بھول تو مجھ سے ہوئی تھی جس کی سزا مجھے مل رہی ہے۔" میں نے اسے نفرت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "پر مجھے وشواس ہے کہ وہ سمے دور نہیں جب کل تمہیں آج کے لئے پچھتانا ہو گا۔"

"پرنتو مہاراج، آخر میرا دوش کیا ہے؟" نرملا نے اپنی دراز پلکیں حیرت زدہ انداز میں جھپکتے ہوئے پوچھا تو میں دل مسوس کر رہ گیا۔

میرا اندازہ تھا کہ وہ حسین ناگن جو پنڈتوں اور پجاریوں کی گود کی شوبھا بننا بھی اپنا دھرم سمجھتی تھی اور ان کے من بہلانے کو سیوا سمجھتی تھی، اس وقت میری بے بسی سے کیا فائدہ اٹھا رہی ہے چنانچہ میں نے

اسے حقارت سے گھورا پھر اپنا منہ دوسری سمت پھیر لیا۔ میرا سینہ اس وقت بے کسی اور بے چارگی کے احساس سے پھٹا جا رہا تھا۔

"مہاراج۔" نرملا بدستور اپنے خوب صورت چہرے پر سنجیدگی بکھیرے میرے قریب آئی اور داسیوں جیسے لہجے میں بولی۔ "اگر پجارن سے کوئی بھول ہوئی ہے تو اسے شما کر دو۔ میں تمہارے چرن چھوتی ہوں۔"

نرملا میرے قدموں کو ہاتھ لگانے کے لئے جھکی تو میرا خون کھول اٹھا لیکن کچھ کہنے کے بجائے میں تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ یہ وہی نرملا پجارن تھی جس کے حسین جال میں پھنس کر میں اپنا دھرم بدلنے پر مجبور ہو گیا اور اس کے پریم میں سب کچھ بھلا بیٹھا تھا لیکن اس وقت وہی نرملا پجارن مجھے مکر و فریب کا خوفناک پتلا نظر آ رہی تھی۔

میں پیچھے ہٹا تو نرملا کے چہرے پر اداسی پھیل گئی۔ اس کی حسین آنکھوں کے گوشے نم ہونے لگے۔ اس کی اس وارفتگی کو میں قطعی مصنوعی سمجھ رہا تھا۔ اگر میرے بس میں ہوتا اور پاربتی کے استھان کے بجائے اس وقت میں کسی دوسری جگہ ہوتا تو شاید میں نرملا کے جسم کی بوٹیاں اڑا دیتا لیکن اب میں کر بھی کیا سکتا تھا۔

کچھ دیر تک خاموشی طاری رہی پھر نرملا سر جھکائے دوبارہ میرے سامنے آ کر بولی۔

"کرشن کمار مہاراج۔ یہ مہان دیوی کا پوتر استھان ہے جہاں کوئی پجاری یا سیوک جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ سب ہی دیوی کے کشٹ سے کانپتے ہیں پرنتو میں جانتی ہوں کہ اس سمے تمہارے ہردے میں کیا ہے۔"

"کیا ہے میرے ہردے میں؟" میں نے غصے سے پوچھا۔

"مہاراج۔ تمہارے من میں یہ خیال ہے کہ تمہارے ساتھ داسی کے برتاؤ میں کھوٹ ہے۔ پر ایسا نہیں ہے۔" نرملا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "دیوی کی مرضی کے بغیر یہاں کوئی چیونٹی بھی سانس لینے کا ادھیکار نہیں رکھتی۔ پجارن کی کیا مجال ہے جو تمہارے جیسے مہان سیوک کا اپمان کرے۔"

نرملا کی سنجیدگی نے مجھے متاثر کیا۔ ایک لمحے کے لئے میں اس کے چہرے کو بغور دیکھتا رہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ مجھے اب یہاں کس حیثیت سے رہنا ہو گا؟"

"تم یہاں اسی طرح رہو گے مہاراج جیسے پہلے رہتے تھے۔ کس کی مجال ہے جو تمہاری اور (طرف) آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔" نرملا نے اسی سنجیدگی سے کہا۔ "ہاں اتنا اوش ہے کہ اب جب تک

دیوی نہ آ جائے تم اس پوتر استھان سے باہر نہیں جا سکتے۔''

''لیکن موہن لال نے کہا تھا کہ اب میں مہان شکتی کا مالک نہیں رہا۔'' میں نے بڑی حقارت سے موہن لال کا نام لیتے ہوئے کہا۔'' کیا تم نے اسے یہ کہتے نہیں سنا تھا کہ دیوی نے میری شکتی واپس چھین لی ہے۔''

''موہن لال جی مہاراج نے جو کچھ کہا تھا، وہ ٹھیک تھا مہاراج۔'' نرملا نے تیزی سے جواب دیا۔'' پر کیا تم نے اس بات پر دھیان نہیں دیا کہ سونا گھاٹ کے مہان پجاری کا من تمہاری اور سے میلا تھا پھر بھی وہ تمہیں شراپ نہیں دے سکا۔''

''میں نے یہ بھی سنا تھا کہ تمہیں کیا حکم دیا گیا ہے۔'' میں تلملا کر بولا۔

''مہاراج۔'' نرملا بے اختیار کسی شگفتہ پھول کی طرح کھل اٹھی۔'' اس بات کو من سے نکال دو کہ داسی تمہارے اوپر حکم چلانے کا پاپ کرے گی۔ میرا کام تو صرف یہ ہے کہ تمہیں مہان دیوی کے استھان سے باہر نہ جانے دوں۔ بعد میں کیا ہوگا، یہ دیوی جانے۔ شما کرنا اور شراپ دینا دونوں اسی کے اختیار میں ہے۔''

ابھی میں کوئی جواب نہ دینے پایا تھا کہ گنیش دیوتا اپنی لمبی سونڈ ہلاتے ہوئے اندر آئے اور مجھے مخاطب کر کے بولے۔

''کرشن کمار، دیوی اپنے اس سیوک کو پرسن کرتی ہے جس کا من اجلا ہو۔''

نرملا پجارن، گنیش دیوتا کے آتے ہی ہاتھ جوڑ کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

''میں سمجھا نہیں گنیش مہاراج تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''دیوی، دیوتا، مہان پجاری اور منش جات میں بہت انتر (فرق) ہے۔ پرنتو جس کا من اجلا نہ ہو، وہ مہان نہیں کہلاتا۔'' گنیش دیوتا مجھے سمجھاتے ہوئے بولے۔'' دیوی نے تمہاری تپسیا سویکار کر لی یہ دیوی کی کرپا ہی تھی جو تم شیو جی مہاراج کے جاپ میں سپھل ہو گئے۔ دیوی نے تمہیں اپنے چرنوں میں بلا کر تمہارے اوپر بڑی کرپا کی ہے۔ تم نے دیوی کی آ گیا کا پالن نہ کر کے برا کیا۔''

''کیا اب میری شکتی واپس مجھے نہیں مل سکتی۔'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا تو گنیش دیوتا اپنی سونڈ لہرا کر بولے۔

''من اجلا اور سیوک کے ہردے میں کوئی کھوٹ نہ ہو تو منش کی ہر اچھا اوش پوری ہو سکتی ہے۔ پرنتو منش جب کچھ پا کر اسے کھو دے تو اسے واپس لینے کے لئے اسے بڑی تپسیا کرنی پڑتی ہے۔''

''مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔'' میں نے اس بار سچے دل سے کہا۔'' میں دیوی کے پوتر چرن چھو کر شما کی بھکشا مانگ لوں گا۔''

''دیوی مہان ہے کرشن کمار، اس کی پوجا کرنا سب کا دھرم ہے۔''

گنیش دیوتا کے جانے کے بعد نرملا پجارن کچھ دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی پھر میں نے آرام کرنے کا خیال ظاہر کیا تو وہ بھی مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ ان دونوں کے جانے کے بعد میں آئندہ کے بارے میں سوچنے لگا کہ پاربتی کے آنے کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا۔ مجھے اس بات کی قوی امید تھی کہ پاربتی مجھے ضرور معاف کر دے گی اور مجھے وہ میری قوت بھی لوٹا دے گی جو اس نے ناراض ہو کر مجھ سے چھین لی ہے لیکن پھر میں یہ سوچنے لگا کہ اگر پاربتی نے مجھے معاف نہ کیا تو کیا ہوگا۔ مجھے اس کے عتاب کا شکار ہونا پڑے گا۔ کیا میں اس کے عتاب کو برداشت کر سکوں گا۔ یہی سوچتے سوچتے نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر خراٹے لینے لگا۔

مجھے سوئے ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اچانک میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے اپنے بیدار ہونے کے سبب پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔ اس انوکھی گرفتاری کے اذیت ناک احساس نے میرے شعور کو اپنے شکنجوں میں جکڑ کر جھنجوڑ ڈالا تھا کہ مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ چند ساعتوں تک میں بستر پر بیٹھا اپنی بے بسی پر غور کر رہا تھا پھر میرے منتشر ذہن نے مجھے مشورہ دیا۔

''کرشن کمار، تمہاری مکتی اسی میں ہے کہ گھپ اندھیرے سے فائدہ اٹھاؤ اور چپ چپاتے پاربتی دیوی کے محل کو چھوڑ کر کہیں دور نکل جاؤ جہاں مکروفریب اور جادوٹونے کا یہ جان لیوا ناٹک نہ کھیلا جاتا ہو۔ اپنے دھیان سے یہ بات نکال دو کہ دیوی تمہیں معاف کر دے گی۔ تم نے دیوی کے مہان چیلے اور سیوک موہن لال کا اپمان کر کے اور دیوی کی ذات پر الزام لگا کر بہت بڑا جرم کیا ہے۔ وہ تمہارے اوپر کبھی مہربان نہیں ہو سکتی۔ اٹھو، وقت گزر گیا تو ساری عمر پچھتاؤ گے...... اٹھو کرشن کمار۔ جلدی کرو...... اگر یہ اچھا موقع گزر گیا تو پھر تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔''

فوراً ہی میں کسی معمول کی طرح تیزی سے اٹھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میں نے کمرے کا جائزہ لیا جہاں میرے سوا کوئی اور نہ تھا۔ دبے قدموں آگے بڑھ کر میں نے بیرونی دروازے کو آہستہ سے آزمایا تو خوشی سے میری آنکھیں چمک اٹھیں۔ دروازہ بند نہیں تھا، میرے لئے فرار کی راہیں کھلی ہوئی تھیں۔ تیزی سے پنجوں کے بل تیز تیز چلتا محل کے بڑے پھاٹک سے باہر نکل آیا۔ احتیاط کے طور پر میں نے کسی امکانی تعاقب کے پیش نظر پلٹ کر دیکھا مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں ہر لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتا پاربتی کے محل سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ دور...... دور...... بہت دور......

میرا ذہن متواتر کام کر رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ان دیوی دیوتاؤں اور پنڈت پجاریوں کے گورکھ دھندے سے بہت دور نکل جاؤں گا اور اپنی باقی ماندہ زندگی سکھ اور چین سے گزاروں گا۔

میری رفتار ہر لمحے تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک میں چلتے چلتے سہم کر رک گیا۔ خوشبو کا وہی

پُر اسرار جھونکا جو پاربتی کے جسم سے پھوٹتا تھا، اچانک میری ناک سے ٹکرایا تو دوسرے ہی لمحے میں نے بے تحاشا دوڑنا شروع کر دیا۔ میں ان چکروں سے بہت دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔ نہ معلوم کب تک رکے بغیر میں دوڑتا رہا پھر جب میری سانس پھولنے لگی تو میں دم لینے کے لئے رک گیا۔ مجھے یقین تھا کہ میں دیوی کے محل سے بہت دور نکل آیا ہوں اور صبح تک بہت دور چلا جاؤں گا۔

جس مقام پر میں دم لینے کو رکا تھا، وہ میرا دیکھا بھالا تھا اور دیوی کے محل سے تقریباً چھ سات میل دور تھا۔ یہ وہی مقام تھا جہاں موہن لال ایک بار مجھے گاڑی میں لایا تھا اور اس نے پہلی بار مجھے دیوی کے استھان کی راہ بتائی تھی۔ بہر حال میں دم لینے کی خاطر ایک بڑے پتھر کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد جب میری سانس درست ہوئی تو میں دوبارہ اٹھا لیکن پھر یوں اچھل پڑا جیسے اندھیرے میں میرا جسم بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ میں اپنے بائیں شانے پر کسی کے نرم ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے اچھلا تھا اور پھر جو میں نے پلٹ کر دیکھا تو نرملا پجارن میرے سامنے کھڑی معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔

''مہاراج، تم شاید بھول گئے تھے کہ موہن لال جی مہاراج نے مجھے تمہارے لئے کیا آ گیا دی تھی۔''

''مم...... مگر...... تم...... یہاں تک......'' میں ہکلا کر رہ گیا تو نرملا ہنس کر بولی۔

''دیوی کی شکتی مہان ہے کرشن کمار، منش جات کی کیا مجال ہے کہ وہ دیوی دیوتاؤں کو دھوکا دے سکے۔''

''نن...... نرملا۔'' میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''کیا تم مجھ سے پریم نہیں کرتیں۔''

''اوش کرتی ہوں مہاراج۔''

''پھر آؤ میرے ساتھ بھاگ چلو'' میں نے سرگوشی کی۔ ''ہم دونوں کہیں دور جا کر اپنا الگ سنسار بسائیں گے۔ میرا سانس اس جگہ گھٹا جا رہا ہے۔''

''پریم ہمیشہ امر ہوتا ہے کرشن کمار، پریم ہر ناری کے من کو بیاکل کرتا ہے۔ پرنتو تم بھول رہے ہو کہ میں ایک داسی بھی ہوں اور داسی کا دھرم اسے یہی سکھاتا ہے کہ اگر سمے آئے تو وہ دیوی اور دیوتاؤں پر اپنا جیون بھی بلیدان کر دے۔'' نرملا نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

پھر خشک لہجے میں بولی۔ ''مہاراج، تم نے دیوی کے استھان سے بھاگنے کا وچار کر کے گھور پاپ کیا ہے۔''

''تو کیا، اب تم مجھے واپس لے چلو گی۔'' میں نے پوچھا۔

''کہاں کی بات کرتے ہو مہاراج، تم تو اس سمے دیوی کے پوتر استھان میں کھڑے ہو۔''

نرملا کی بات سن کر مجھے یہی خیال گزرا کہ شاید وہ دیوانی ہو گئی ہے لیکن پھر جو میں نے غور کیا تو

سرتاپا پسینے میں نہا گیا۔ نرملا نے غلط نہیں کہا تھا۔ میں حقیقتاً اس سمے پاربتی کے محل کے صحن میں کھڑا تھا۔ یہ سب کیوں کر ممکن ہوا اور میں کس طرح دیوی کے محل میں واپس آیا۔ اس کا مجھے مطلق احساس نہ ہو سکا۔ میں نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے نرملا پر نظر ڈالی پھر تھکے تھکے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف چلا آیا اور بستر پر لیٹ کر اپنی بے بسی پر آنسو بہانے لگا اور آنسو بہاتے بہاتے نہ جانے کب میری دوبارہ آنکھ لگ گئی۔

دو چار روز تک میں نے پھر فرار ہونے کا کوئی منصوبہ نہیں بنایا لیکن میرے لاشعور میں چھپی ہوئی آزادی کی تمنا بار بار میرے شعور کو ٹہوکے دیتی رہی تو میں اگلی تین راتوں میں تین بار فرار ہونے کی کوشش کی لیکن میری ہر کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ یا تو نرملا آڑے آ جاتی یا پھر میں از خود واپس آ جاتا اور ان اسرار پر دنگ رہ جاتا جنہوں نے میرے فرار کی تمام راہیں مسدود کر رکھی تھیں۔

غرض حالات کے پیش نظر مجھے محتاط ہو جانا پڑا جو کچھ میرے اوپر بیت چکا تھا اس نے میرے ہوش و حواس گم کر دیے تھے۔ میں محل کے اندر بھی خود کو بڑا لئے دیے اور سب سے الگ تھلگ رہتا لیکن جب میں نے محسوس کیا کہ میری آؤ بھگت اسی طرح ہو رہی ہے جیسے پہلے ہوتی تھی اور کسی نے مجھ سے کوئی شکایت نہیں کی تو پھر میں پُرسکون ہو کر آزادی سے گھومنے پھرنے لگا۔ گنیش دیوتا اور نرملا پجارن دونوں میرا خیال رکھتے تھے مگر بھی مجھے ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ دیکھیں آئندہ میری قسمت میں کیا لکھا ہے اور پاربتی دیوی شیو جی مہاراج کی چرن پوجا سے واپس لوٹ کر میرے ساتھ کیسا برتاؤ کرتی ہے۔ اسی سوچ و چار میں نہ جانے کتنے دن بیت گئے۔ مجھے ٹھیک طور پر یاد نہیں رہا تھا کہ پاربتی کس دن چرن پوجا سے واپس آئے گی لیکن اتنا ضرور معلوم تھا کہ اب اس کی واپسی میں دو چار دن ہی باقی رہ گئے ہیں۔

جیسے جیسے دیوی کے آنے کے دن قریب آتے جاتے تھے، میری بے چینی بڑھتی جاتی تھی۔ نرملا نے میری بڑی تواضع کی اس کے بغیر ایک دن گزارنا بھی مصیبت بن جاتا۔ اس کی موجودگی نے مجھے کچھ ڈھارس سی دے رکھی تھی۔ وہ جب بھی مجھے اداس دیکھتی تھی یا سوچ میں ڈوبا ہوا پاتی تو اپنی باتوں سے لبھانے کی کوشش کرتی۔ ہر چند کہ مجھے اب نرملا سے کوئی لگاؤ نہیں رہا تھا لیکن وقت گزاری کے لئے میں اسے برداشت کر لیتا تھا۔ میں نے یہ محسوس بھی کر لیا کہ نرملا اب میرے اندر پہلے سے زیادہ دلچسپی لینے لگی ہے۔ میں اس کی مخمور نگاہوں اور دلکش اداؤں کا مفہوم ضرور سمجھتا تھا مگر میں نے طے کر رکھا تھا کہ اب اسے منہ لگانے کی کوشش نہ کروں گا۔ جب سے میں نے اسے ارجن مہاراج کے ساتھ غلط حالت میں دیکھا تھا اور کشٹ دے کر اس کی سندرتا کو خود اپنے ہاتھوں سے برباد کر دیا تھا اسی دن سے وہ میرے دل سے اتر گئی تھی۔ نرملا پجارن سے دور رہنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پاربتی دیوی نے نہ صرف یہ کہ مجھے

اپنے درشن سے نوازا تھا بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے کسی دوسری استری کو کسی غلط ارادے سے چھوا تو وہ جل بھن کر راکھ ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ نرملا نے میرے فرار کی کوششوں کو بھی ناکام بنایا تھا۔ بہر حال نرملا کی بھولی بھالی باتیں اب میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔

ایک روز میں اپنے وچاروں میں گم بیٹھا تھا کہ نرملا حسب معمول میرے پاس آ گئی۔ میں نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا تو خلاف توقع وہ سنجیدہ سنجیدہ اور اداس اداس نظر آئی۔ میں نے اس کے چہرے کے تاثرات سے محسوس کیا کہ وہ مجھ سے کوئی خاص بات کہنا چاہتی ہے لیکن جب میں نے خود سے اسے مخاطب نہیں کیا تو وہ کچھ دیر بعد بولی۔

''کرشن کمار مہاراج، کیا تمہارا من ابھی تک داسی کی طرف سے صاف نہیں ہوا۔''

''کیا کہنا چاہتی ہو تم۔'' میں نے سرسری طور پر پوچھا۔

''میں بنتی کرتی ہوں مہاراج کہ تم داسی کو شما کر دو۔''

''شما کر دوں۔'' میں نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے کہا۔ ''تم سے بھلا ایسا کیا پاپ ہوا جس کے لئے تم مجھ سے شما مانگ رہی ہو۔''

''میرا اشارہ ارجن مہاراج کی طرف ہے۔'' نرملا دبی زبان میں بولی۔ ''تم نے میری سیوا کو پاپ سمجھ کر مجھے کشٹ دیا تھا اور میری سندرتا کو نشٹ کر ڈالا تھا۔ پر میرے من میں جھانک کر نہ دیکھا کہ تمہارے کارن کتنی بیاکل رہتی ہوں۔''

''نرملا۔'' یکلخت میں نے غصیلی آواز میں کہا۔ ''تم شاید بھول رہی ہو کہ اس سمے ہم دیوی کے پوتر استھان میں ہیں۔''

''میں جانتی ہوں مہاراج۔ پرنتو پریم بھی تو پوتر ہوتا ہے۔ گنگا جل کی طرح۔''

''نرملا۔'' میں تڑپ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میری آنکھیں غصے سے لال ہو رہی تھیں۔

''مہاراج۔'' نرملا میرے غصے سے خوف زدہ ہونے کے بجائے میرے قدموں میں اپنا سر رکھ کر بولی۔ ''پجارن بنتی کرتی ہے مہاراج کہ اسے اپنے چرنوں سے دور نہ کرو۔''

''دور ہو جاؤ میرے سامنے سے کلٹنی۔'' میں کرخت دار لہجے میں بولا اور غصے میں پیچ و تاب کھاتا پیچھے ہٹ گیا۔

نرملا نے اپنا سر اٹھایا تو اس کی کنول جیسی آنکھوں سے نیر (آنسو) بہہ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں میرے لئے ایک پیغام تڑپ رہا تھا۔ اس کی بھیگی پلکوں پر آنسوؤں کے شبنمی قطرے کئی داستانیں دہرا رہے تھے۔ نہ جانے کیوں نرملا کو اس حالت میں دیکھ میرا غصہ ایک دم ٹھنڈا ہو گیا۔ وہ اس وقت مجھے بڑی سندر دکھائی دے رہی تھی۔ مجھے اس پر ترس آنے لگا۔ میرا جی چاہا کہ آگے بڑھوں اور نرملا

کو اٹھا کر اپنی باہوں میں سمیٹ لوں مگر اسی لمحے خوشبو کا وہی مانوس جھونکا میری ناک سے ٹکرایا جو پاربتی کے شریر سے پھوٹتا تھا۔ میں اچانک ہوش میں آ گیا۔ نرملا کی جانب اٹھنے والے قدم ساکت ہو گئے اور نہ جانے کی بات تھی کہ میں خوف کے مارے سرتاپا کانپ اٹھا۔

''مہاراج، کیا تم داسی کو پریم کی بھکشا بھی نہیں دے سکتے۔'' نرملا نے التجا کی پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''میں نے تو آج تک یہی سنا تھا کہ پجاری بڑے دیالو ہوتے ہیں۔''

''میرے اوپر خوشبو کے جھونکے کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ میں گنگ ہو کر رہ گیا۔ نرملا جو کچھ کہہ رہی تھی وہ میں سن ضرور رہا تھا لیکن میری زبان سے جیسے جواب دینے کی شکتی چھین لی گئی تھی۔ ابھی میں اپنی اس کیفیت کو ٹھیک طور پر سمجھ نہ پایا تھا کہ میری نظر گنیش دیوتا پر پڑی جو اپنی لمبی سونڈ آسمان کی طرف اٹھائے کسی جنگلی ہاتھی کی طرح بڑی غضب ناک آواز میں چنگھاڑتے ہوئے ہماری طرف دوڑے چلے آ رہے تھے۔ نرملا نے گنیش دیوتا کی آواز سنی تو یوں چونکی جیسے کچی نیند سے اچانک بیدار ہوئی ہو۔ دوسرے ہی لمحے وہ لرزتی ہوئی گنیش دیوتا کی سمت گھومی اور دوزانو ہو کر سر زمین سے ٹکا دیا۔ نرملا کے چہرے کی رنگت زرد پڑتے دیکھ کر ہی میں سمجھ گیا کہ وہ گنیش دیوتا کے غضب ناک ہونے کی وجہ سمجھ چکی ہے لیکن میری عقل نے اس سلسلے میں میرا کوئی ساتھ نہ دیا۔ میں بدستور بت بنا سب کچھ دیکھتا رہا۔

''پاپن۔'' گنیش دیوتا نے نرملا کے قریب آ کر رکتے ہوئے کہا۔ ان کی آنکھوں میں بھیانک شعلے ناچ رہے تھے اور چہرہ دہکتے ہوئے انگارے کی مانند سرخ ہو رہا تھا۔

''مہاراج۔'' نرملا نے بوکھلا کر سر اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا بھول ہوئی ہے اس داسی سے؟''

''تو نے مہان دیوی کا اپمان کیا ہے۔'' گنیش دیوتا نے گرجتے ہوئے کہا۔

''دیوی کا اپمان۔'' نرملا کے لہجے میں حیرت تھی۔

گنیش دیوتا نے خوف ناک لہجے میں کہا۔ ''تو نے مہان دیوی کے من کو بیاکل کر کے گھور پاپ کیا ہے۔ ایسا پاپ جس کی سزا چتا کی آگ سے بھی ادھک (زیادہ) ہے۔''

''شما کر دو مہاراج۔ شما کر دو۔'' نرملا تھر تھر کانپنے لگی۔ اس کے چہرے پر موت کی بھیانک پرچھائیاں لرز رہی تھیں۔

''دیوی نے شما کے دروازے تیرے اوپر بند کر دئے ہیں۔ دیوی کی آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے جو کچھ دیوی نے تیری بھاگیہ (قسمت) میں لکھ دیا وہ اوش پورا ہوگا۔ اوش پورا ہوگا۔ مہان دیوی کے کہے کو کون ٹال سکتا ہے۔ جے شیو شنکر جے پاربتی۔''

گنیش دیوتا نے سونڈ لہراتے ہوئے جے جے کے نعرے بلند کئے پھر اپنی سونڈ کو ہلا کر نرملا کی سیدھ میں کر دیا۔ نرملا کے حلق سے ایک کربناک چیخ بلند ہوئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اسے موقع نہ مل

سکا۔ میں نے گنیش دیوتا کی سونڈ سے آگ کے خطرناک شعلوں کو یوں ابلتے دیکھا جیسے برسوں سے سویا ہوا کوئی آتش فشاں اچانک پھوٹ پڑا ہو۔ دوسرے ہی لمحے میں نے نرملا کی جگہ ہڈیوں کے جلے ایک ایسے پنجر کو زمین پر کھڑکھڑاتے دیکھا جس میں زندگی کے اثرات ابھی باقی تھے۔ ہڈیوں کی جھلسی ہوئی بھیانک کھوپڑی بڑے کرب کی حالت میں بار بار زمین سے ٹکریں مار رہی تھی۔

''جے شیو شنکر۔ جے پاربتی۔'' گنیش دیوتا نے دوبارہ نعرہ بلند کیا پھر ہڈیوں کے پنجر کو حقارت سے گھورتے ہوئے بولے۔''پاپن...... تیری یہی سزا تھی۔ اب تو سدا اسی طرح بیاکل رہے گی۔ جا...... اس پوتر استھان سے نکل جا۔''

میں نے ہڈیوں کے پنجرے کو کھڑکھڑا کر اٹھتے اور پھر بھاگتے دیکھا تو میرے حلق سے مارے دہشت کے چیخ نکل گئی۔ زندگی میں اس سے پہلے یا اس کے بعد آج تک میں نے کبھی اتنا ڈراؤنا منظر نہیں دیکھا تھا۔ خوف سے میں بری طرح لرز رہا تھا۔ میری پھٹی پھٹی نگاہیں بھاگتے ہوئے پنجر پر جمی ہوئی تھیں کہ گنیش دیوتا کی کرخت آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''مورکھ، اس کی اور (سمت) کیا دیکھ رہا ہے۔ تو نے دیوی کے من کو ٹھیس پہنچا کر گھور پاپ کیا ہے۔''

''مم...... مم...... میں نے۔'' میں نے ہکلاتے ہوئے حیرت بھری نظروں سے گنیش دیوتا کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر اس سمے بھی ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔

دیوی تمہیں کبھی شما نہیں کرے گی۔ مہان دیوی کے من کو دکھ دینے والا کبھی سکھ نہیں پا سکتا۔''

''آپ...... پر...... میں نے تو دیوی کے من کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچائی۔'' میرے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

''دیوی کی شکتی تمہیں سب کچھ بتا دے گی۔''

''کیا دیوی اپنے پتی دیو کی چرن پوجا سے واپس آ گئی ہے۔'' میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''ہاں۔ پرنتو ابھی تم دیوی سے نہیں مل سکو گے۔''

''کیوں؟''

''یہ دیوی جانے۔'' گنیش دیوتا مجھے نفرت سے گھورتے ہوئے بولے۔''بس میں اتنا اوش جانتا ہوں کہ تم نے دیوی کو ناراض کر کے اپنے لئے مکتی کا راستہ نہیں چھوڑا۔ کوئی اوپائے باقی نہیں بچا۔ جاؤ اپنے کمرے میں جاؤ۔''

میں خوف زدہ انداز میں اپنے کمرے کی جانب جانے کے لئے پلٹا تو گنیش دیوتا نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔''دیوی کی آگیا ہے کہ جب تک اس کی مرجی (مرضی) نہ ہو تم اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلو

گے۔''

میں نے جلدی سے کہا۔''دیوی کی آگیا کا پالن کرنا میرا بھی دھرم ہے۔''

گنیش دیوتا شیو جی مہاراج اور پاربتی دیوی کے شبھ ناموں کی جے جے کرتے واپس لوٹ گئے تو میں لرزتے قدموں سے اپنے کمرے میں آیا اور تھکے ہوئے انداز سے بستر پر گر کر سوچنے لگا کہ آخر اب وہ کون سی صورت ہو جو پاربتی دیوی دوبارہ مجھ پر مہربان ہو جائے۔ بڑی دیر تک میں سوچتا رہا لیکن میرے ذہن نے میرا ساتھ نہ دیا۔ میں نہیں سمجھ سکا تھا کہ پاربتی دیوی کا غصہ کس درجے پر ہے۔ نرملا پجارن کے بھیانک انجام کو دیکھ کر میں اتنا ضرور سمجھ چکا تھا کہ گنیش دیوتا نے اسے یقیناً پاربتی دیوی کے حکم پر ہی شراپ دیا ہو گا لیکن اس کی وجہ بھی میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ شاید اس لئے کہ دیوی نے میری شکتی چھین لی تھی۔ میرے سوچنے اور سمجھنے کی قوت کو بھی سلب کر دیا تھا۔

تین دن تک میں اپنے کمرے میں پڑا سلگتا رہا۔ اس عرصے میں مجھے بھوجن وغیرہ برابر ملتا رہا لیکن کھانے میں میرا جی نہیں لگ رہا تھا۔ میں تو جلد سے جلد اپنے انجام کو دیکھنا چاہتا تھا۔ پاربتی دیوی کو آئے ہوئے آج چوتھا دن تھا لیکن ابھی تک مجھے اس کے درشن نہیں ہوئے تھے۔ اب ہر لمحہ مجھے مضطرب اور پریشان کئے دیتا تھا۔ دیوی کے درشن ہو جاتے تو میں کسی نہ کسی طرح اسے رام کر لیتا اور اس کے چرنوں میں سر رکھ کر اپنے گناہوں کی معافی چاہتا۔ ممکن تھا کہ پاربتی دیوی کو مجھ پر ترس آ جاتا اور وہ مجھے میری شکتی دان کر دیتی۔

غرض یہ کہ میں اسی سوچ و چار میں تین روز تک الجھا رہا، چوتھے روز ایک دیوداسی میرا بھوجن لئے میرے کمرے میں داخل ہوئی تو میں نے اس سے پوچھ ہی لیا۔

''کیا میں دیوی سے اب بھی نہیں مل سکتا۔''

''میرے لئے اور کوئی آگیا۔'' دیوداسی نے پجارنوں جیسے انداز میں کہا۔

''میں پاربتی دیوی سے ملنا چاہتوں ہوں۔'' میں نے دوبارہ کہا۔

''تم کو شاید یہ نہیں معلوم مہاراج کہ میں ایک دیوداسی ہوں جسے اجودھیا کے ایک مندر کی بھینٹ چڑھا دیا گیا تھا۔ میرا کام صرف ناچنا گانا اور پنڈت پجاریوں کا دل بہلانا ہے۔ دیوی کی کرپا ہے جو اس نے مجھ ابھاگن کو اپنی سیوا کے لئے بلایا ہے۔''

''تم کون ہو، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میں نے دیوی کے بارے میں تم سے پوچھا ہے۔''

دیوداسی کی لمبی چوڑی تقریر سن کر مجھے غصہ آ گیا۔

''دیوی کی جات درگاہ (ناقابل رسائی) ہے مہاراج۔'' دیوداسی نے معصومیت سے جواب دیا۔

''تم اگر اس کے درشن کے پیاسے ہو تو اس مہینے کا انتجار (انتظار) کرو جب درگا پوجا کے دن دیوی

مہاشوں کو اپنا درشن دیتی ہے۔''

دیوداسی کو پاربتی اور میرے بارے میں کچھ علم نہیں تھا اس لئے میں نے اسے چلے جانے کو کہا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے بھوجن کیا اور پھر دیوی کے بارے میں سوچنے لگا۔ ایک بار نرملا پجارن نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ پاربتی کی ہستی ناقابل رسائی ہے لیکن آج جب یہی بات دیوداسی نے دہرائی تو میں سوچ میں پڑ گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں دو بار پاربتی کے بہت قریب رہ چکا ہوں۔ تو کیا وہ سب کچھ میرا وہم تھا۔ کیا میں نے جاگتے میں کوئی خواب دیکھا تھا یا پھر پاربتی نے مجھے رحم کھا کر مجھے روحانی طور پر کیف و سرور سے نوازا تھا۔ جسے میں ایک جیتی جاگتی حقیقت سمجھ بیٹھا۔

سارا دن میں دیوی کے بارے میں سوچتا رہا۔ شام کو دیوداسی میرے لئے ناشتا لائی تو میں نے غصے سے اسے دھتکار دیا اور پیتل کی تھالی کو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ رات کا بھوجن بھی میں نے واپس کر دیا اور یوں ہی بھوکا بیاسا لیٹ کر سو گیا۔ میں کتنی دیر خواب خرگوش میں محو رہا' مجھے کچھ یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ میری آنکھ دوبارہ اس وقت کھلی جب میں نے کسی کو اپنا بازو پکڑ کر ہلاتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ پاربتی کے شریر سے پھوٹنے والی خوشبو کے جھونکے پورے کمرے میں بسے ہوئے تھے۔

میں نے جلدی سے ادھر ادھر گھوم کر دیکھا لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ خوشبو ہر لحظہ تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ جب وہاں کوئی موجود نہیں تو پھر مجھے بازو تھام کر کس نے جھنجوڑا تھا۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک کمرے میں بجلی سی کوندی اور پھر جو کچھ میں نے دیکھا اسے دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں کئی گنا بڑھ گئیں۔ میری نظروں کے سامنے اس وقت پاربتی موجود تھی۔ خوب صورت اور دلکش پاربتی جس نے اس سمے دھانی رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی۔ اس کی کنول جیسی آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں لیکن آج ان آنکھوں میں مجھے مستی اور خمار کچھ بھی نظر نہ آسکا۔ اس کے تراشیدہ ہونٹ بھی ساکت تھے۔ آج ان پر وہ دلنواز تبسم نہیں کھل رہا تھا جو صرف دیوی کے لئے مخصوص تھا۔

ایک لمحے کے لئے میں ساکت و جامد کھڑا عظیم دیوی کے سندر چہرے کو خالی خالی نظروں سے تکتا رہا پھر تیزی سے لپک کر دیوی کے چرنوں میں گر گیا۔

''دیوی مجھے شما کر دے۔ میں تیرا سیوک تجھ سے دیا کی بھکشا مانگتا ہوں۔''

دیوی نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا تو میں نے پھر کہا۔

''مہان دیوی، میں جانتا ہوں کہ تو مجھ سے ناراض ہے۔ میں نے تیرا کہا نہ مان کر گھور پاپ کیا ہے۔ پرنتو مجھے وشواس ہے کہ تو اپنے اس سیوک کو اوش شما کر دے گی۔''

''کرشن کمار'' اس بار دیوی کی مدھر آواز میرے کانوں میں رس گھول گئی۔ ''میرے چرن چھوڑ دو۔''

''دیوی ...... دیوی ...... مجھے شما کر دے۔'' میں نے پاربتی دیوی کے پاؤں چھوڑ کر ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔ ''تیرا سیوک تیرے سامنے ہاتھ باندھ کر بنتی کرتا ہے۔''

''کرشن کمار، تم نے ابھی کہا تھا کہ میں اوش شما کر دوں گی۔'' دیوی نے مجھے سپاٹ آواز میں مخاطب کیا تو میں لرز اٹھا۔

''ہاں ...... ہاں دیوی۔'' میں جلدی سے بولا۔ ''مجھے وشواس ہے کہ میری بنتی خالی نہیں جائے گی۔''

''تمہیں اس بات کا وشواس کیوں ہے کرشن کمار کہ میں تمہیں شما کر دوں گی۔''

''دو ...... دے ...... وی۔'' میں ہکلا کر رہ گیا۔

''تم نے میری آگیا کا پالن نہیں کیا۔ میری اچھا کے خلاف یہ استھان چھوڑ دیا اور جب میرے سیوک تمہیں میری آگیا پر یہاں لائے تو تم نے نکل بھاگنے کی کوشش کی۔''

''مجھ بدنصیب پر دیا کر دیوی۔ مجھے شما کر دو۔''

''دیوی۔'' میں پھر ہکلا کر رہ گیا۔ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ جیسے کسی طاقت نے میری زبان پکڑ لی تھی۔

''نرملا کی سندرتا تمہارے من کو بہت بھائی۔ کیوں کرشن کمار۔'' پاربتی نے سرد آواز میں مجھ سے یہ سوال کیا تو میں چونک اٹھا۔ مجھے اچانک یاد آ گیا کہ نرملا نے جب گڑگڑا کر مجھ سے پریم کی بھکشا مانگی تھی تو میرے دل میں بس ایک لمحے کے لئے محبت کا جذبہ جاگ اٹھا تھا اور میں نے نرملا کو اٹھا کر گلے سے لگانے کا دھیان بھی کیا تھا مگر پھر گنیش دیوتا نے غضب ناک حالت میں اسے میرے سامنے جلا کر بھسم کر ڈالا تھا۔

میرا ذہن جاگ رہا تھا۔ نرملا کی موت کی وجہ میری سمجھ میں آ گئی تھی لیکن میں گنگ کھڑا پاربتی کو دیکھ رہا تھا۔ پاربتی ...... جس کی خوب صورت آنکھوں سے اس وقت قہر و غضب کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔

''تمہارے من میں دیوی کی طرف سے کھوٹ بھی تھا؟''

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے ندامت کے احساس سے سر جھکا لیا۔

''تم نے میرے سیوک موہن لال اور میرے بارے میں برے برے وچار اپنے دماغ میں بسائے تھے۔''

''دیوی ..... میں.....''

''کرشن کمار۔'' دیوج کا لہجہ اچانک غضب ناک ہو گیا۔ وہ کڑک کر بولی۔ ''میں نے اپنی مہان شکتی سے تمہاری بیاکل آتما کو چین پہنچایا اور تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ تم شیو شنکر کے سمان ہو گئے ہو۔''

پاربتی دیوی کو غصے کی حالت میں دیکھ کر میں تھر تھر کانپ رہا تھا۔ خوف اور دہشت کا کچھ ایسا غلبہ مجھ پر طاری تھا کہ مجھ سے اپنی ٹانگوں پر کھڑا بھی نہیں رہا جا رہا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں گواہی دے رہی تھیں کہ اب میرے برے دن آ چکے ہیں۔ میری نظریں زمین پر گڑی ہوئی تھیں لیکن کان پاربتی کی طرف لگے ہوئے تھے۔

''کرشن کمار۔'' پاربتی نے کہا۔ ''جس کے من میں کھوٹ ہو، وہ مہان شکتی کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔ تم نے دیوی کی آتما کو بیاکل کر کے گھور پاپ کیا جس کی سزا تمہیں اوش ملے گی۔''

''دو..... دے..... وی..... مجھے شما کر دے۔ میں تیرے آگے.....''

''تم منش ہی رہے کرشن کمار۔'' پاربتی نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے نفرت سے کہا۔ ''پجاری اور سیوک بننے کے لئے من کو مارنا پڑتا ہے اور من کو مارنے کے لئے منش کو بہت ساری کٹھنائیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔ تم ابھی سے بیاکل ہو رہے ہو۔''

میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ میرے حلق میں پھنس کر رہ گئے۔ پاربتی بدستور کسی بھوکی شیرنی کی طرح دہاڑ رہی تھی۔

''کرشن کمار، تم بھول گئے کہ دیوی مہان مہارت (مہالہ) کی بیٹی ہے۔ اور شیو جی مہاراج کی دھرم پتنی بھی۔ تمہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ دیوی کی کرپا سے تمہیں مہان شکتی پراپت (حاصل) ہوئی ہے۔ تم نے دیوی کو کھیل سمجھا۔ تم نے دیوی کو صرف ایک روپ میں دیکھا ہے اور وہ بھی اما (شفیق) کے روپ میں۔ پر اب وہ سمے آ گیا ہے جب تم دیوی کو دوسرے روپ میں بھی دیکھو گے۔''

پاربتی اتنا کہہ کر چپ ہو گئی پھر اس کے ہونٹ تیز تیز ہلنے لگے۔ وہ غالباً کسی منتر کا جاپ کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ منہ ہی منہ میں کچھ پڑھتی رہی پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور پھر پانچوں انگلیاں جھٹک دیں۔ دوسرے ہی لمحے کمرے کا فرش یوں ہلنے لگا جیسے زلزلہ آ گیا ہو اور پھر میری آنکھیں مارے حیرت کے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ جس سمت پاربتی نے ہاتھ اٹھا کر انگلیاں جھٹکی تھیں ادھر پانچ عدد موہن لال جن کے حلیوں اور ناک نقشے میں بال برابر بھی فرق نہیں تھا ایک قطار میں ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

''تم نے دیوی کی پوتر ذات کو موہن لال جیسے پجاری سے تتھی کرنے کی سوچی تھی۔'' پاربتی نے غصیلی آواز میں کہا۔ ''غور سے دیکھو کرشن کمار، تمہارے سامنے اس سمے ایک نہیں بلکہ پانچ موہن لال

کھڑے ہیں جنہیں تمہاری دیوی نے جنم دیا ہے۔ دیوی جو اما کے علاوہ امیکا (پیدا کرنے والی) بھی ہے۔''

میں آنکھیں پھاڑے کبھی پاربتی اور کبھی ان پانچ موہن لالوں کو دیکھ رہا تھا جو بدستور پالتو غلام کی طرح پاربتی کی سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ اچانک پاربتی دیوی نے غصے سے ہاتھ بلند کیا تو اسی لمحے پانچوں موہن لال ڈنڈوت کرنے کے انداز میں جھکے اور پھر فوراً غائب ہو گئے۔ اب وہاں میں اور پاربتی باقی رہ گئے تھے۔ میرا ذہن خوف کے باعث ماؤف ہوتا جا رہا تھا کہ پاربتی کی گرج دار آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

''کرشن کمار، تمہاری دیوی کے کئی روپ ہیں۔ تم نے کبھی اپنی دیوی کو بھیروی (ڈراؤنی) کے روپ میں بھی دیکھا ہے۔''

میں نے نظر اٹھا کر پاربتی کو یکھا تو میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ کچھ دیر پہلے جہاں پاربتی سراپا حسن بنی کھڑی تھی، اب وہاں ایک انتہائی بھیانک اور مکروہ صورت کی عورت موجود تھی۔ جس کے چہرے کی رنگت الٹے توے سے بھی زیادہ سیاہ تھی۔ الجھے الجھے سیاہ سپیدہ اور لمبے لمبے بال اس کی بے ہنگم کمر اور شانوں پر ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ ہونٹوں کے درمیان سے باہر نکلے ہوئے دانت اس کی ہیبت میں اور اضافہ کر رہے تھے۔ اس کی دونوں کاندھوں پر دو بھیانک اور زہریلے ناگ کنڈلی مار کر بیٹھے اپنی خطرناک اور سرخ سرخ زبان بار بار اندر باہر کر رہے تھے۔ اگر پاربتی نے مجھے پہلے یہ نہ بتایا ہوتا کہ وہ مجھے اپنا بھیروی والا روپ دکھانے والی ہے اور اچانک میں اسے کہیں دیکھ لیتا تو عین ممکن تھا کہ دہشت کے مارے میرا دم ہی نکل جاتا۔ بہر حال اس وقت بھی زیادہ دیر تک اس کی خوف ناک صورت کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ کر سکا اور نظریں نیچی کر لیں۔

''کیوں کرشن کمار، دیوی کا یہ روپ تمہیں پسند آیا؟'' پاربتی نے اس بار بڑے ہی غضب ناک لہجے میں کہا۔ ''کیا اس روپ میں تم میرے شریر کو چھونے کی آشا نہیں کرو گے۔''

''دیوی.....'' میں گڑگڑایا۔

''نہیں کرشن کمار۔'' دیوی کڑک کر بولی۔ ''اب شما کا کوئی پرشن (سوال) نہیں، تمہیں کشٹ اٹھانا پڑے گا۔ میں تمہیں ایسا شراپ دوں گی جسے تم پورا جیون یاد رکھو گے تم ہر سمے بیاکل رہو گے۔ کٹھنائیاں تمہارے بھاگ میں لکھی جا چکی ہیں۔''

''دیوی۔'' میں بمشکل بولا۔ ''دیا کرو مجھ پر..... مجھے شما کر دو۔ میں وچن دیتا ہوں کہ پھر کبھی مجھ سے بھول نہیں ہو گی۔''

''میں جانتی ہوں۔ دھرتی کا کوئی راز مجھ سے چھپا نہیں رہ سکتا۔'' پاربتی دیوی نے کسی پوٹ

کھائی ہوئی ناگن کی طرح پھنکارتے ہوئے جواب دیا۔ ''کل کیا ہونے والا ہے مجھے پتا ہے۔ تمہیں ہر حال میں کٹھنائیاں جھیلنی پڑیں گی۔''

''میں تمہیں شیو جی مہاراج کی پوتر آتما کی سوگند دیتا ہوں دیوی کہ تو مجھے......''

''ابھی میں اپنا جملہ مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ پاربتی جو بدستور بھیروی کے روپ میں میرے سامنے کھڑی تھی گرج کر بولی۔ ''کرشن کمار، تمہاری گندی زبان پر شیو جی مہاراج کا پوتر نام اب اگر آیا تو پھر دیوتا بھی تمہیں شما نہ کریں گے۔''

میں ہکا بکا کھڑا پاربتی کو گھورے جا رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ دیکھیں اب میرے اوپر کیا گزرتی ہے پاربتی نے مجھے متوجہ ہو کر سرد لہجے میں کہا۔

''کرشن کمار، میں تم کو اس بات کا وچن دیتی ہوں کہ جب تک تم میرے دیئے ہوئے کشٹ کی کٹھنائیوں کو جھیلو گے تو میرا سیوک موہن لال تمہیں پریشان نہیں کرے گا پر اتنا اوش دھیان رکھنا کہ تمہاری یہ سزا آسان نہیں ہوگی۔''

''دیوی۔'' میں جی کڑا کر کے بولا۔ ''اگر تیری یہی اچھا ہے کہ میں کشٹ اٹھاؤں تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔''

پاربتی نے یہ سن کر اپنے سر کو زور سے جھٹک دیا۔ اس کے ساتھ مجھے یوں لگا جیسے لاتعداد سوئیاں اچانک میرے جسم میں اتر گئی ہوں۔ میں زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ میرے حلق سے بلند ہونے والی چیخیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ میرے جسم میں جیسے آگ لگ رہی تھی۔ اس کرب کی کیفیت میں ایک بار پھر پاربتی کی خوف ناک آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''کرشن کمار۔ دیوی کا کہا یاد رکھنا، یہ سزا تمہاری آخری پرکشا ہے۔''

''اور پھر نہ جانے کہاں سے انتہائی بدبودار کھولتا ہوا پانی میرے اوپر گرنے لگا۔ میں پاگلوں کی طرح چیخنے لگا اور زمین پر لوٹ لگانے لگا۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن ہر طرف گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بدبودار کھولتے ہوئے پانی کے تعفن سے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ مجھے سینے کے اندر اپنی سانس گھٹی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ میں بمشکل اپنی پوری قوت لگا کر اٹھا اور بھاگنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے کسی پتھر سے ٹھوکر کھا کر میں ڈوبتا چلا گیا۔ مجھے کچھ بھی یاد نہیں رہا۔ میں غالباً بے ہوش ہو گیا تھا۔

میری بے ہوشی کب تک رہی مجھے کچھ یاد نہیں رہا جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو میں نے خود کو کھلے آسمان کے نیچے پڑا پایا۔ بوکھلا کر اٹھنے کی کوشش کی تو کراہ کر رہ گیا اور پھر جب میری نظر خود اپنے جسم پر پڑی تو میں چیخ اٹھا۔ میرے جسم پر جا بجا کوڑھ جیسے سرخ سرخ دھبے موجود تھے جن سے پیپ بہہ رہی

تھی۔ میرے ہاتھوں اور چہرے پر کوڑھ کے دھبوں کے علاوہ بڑے بڑے آبلے بھی نظر آ رہے تھے۔ میرے جسم پر پھٹا پرانا کپڑا تھا، ویسا ہی جیسا فقیروں کے جسم ہوتا ہے۔

میں کچھ دیر تک آنکھیں بند کئے چیختا رہا پھر مجھے پاربتی کا وہ برتاؤ یاد آ گیا جو اس نے بھیروی کے روپ میں آنے کے بعد مجھ سے کیا تھا۔ میں تڑپ کر رہ گیا۔ مجھے اس وقت خود اپنی حالت پر ترس آ رہا تھا۔ میں کیا بن گیا اور یہ سب کچھ موہن لال کی وجہ سے ہوا تھا، نہ میرے من میں اس سے انتقام لینے کا خیال پیدا ہوتا نہ میں آج اس کسمپرسی کی کیفیت سے دوچار ہوتا۔

''یہ سب اسی کمینے کی وجہ سے ہوا ہے۔ میں اس مردود موذی کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔'' میں نے دیوانوں کی طرح چلا کر کہا پھر میں دل بھر کر موہن لال اور دیوی دیوتاؤں کی شان میں برا بھلا کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ مجھے پاربتی کو دیئے ہوئے اپنے وچن کا دھیان آ گیا میں نے خود سے کہا۔

''سنبھلو کرشن کمار، یہ تمہاری پرکشا کا سمے ہے۔ اب بھی اگر تم نے من کا کھوٹ دور نہ کیا تو پھر تمام جیون تم اسی طرح تڑپ تڑپ کر گزار دو گے۔''

''دیوی۔'' میں دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ کر چیخ پڑا اور بلک بلک کر رونے لگا۔

ہوش میں آنے پر میں نے خود کو جس جگہ پایا، وہ ایک ویران میدان سا تھا۔ جہاں میرے سوا کوئی نہ تھا، ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ جگہ کون سی ہے۔ بہرحال اتنا ضرور جان گیا تھا کہ پاربتی دیوی نے مجھے کشٹ دینے کے بعد اپنے بیروں کے ہاتھ یہاں پھینکوا دیا ہوگا۔

بڑی دیر تک میں اپنی حالت پر پھوٹ پھوٹ کر روتا رہا پھر میرے دل نے مجھے سمجھایا۔

''کرشن کمار، تم نے دیوی کو ناراض کر کے یہ پریشانیاں مول لی ہیں۔ اب تمہاری مکتی اسی میں ہے کہ مرد بن کر حالات کا مقابلہ کرو اور دیوی کی ناراضگی دور کرنے کا اپائے سوچو۔''

دل میں اس خیال کے آتے ہی میں نے آنکھیں کھول دیں۔ قرب و جوار پر نظر ڈالی جہاں ہر طرف ویرانی برس رہی تھی۔ میرا جوڑ جوڑ درد کے مارے پھٹا جا رہا تھا۔ میرے زخموں میں شدید ٹیسیں اٹھ رہی تھیں لیکن میں ہمت کر کے کراہتا ہوا اور بغیر سوچے سمجھے ایک سمت قدم اٹھانے لگا۔ مجھے اپنے پیروں پر اپنا بوجھ سنبھالنا دشوار ہو رہا تھا۔ پیاس کے مارے میرے سوکھے ہوئے حلق میں کانٹے سے پڑ رہے تھے لیکن اس وقت بھوک پیاس سے زیادہ مجھے کوڑھ سے پھوٹنے والا نشان پریشان کر رہا تھا۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اپنی زندگی کے شیرازے کو خود اپنے ہاتھوں سے منتشر کر دیتا لیکن مجھے معلوم تھا کہ اب میری زندگی پاربتی کی مہان شکتی کے بس میں ہے اور اگر میں کوئی نے کوئی غلط قدم اٹھانے کی کوشش کی تو مہان دیوی کا کہا پورا ہو کر رہے گا۔ مجھے تمام زندگی کوڑھی کی حیثیت سے گزارنی پڑے گی۔

میں انہی پریشان کن خیالات کے ہجوم میں گھرا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا کہ اس ویرانے

میں کسی کے قہقہے کی آواز سن کر رک گیا۔ گھوم کر دیکھا تو سونا گھاٹ کا پُراسرار پجاری موہن لال میرے سامنے سینہ تانے کھڑا قہقہہ لگا رہا تھا۔ بے بسی کے احساس کی شدت سے مجھے اپنی پلکوں کے نیچے گھپ اندھیرا الپکتا محسوس ہو رہا تھا۔ میرا ذہن چکرانے لگا تھا کہ موہن لال کی پاٹ دار آواز ابھری۔

''مہاراج۔ کہاں کو سدھار رہے ہو۔''

''جہاں تقدیر لے جائے۔'' میں نے پاربتی کو یاد کرتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں جواب دیا۔

''اچھا۔'' موہن لال زہر خند لہجے میں بولا۔ ''آج تو تم منش جیسی باتیں کر رہے ہو۔''

''سمے سمے کی بات ہے موہن لال!'' میں نے کہا۔

''کوئی بپتا تو نہیں آ پڑی تم پر۔'' موہن لال نے بدستور مسکراتے ہوئے مجھ پر طنز کیا۔

''میں اسے بپتا نہیں بلکہ مہان دیوی کی کرپا کہوں گا۔''

''پرنتو تم نے تو دیوی کے پریم کو بدنام کرنے کی کوشش کی تھی پھر اب دیوی کے گن کیسے گانے لگے؟'' موہن لال میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے بولا۔

مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی ہوں۔ حالات نے مجھے موہن لال کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ضرور کر دیا تھا لیکن اب ابھی میرا خون اتنا سرد بھی نہیں پڑا تھا کہ وہ جوش نہ مارتا مگر عین اسی وقت جب میں موہن لال کو کوئی سخت جواب دینے والا تھا میرے دماغ میں معاً یہ خیال ابھرا کہ کہیں موہن لال مجھے غصہ دلانے کی کوشش تو نہیں کر رہا ہے۔ یقیناً ایسا ہی ہے۔ پاربتی نے مجھے کشٹ دیتے وقت یہی کہا تھا کہ اگر میں اس کی سزا کے اس امتحان میں کامیاب نہ ہوا تو وہ مجھے کبھی معاف نہ کرے گی۔

''موہن لال۔ جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ وہ میری بھول تھی۔ میں نے دیوی کو دکھ پہنچا کر یقیناً پاپ کیا تھا جس کی سزا مجھے اس حال میں مل رہی ہے۔''

''کیسی باتیں کرتے ہو مہاراج۔ تم تو مہان شکتی کے مالک ہو۔'' موہن لال نے میرے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے کہا۔ ''شیو جی مہاراج، پاربتی دیوی اور گنیش دیوتا کا جاپ پورا کر لینے کے بعد تو تمہارے شریر میں بلوانوں جیسی شکتی آ گئی ہے اور ہاں تم نے میرے چیلے ارجن مہاراج کو بھی تو اپنی شکتی سے نیچا دکھایا تھا اور نرملا کی سندرتا کو بھی بگاڑ دیا تھا۔ کیا تمہیں وہ ساری باتیں یاد نہیں ہیں مہاراج۔''

''مجھے سب کچھ یاد ہے موہن لال۔'' میں نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔

''پھر اب کس بات کی چنتا بیاکل کر رہی ہے تمہیں۔'' موہن لال نے زہریلی مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے کہا۔ ''کوئی منتر پڑھ کر اپنے شریر کی اس بدصورتی کو بھی سندرتا میں بدل ڈالو۔''

''اب وہ سمے بیت چکا ہے موہن لال۔'' میں نے بدستور نرمی سے جواب دیا۔ ''تم نے سچ کہا تھا

کہ دیوی نے میری شکتی واپس لے لی ہے۔''

''اچھا۔ پھر اب کیا وچار ہیں تمہارے۔'' موہن لال نے پوچھا۔

''میں کوشش کروں گا کہ دیوی کو دوبارہ راضی کر لوں۔''

''مجھے وشواس ہے کہ دیوی تمہیں اوش شما کر دے گی۔ پر میرے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا۔'' موہن لال نے میرے الفاظ چباتے ہوئے کہا پھر مجھے حقارت بھری نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ ''کیا کھوئی ہوئی شکتی واپس پراپت کر کے تم پھر مجھے نیچا دکھانے کی کوشش کرو گے۔''

''اس کا جواب تو آنے والا سمے ہی دے سکتا ہے۔'' میں دبی زبان میں بولا۔

''مہاراج۔ کیا اب تمہارے اندر اتنی شکتی بھی باقی نہیں رہی کہ تم کل کے بارے میں وچار کر سکو۔''

''موہن لال، میرے پاس اب دیوی کے شبھ نام کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہا۔''

''دھنے ہو دیوی کی جس نے تمہیں منش بنا دیا۔'' موہن لال نے اس بار مسکرا کر قدرے نرمی سے کہا۔ ''اس سمے تم کہاں جا رہے تھے۔''

''یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا۔'' میری آنکھوں سے تھمے ہوئے آنسو چھلک پڑے۔

''چچ...... چچ...... تم نیر کیوں بہاتے ہو کرشن کمار۔'' موہن لال بولا۔ ''جب کہ اس سمے تمہارا گرو تمہارے پاس ہے تو پھر کسی بات کی چنتا کرنے کی کیا ضرورت ہے، مانگو کیا مانگتے ہو؟''

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔ موہن لال کچھ دیر چپ چاپ کھڑا مجھے کینہ توز نظروں سے گھورتا رہا پھر میرے کچھ اور قریب آ کر بولا۔

''کرشن کمار، تم نے مجھے سمجھنے میں غلطی کی...... یاد ہے تمہیں جب میں نے کہا تھا کہ ایک دن تم میرے چرن چھو کر مجھ سے دیا کی بھکشا مانگو گے پرنتو میں تمہیں شما نہیں کروں گا۔''

''ہاں...... مجھے یاد ہے۔'' میں نے خون کا گھونٹ پی کر جواب دیا۔ میرے زخموں میں ہونے والی ٹیسیں ہر لمحے بڑھتی جا رہی تھیں۔

''آج وہ سمے آ گیا ہے۔ پرنتو تم چنتا نہ کرو۔ کمزوروں پر وار کرنا پجاریوں کو شوبھا نہیں دیتا۔'' موہن لال میرے چہرے پر نظر جماتے ہوئے بولا۔ ''تم اگر ایک اچھے سیوک کی طرح میرے چرن چھو کر دیا کی بھکشا مانگو تو میں تمہارا گرو ہونے کے کارن تمہاری سہائتا اوش کروں گا۔''

''موہن لال۔'' میں تلملا کر بولا۔ ''کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میری سہائتا کرنے کے بجائے میرا جیون ختم کر دو۔''

''میں تمہاری یہ آشا اوش پوری کر دیتا کرشن کمار پرنتو دیوی کی آ گیا ہے کہ جب تک تم اپنی سزا

پوری طرح بھگت نہیں لیتے میں تمہاری یہ آشا پوری نہیں کرسکتا اور دیوی کی آ گیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے۔''

دیوی کا نام درمیان میں آیا تو مجھے ایک بار پھر اپنے اچھے دن یاد آ گئے۔ میں کیا تھا اور کیا بن گیا۔ بہر حال مجھے چونکہ اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنی تھی اس لئے میں مجبوراً لنگڑاتا اور کراہتا ہوا آگے بڑھا اور موہن لال کے ناپاک قدموں کو پکڑ کر بولا۔

''موہن لال، سمے نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں تمہارے چرن چھو کر تم سے سہائتا کی بھیک مانگوں۔''

''تمہارے من میں اب بھی کھوٹ ہے کرشن کمار۔'' موہن لال مجھے گھور کر بولا۔ ''پر دیوی کی آ گیا کے انوسار میں تمہاری سہائتا کرنے کو تیار ہوں۔ بولو کیا چاہتے ہو تم۔''

''میں اس وقت کہاں ہوں؟'' میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''تم اس سمے تبت کی پہاڑیوں کی ایک ویران گھاٹی میں ہو۔'' موہن لال نے سرد آواز میں کہا۔ ''یہاں تمہارا زندہ کسی آبادی تک پہنچنا بہت کٹھن ہے۔''

''کیا تم مجھے یہاں سے کہیں اور نہیں لے جا سکتے۔'' میں نے گڑگڑاتے ہوئے موہن لال سے پوچھا۔ تبت کی پہاڑیوں کا نام سن کر ایک لمحے کے لئے بھیانک موت کا تصور مجھے تڑپا گیا تھا۔

''اگر موہن لال اپنے خاص چیلے کی سہائتا نہ کرے گا تو اور کون کرے گا۔'' موہن لال گردن اکڑا کر بولا۔ ''کہو کہاں جانے کی آشا ہے تمہارے من میں۔''

''کیا تم مجھے اجودھیا پہنچا سکتے ہو۔'' میں نے کہا۔ ''میں رام چندر جی کی اس جنم بھومی میں جا کر کچھ دن بتانا چاہتا ہوں۔''

''چلو آؤ میرے ساتھ۔''

موہن لال میرا بازو تھام کر کھڑا ہو گیا اور آگے بڑھنے لگا۔ زخموں اور آبلوں میں ہونے والی تکلیف کی شدت مجھے بے چین کر رہی تھی لیکن میں اسے برداشت کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا پھر اچانک میں نے دیکھا کہ اجودھیا کے انہی کھنڈرات میں کھڑا ہوں جہاں میں نے چالیس دنوں تک تن تنہا بیٹھ کر پاربتی دیوی اور گنیش دیوتا کے لئے جاپ کیا تھا۔ موہن لال میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''موہن لال۔'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں تمہارا یہ احسان سارا جیون یاد رکھوں گا۔''

''چلتے چلتے میں تمہارے اوپر ایک اور احسان کر دوں کرشن کمار۔ اگر تم مکتی چاہتے ہو تو گنیش دیوتا کی پوجا شروع کر دو۔ تمہیں شاید نہیں معلوم کہ گنیش دیوتا سارے چھوٹے دیوتاؤں کا سردار ہے اور مہان

دیوی نے اسے اپنے پوتر شریر کے میل سے پتلا بنا کر جنم دیا ہے۔''

''میں سب کرنے کو تیار ہوں۔''

''اوہ، ہاں ایک بات اوش یاد رکھنا کرشن کمار۔ ناری کے سندر جال سے ہمیشہ دور رہنا۔''

اتنا کہہ کر موہن لال میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے ویران کھنڈروں پر ایک نظر ڈالی۔ دور اس بڑے مندر کا کلس دکھائی دے رہا تھا جہاں میری ملاقات ارجن سے ہوئی تھی۔ گزرے ہوئے واقعات یکے بعد دیگرے میرے ذہن میں ابھر رہے تھے۔

اور میں ایک کوڑھی کی شکل میں اپنے بدنما جسم کو سمیٹے ہوئے لنگڑاتا ہوا بمشکل تمام مندروں کی اس پُراسرار بستی کی جانب بڑھ رہا تھا۔

میں بڑے مندر کے کلس پر نظریں جمائے میں گزری ہوئی باتیں یاد کر رہا تھا اور میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ ایک دن وہ تھا جب میں مہان شکتی کا مالک تھا۔ میرے شریر میں خون کے بجائے لاوا دوڑتا تھا۔ میرے ایک اشارے پر تناور درخت خس و خاشاک کی طرح جل کر راکھ کا ڈھیر بن جاتے تھے۔ پاربتی کے سیوک، گنیش کا بھگت اور پنڈت پجاری سب مجھے کرشن کمار مہاراج کے شبھ نام سے پکارتے تھے لیکن آج میری حیثیت ایک کوڑھی جیسی تھی جس کے جسم پر بڑے بڑے آبلے پڑے ہوئے تھے اور ان سے رستی ہوئی پیپ کا ناقابل برداشت تعفن میرے دماغ کو پھاڑے ڈالتا تھا۔ آج مجھے اس بستی میں دیکھ کر کسی سادھو، پنڈت یا پجاری نے ہاتھ جوڑ کر پرنام نہیں کیا بلکہ وہ مجھے دیکھتے تو ناک پر ہاتھ رکھ کر کترا کر نکل جاتے جیسے میری شریانوں میں خون یا لاوے کے بجائے گندا پانی بہہ رہا ہے جس نے میرے جسم کی ساری قوت کو سڑا گلا کر رکھ دیا ہے۔

میں اپنے جسم کے بوجھ کو اپنی ناتواں ٹانگوں پر گھسیٹتا ہوا جب بڑے مندر کے قریب بستی میں داخل ہوا تو ننگ دھڑنگ سادھو اور مندر کے پجاری مجھے حقارت بھری نظروں سے گھورنے لگے جیسے میں ان کے لئے کوئی عجوبہ ہوں۔ مندر کی اونچی سیڑھیوں پر کھڑی دیوداسیاں بھی مجھے نفرت سے دیکھ رہی تھیں۔ میں ایک لمحے کے لئے رک گیا۔ مجھے وہ زمانہ یاد آ گیا جب میں نے اس بستی میں بڑے مندر کے ایک مہان پجاری اور موہن لال کے چیلے ارجن کو اپنی شکتی کے زور سے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا ورنرملا پجارن کو شت دے کر اس کی سندرتا کو بگاڑ دیا تھا۔

گزرے ہوئے واقعات یکے بعد دیگرے میرے ذہن میں ابھرتے رہے۔ چند لمحے تک میں اپنے ماضی کے بارے میں سوچتا رہا مگر ماضی کی ان یادوں میں کیا رکھا تھا۔ سب کچھ بگڑ چکا تھا۔ سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ میں کہاں سے کہاں آ گیا تھا۔ میں نے ماضی کو اپنی ذہن سے نکالتے ہوئے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تھا کہ دس بارہ ہٹے کٹے ننگ دھڑنگ سادھو جنہوں نے اپنے جسم پر بھبھوت مل رکھا تھا لپک کر

میرے قریب آ گئے اور حقارت سے بولے۔

''کون ہو تم اور مندر کی اور (سمت) کیا لینے جا رہے ہو؟''

''بھائیو۔'' میں نے بجھی ہوئی آواز میں مخاطب کرنے والوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میرا نام کرشن کمار ہے اور بڑے مندر کے گنیش دیوتا کی پوجا کرنے کے کارن یہاں آیا ہوں۔''

''تم کرشن کمار ہو؟'' ایک سادھو نے تعجب سے سوال کیا پھر آنکھیں پھاڑ کر مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے اسے میرے بیان پر یقین نہیں آیا ہو۔

''ہاں میں وہی کرشن کمار ہوں جو تمہاری اس بستی میں ایک بار پہلے بھی آ چکا ہے۔'' میں نظریں نیچی کر کے بولا۔

''تم جھوٹ بکتے ہو..... تم کرشن کمار نہیں ہو سکتے۔'' ایک سادھو نے غصیلی آواز میں کہا۔

''کرشن کمار تو مہان شکتی کا مالک تھا۔'' دوسرا بولا۔

''یہ ضرور کوئی چور اچکا ہے جو مندر میں چوری کے ارادے سے آیا ہے۔'' تیسرے نے کڑک کر مخاطب کیا۔

''بھائیو، میرا وشواس کرو۔ میرا نام کرشن کمار ہے۔'' میں نے ہونٹ چباتے ہوئے آہستہ سے جواب دیا۔

''ہم تمہارے کہنے پر وشواس کر لیں۔'' ایک سادھو نے مجھے سرتاپا گھورتے ہوئے کہا۔ ''کہاں تم اور کہاں کرشن کمار مہاراج۔ اس مہا بھگت نے اپنی شکتی کے جور (زور) سے ارجن مہاراج کو بھی مار ڈالا تھا۔''

''وہ کرشن کمار میں ہی ہوں۔ پرنتو پاربتی دیوی کے دیے ہوئے کشٹ نے میری یہ حالت کر دی ہے اور اب میں یہاں گنیش دیوتا کی پوجا.....''

ایک سادھو میری بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''اگر دیوی نے تمہیں ٹھکرا دیا ہے تو پھر تم یہاں کیا لینے آئے ہو۔ اس پوتر استھان پر تمہارے جیسے اپرادھی کے لئے کوئی جگہ نہیں۔''

''جاؤ کہیں اور جا کے منہ کالا کرو۔'' دوسرے نے حقارت سے کہا۔

''سنو مہاشے، اگر تم نے ہمارے پوتر مندر میں اپنے گندے چرن رکھنے کا وچار بھی کیا تو ہم تمہاری ٹانگیں توڑ ڈالیں گے۔'' تیسرا خونخوار لہجے میں غرایا۔

''جیون پیارا ہے تو اسی سے لوٹ جاؤ۔'' چوتھے نے اسی تلخ انداز میں کہا۔

''بھائیو، میں نے دیوی کو ناراض ضرور کیا ہے۔ پرنتو مجھے پورا وشواس ہے کہ گنیش دیوتا کے چرن چھونے سے دیوی مجھے اوش شما کر دے گی۔ یوں بھی مندر میں تو سبھی جا سکتے ہیں۔ کیا اپرادھی اور کیا

بھگت۔'' میں نے دبی زبان میں جواب دیا تو یکلخت سارے سادھو مجھ پر ٹوٹ پڑے۔

میں درد کی شدت سے چلاتا رہا۔ حلق پھاڑ پھاڑ کر ان ہٹے کٹے سادھوؤں سے رحم کی بھیک مانگتا رہا لیکن ان سخت دل لوگوں نے میری ایک نہ سنی۔ وہ مجھے بے دردی سے مارتے رہے۔ میں زمین پر پڑا اس سمے تک ہاتھ پاؤں مارتا رہا جب تک میرے ہوش قائم رہے پھر مجھے کچھ یاد نہ رہا۔ تشدد کی انتہا نے میرے ہوش و حواس گم کر دیئے تو میں بے ہوش گیا۔ بے ہوشی کی کیفیت میں ان دھرماتماؤں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا، مجھے کچھ یاد نہیں۔ کیول اتنا ضرور یاد کہ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے مندروں سے دور ایک غلیظ مقام پر خود کو پڑا پایا۔ میرے چاروں طرف تعفن تھا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں سے مندروں کی بستی شروع ہوتی تھی۔ مجھے پجاریوں نے اٹھا کر یہاں پھینک دیا تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنے نحیف و نزار جسم کو کئی مرتبہ بستی کے اندر داخل کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار مجھے پجاریوں نے دھتکار کر باہر کر دیا۔ انہوں نے میرے ساتھ بڑا ظالمانہ برتاؤ کیا۔ میں نے لاکھ انہیں اپنے دل کی پاکیزگی اور اپنے نفس کی طہارت کا یقین دلایا لیکن انہوں نے میری بات نہیں سنی۔ میری حالت اس کوڑھی کی سی تھی جس سے چلا بھی نہ جاتا ہو۔ میں نے خودکشی کی کوشش کی مگر مجھے موت بھی نہیں آئی۔ زخموں کی تکلیف نے مجھے کہیں کا نہ رکھا تھا۔ میں ایک نکڑ پر بیٹھا مہینوں لوگوں کی خیرات پر اپنی زندگی کی گاڑی کھینچتا رہا۔ لوگ میرے قریب آتے اور نفرت سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے میرے کشکول میں روٹی اور پیسے ڈال جاتے۔ میری حیثیت کسی کتے سے مختلف نہ تھی۔ جب سردی آتی تو میرے پاس پھٹے پرانے کپڑوں کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ میں نے ٹاٹ سے اپنے جسم کو ڈھانپا۔ اپنی اس اذیت ناک زندگی کا تصور کر کے آج بھی میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اف کیسے قیامت خیز دن تھے وہ، ایسی اذیت میں خدا کسی کو نہ دے۔

یہ کیسا امتحان تھا اور میں نے ایسا کیا قصور کیا تھا..... کہ ہر وقت بے چین رہتا تھا۔ میں جب پاربتی کا نام لیتا تھا تو اتنا ضرور ہوتا تھا کہ مجھے سکون مل جاتا تھا۔ غرض کے بے غیرتوں کی طرح بستی کے باہر ایک غلیظ ترین جگہ کے نکڑ پر میں نے چھ سات سال گزار دیئے اور ایک بار پھر کوشش کی کہ میں بڑے مندر میں داخل ہو جاؤں۔ اس بار پھر پجاریوں نے مجھے مارا پیٹا۔ میں وہاں سے نہیں ہٹا تو انہوں نے مجھ پر لاتوں اور مکوں کی بارش کر دی۔ میں اس تشدد کی تاب نہ لا سکا اور بے ہوش ہو گیا۔ مجھے یقین تھا کہ کسی دن میری حالت پر ترس کھا کر سادھو مجھے بڑے مندر میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں گے اور یہی ہوا۔ اس بار سادھوؤں کو مجھ پر ترس آ گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک کٹی کے فرش پر پڑا ہوا پایا جہاں بہت سارے سادھو اور پجاری موجود تھے۔ ان سادھوؤں اور پجاریوں کی آنکھوں میں اپنے لئے نفرت کا جذبہ دیکھ کر میں نے خوف کے مارے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں اور سوچنے لگا کہ

دیکھیں اب وہ ظالم میرے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہیں۔ ابھی میں نے آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ کسی نے مجھے مخاطب کیا۔ ''کرشن کمار، آنکھیں کھولو۔ اب تمہیں کوئی کشٹ نہیں دے گا۔''

میں نے آنکھیں کھول کر آواز کی سمت گردن گھمائی تو دیکھا کہ ایک لمبا تڑنگا پجاری اپنے ہاتھ میں ایک لمبی مالا لئے کھڑا مجھے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی بھیانک سرخی موجود تھی جیسے پتلیوں کی اوٹ میں شعلے بھڑک رہے ہوں۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے کہا۔

''ہم کو خبر مل چکی ہے کہ کرشن کمار تمہارے اوپر کیا بیتی ہے۔ اور تم کو یہاں کون لایا ہے۔''

''مجھے یہاں موہن لال جی مہاراج لائے ہیں۔'' میں نے ڈرتے ڈرتے جلدی سے کہا۔ تو لمبا تڑنگا پجاری زہرخند لہجے میں بولا۔

''گرودیو نے مجھے بتا دیا ہے کہ تم یہاں کس کارن آئے ہو۔ میں تمہیں گنیش دیوتا کی پوجا کی اجازت دے سکتا ہوں۔ پرنتو ایک بار تم اپنے من کو ٹٹول کر دیکھ لو کہیں کوئی کھوٹ باقی نہ رہ گیا ہو۔''

''میں وچن دیتا ہوں مہاراج کہ اب مجھ سے کوئی بھول نہیں ہوگی۔'' میں گڑگڑا کر جواب دیا۔

''منش جات کا کوئی بھروسہ نہیں کرشن کمار۔'' لمبے تڑنگے پجاری نے مغرور لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''پہلے تم افضل بیگ تھے، شکتی کی اچھا (خواہش) اور استری کے پریم نے تم کو دھرم چھوڑنے پر مجبور کیا تو تم افضل بیگ سے کرشن کمار بن گئے پھر دیوی اور موہن لال جی کی کرپا سے تم نے مہان شکتی پراپت کر لی تو دھرتی پر بسنے والے تمام منش تم کو کیڑے مکوڑے نظر آنے لگے۔ تم نے ہمارے گرودیو کو بھی للکارا تھا۔ مہان دیوی کی پوتر جات پر بھی کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی تھی اور جب دیوی کے کشٹ نے تمہیں کوڑھی بنا دیا تو پھر اس کی پوجا پر تیار ہو گئے پھر سوچ لو کرشن کمار کہیں کھوئی ہوئی شکتی پا کر تم ایک بار پھر......''

''نہیں......نہیں۔'' میں پجاری کی بات کاٹ کر تیزی سے بولا۔ ''اب مجھ سے ایسی بھول کبھی نہیں ہوگی۔ میں وچن دیتا ہوں کہ اگر دیوی نے میری بھگتی سویکار کر لی تو میں سارا جیون اسی کے گن گاؤں گا۔ مجھے شکتی نہیں چاہئے۔ مجھے شانتی چاہئے۔ میرا من اشانت ہے۔''

''اور موہن لال جی مہاراج کے بارے میں کیا وچار ہیں تمہارے۔'' پجاری نے زہرخند لہجے میں پوچھا۔

''موہن لال جی نے میرے اوپر جو کرپا کی ہے اسے بھی میں سارا جیون یاد رکھوں گا۔'' میں نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔ میرا سارا جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ کچھ دیر پیشتر ہٹے کٹے سادھوؤں نے جس بری طرح مجھے مارا تھا اس سے میرا جوڑ جوڑ الگ ہو کر رہ گیا تھا۔ جگہ جگہ سے پیپ اور خون بہہ رہا تھا۔ میری حالت اس زخمی کبوتر کی طرح تھی جس کے پر کتر کر اسے خونخوار بلیوں کے درمیان ان کے

رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہو۔

لمبا تڑنگا پجاری مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔

''کرشن کمار، تم اس سے کیلاش ناتھ سے بات کر رہے ہو جو من کی بات کو پڑھنے کی شکتی بھی رکھتا ہے پر گرودیو کی آ گیا ہے کہ تمہیں گنیش دیوتا کی پوجا سے نہ روکا جائے۔ اس لئے اب تمہیں چنتا کی ضرورت نہیں۔ پرنتو اتنا اوش دھیان میں رکھنا کہ میں ارجن مہاراج نہیں ہوں۔''

کیلاش ناتھ نے جس طنزیہ لہجے میں ارجن کا نام لیا تھا، اسے میں نے بہت محسوس کیا مگر محسوس کرنے کا وقت کہاں تھا اور میرے اردگرد کھڑے ہوئے ننگ دھڑنگ سادھو مجھے گھورتے رہے۔ چند لمحے کٹی میں سکوت طاری رہا۔

پھر کیلاش ناتھ نے اپنی سرخ آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے کہا۔ ''کرشن کمار، دیوی نے جو تمہیں کشٹ دیا ہے وہ تمہیں اوش جھیلنا ہوگا اور جو کٹھنائیاں تمہارے بھاگ میں لکھی جا چکی ہیں، وہ بھی ضرور پوری ہوں گی۔ پرنتو تم اس گندی حالت میں ہمارے پوتر مندر میں قدم نہیں رکھ سکو گے۔''

''پھر؟'' میں نے کراہ کر پوچھا۔ ''کیا تم مجھے گنیش دیوتا کی پوجا کی اجازت نہیں دو گے؟''

''کیلاش ناتھ اپنے دئے ہوئے وچن کو اوش پورا کرے گا پرنتو اس کا صرف ایک ہی اوپائے ہے۔''

''وہ کیا؟''

''تمہیں میرے چرنوں کو چھو کر مہان دیوی کے نام پر ڈنڈوت کرنا ہوگا۔''

کیلاش ناتھ کا رویہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا لیکن اپنی موجودہ اذیت سے نجات کے لئے میں ہر حکم کی تعمیل کے لئے مجبور تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ کیلاش ناتھ اپنی انا کی تسکین کے لئے کرشن کمار مہاراج سے چرن چھونے کی عزت حاصل کر رہا ہے۔ اس کے اس بچکانا حکم سے انکار کی صورت میں مجھے پھر تشدد کی نذر ہونا پڑتا۔ چنانچہ میں کراہتا ہوا اپنے جسم کے ناقابل برداشت بوجھ کو زمین پر گھسیٹتا ہوا اس کے قریب گیا اور اس کے پاؤں پکڑ کر بولا۔

''کیلاش ناتھ، میں اپرادھی ہوں مجھے شما کر دو۔ میں پاربتی کے شبھ نام پر تمہارے چرنوں پر سر رکھ کر تم سے کرپا کی بھکشا مانگتا ہوں۔''

''تم نے مہان اور پوتر دیوی کے نام پر بھکشا مانگی ہے کرشن کمار، اس لئے میں دیوی کے ایک سیوک کے ناتے سے تمہاری یہ اچھا ضرور پوری کروں گا۔ اٹھو......اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاؤ۔''

کیلاش ناتھ کا یہ جملہ سن کر مجھے اپنی بے بسی پر رونا آ گیا۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرے شریر میں بھلا اتنی شکتی کہاں کہ میں اپنے پیروں پر اپنا بوجھ اٹھا کر کھڑا ہو سکوں کہ اچانک صندلی خوشبو کا

ایک جھونکا آیا اور میرے ذہن کو معطر کر کے گزر گیا۔ دوسرے ہی لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے بدن میں نئی طاقت آ گئی ہو۔ میں نے نظریں اٹھا کر کیلاش ناتھ کو دیکھا جو آنکھیں بند کئے کھڑا مالا کو تیز تیز جپ رہا تھا اور اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ غالباً وہ میرے ہی لئے کوئی جاپ کر رہا تھا۔ میں ایک لمحے کے لئے کیلاش ناتھ کو دیکھتا رہا پھر اچانک میری نظر خود اپنے جسم پر پڑی تو خوشی کے مارے میری آنکھیں بھر آئیں۔ میرے جسم پر اب نہ وہ آبلے نظر آ رہے تھے اور نہ ہی پیپ بہہ رہی تھی جس کے تعفن نے کچھ دیر پہلے تک میرے دماغ کو سڑا رکھا تھا۔ میرا سارا جسم بے داغ تھا۔ میرے بدن میں عام انسانوں جیسی طاقت موجود تھی اور یہ سب کچھ یقیناً کیلاش ناتھ کی بدولت ہوا تھا جو اب تک آنکھیں بند کئے غالباً پاربتی سے لو لگائے ہوئے تھا۔ مجھے غیر معمولی اور ماورائی قوت حاصل ہونے کے بعد اتنی مسرت محسوس نہ ہوئی تھی جتنی اپنی صحت کی بحالی سے ہوئی۔ میں نے دنیا کے کسی انتہائی حقیر اور غلیظ ترین شخص کی طرح اپنی زندگی کے سب سے کربناک، سب سے ہولناک دن کاٹے تھے۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ دوبارہ میں اس صحت کو حاصل کر سکوں گا جس پر کسی زمانے میں فخر کرتا تھا مگر یہ حقیقت تھی۔

میں اپنی پرانی وضع میں آ گیا تھا۔ میں ایک مست انگڑائی لے کر اٹھا اور کیلاش ناتھ کے حکم کے مطابق جلدی سے اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ ننگ دھڑنگ اور ہٹے کٹے سادھوؤں اور پنڈت جن کی نظروں میں کچھ دیر پہلے تک حقارت اور نفرت تھی اب ان کی پھٹی پھٹی آنکھوں سے حیرت ٹپک رہی تھی۔



کچھ دیر بعد کیلاش ناتھ کے ہاتھ مالا پر چلنے بند ہو گئے۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا پھر مسکرا کر بولا۔ ''کرشن کمار، دھن ہو دیوی کی جس نے تمہاری اچھا پوری کر دی۔ اب تم مندر میں جا سکتے ہو۔''

میں نے کیلاش ناتھ کی بات کا جواب دینا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ تیزی سے پلٹ کر میں کٹی سے باہر آیا۔ لمبے لمبے پاؤں مارتا مندر کے کنوئیں پر جا کر اشنان کیا۔ پھر دوڑتا ہوا مندر کے اندر گیا اور گنیش دیوتا کے بت کے سامنے جا کر ڈنڈوت کرنے لگا۔ پاربتی کے جسم سے پھوٹنے والی خوشبو کے جھونکے نے مجھے اس بات کی امید دلا دی تھی کہ وہ اب بھی مجھ پر کرپا کرے گی اور میں ایک بار پھر اپنی کھوئی ہوئی شکتی حاصل کر لوں گا۔ اس خوشی کے احساس کے تحت نہ جانے کتنی دیر تک میں گنیش دیوتا کے بت کے سامنے سر جھکائے رہا اور نہ جانے کیا کیا جاپ کرتا رہا اور پھر جب میں اٹھا تو میں نے دیکھا کہ ایک خوب صورت اور نازک دیوداسی اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لئے میرے استقبال کو کھڑی ہے۔ معاً مجھے پاربتی دیوی کا دھیان آ گیا جس نے کشٹ دیتے سمے مجھے باور کرا دیا تھا کہ میں عورت ذات سے دور رہوں۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے کترا کر نکل جانا چاہا لیکن وہ دیوداسی تیزی سے میرے راستے

میں حائل ہو گئی اور مسکرا کر بولی۔

''گھبراؤ نہیں مہاراج! میں مندر کے مہان پجاری کیلاش ناتھ جی کی آگیا کے انوسار تمہاری سیوا میں آئی ہوں۔ پجاری مہاراج نے کہا کہ آج سے مجھے تمہاری سیوا کرنی ہو گی اور تمہارے سکھ چین کا خیال رکھنا ہو گا۔''

''کیا نام ہے تمہارا؟'' میں نے دیوداسی سے درشت لہجے میں سوال کیا۔

''داسی کو لاجونتی کہتے ہیں مہاراج''

''ہوں۔'' میں بدستور اکھڑے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''سنو لاجونتی۔ مجھے تمہاری سیوا کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر ہو سکے تو مہان پجاری سے کہہ کر میرے یہاں رہنے کا کوئی بندوبست کروا دو تاکہ میں دیوی دیوتاؤں کے گیان دھیان میں مگن رہوں۔''

''پجاری مہاراج نے تمہارے لئے ایک کٹی خالی کرا دی ہے مہاراج۔'' لاجونتی نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔''

میں نے اس بار دیوداسی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس نے جو کٹی مجھے دکھائی وہ زیادہ بڑی نہ تھی لیکن دوسری کٹیوں سے الگ تھلگ ضرور تھی۔ کٹی کے اندر فرش پر ایک ترپال بچھی ہوئی تھی۔ میں نے ایک سرسری نظر کٹی پر ڈالی اور خاموشی سے آگے بڑھ کر ترپال پر بیٹھ گیا۔

''مہاراج...... مہان پجاری نے کہا ہے کہ اگر تم کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو۔''

''نہیں...... مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔'' میں نے بے نیازی سے جواب دیا۔

''دیوداسی کے لئے اب مہاراج کی کیا آگیا ہے؟'' لاجونتی نے مجھے مخمور نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ایک ادائے دل نواز کے ساتھ دریافت کیا تو میں نے منہ پھیر کر کہا۔

''تم میری چنتا مت کرو۔ میں اپنا کام خود کرنے کا عادی ہوں۔''

لاجونتی جب میرا جواب سن کر مسکراتی ہوئی باہر چلی گئی تو میں آرام کرنے کے خیال سے ترپال پر لیٹ گیا۔ بڑی دیر تک میں اپنے ماضی اور حال کے بارے میں سوچتا رہا پھر نیند کی آغوش میں گم ہو کر رہ گیا۔ دوبارہ میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ لاجونتی میرا بھوجن لئے بیٹھی ہے۔ میں نے اس سے مخاطب ہوئے بغیر اٹھ کر بھوجن کیا اور اس کے مندر کی طرف چل دیا۔



پاربتی دیوی نے مجھے جو سزائیں دی تھیں، وہ میرے لئے بہت کٹھن ثابت ہوئی تھیں لیکن مہان شکتی حاصل کر لینے کی دھن نے مجھے تکلیفیں سہنے کا عادی بنا دیا تھا۔

میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ ایک نہ ایک دن میں ضرور اپنی کھوئی ہوئی شکتی دوبارہ حاصل کر لوں گا۔ چنانچہ میں اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے گیان دھیان میں لگا رہتا اور اسی گیان دھیان میں دو ماہ یوں گزر گئے جیسے ابھی کل کی بات ہو۔ اس عرصے میں لاجونتی میری برابر خدمت کرتی رہی۔ مجھے بخوبی معلوم تھا کہ وہ ایک دیوداسی ہے اور ہندو رواج کے مطابق دیوداسی اس عورت کو کہا جاتا ہے جسے مندروں کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ دیوداسیوں کا کام وہاں ناچنا گانا اور خصوصاً بھجن گانا ہوتا ہے۔ کسی دیوداسی کو بیاہ رچانے کی اجازت نہیں ہوتی اس کا کام خدمت کرنا ہوتا ہے۔

لاجونتی کو کیوں کر مندر کی بھینٹ چڑھایا گیا تھا مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ نہ ہی مجھے اس بات کی کوئی فکر تھی کہ وہ کیوں ہر وقت سائے کی طرح میرے ساتھ لگی رہتی ہے۔ بلاشبہ اس کا شمار دنیا کی حسین ترین لڑکیوں میں کیا جا سکتا تھا۔ وہ نرملا کی طرح حسین تھی۔

اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک اور اس کے ہونٹوں پر ہوس انگیز مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ مجھے اس کی اس خدمت اور بھگتی نے بہت متاثر کیا۔ میں نے وہ دن بھی دیکھے تھے جب میں محبت اور ہمدردی کی ایک نظر کے لئے تڑپا کرتا تھا۔ لاجونتی تو ہر وقت میرے اشارے کی منتظر رہا کرتی تھی لیکن میں ماضی سے بہت کچھ سیکھ چکا تھا۔ اب میرے لئے یہی مناسب تھا کہ لاجونتی کی جانب کسی قسم کا جذباتی خیال لائے بغیر گیان دھیان میں لگا رہوں۔ میں نے اس سے ہمیشہ سخت لہجے میں گفتگو کی اور گنیش دیوتا کی پوجا میں مصروف رہا۔ ایک روز ایک ایسا واقعہ پیش جس نے میرے دل میں لاجونتی کے لئے ہمدردی کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اس رات پورن ماشی کا چاند نیلے آکاش پر چمک رہا تھا۔ مندر کے اندر بھجن گایا جا رہا تھا۔ تمام پنڈت پجاری اور سادھو اپنے اپنے حال میں مست تھے۔ میں اپنی کٹی میں مرگ چھالے پر جسے میں نے کیلاش ناتھ سے حاصل کیا تھا، بیٹھا موہن لال کے بتائے ہوئے ایک منتر کا جاپ کر رہا تھا کہ میں لاجونتی کی چیخ سن کر چونک اٹھا۔ ہر چند کہ میں مندروں کی اس بستی میں رہتے رہتے یہ بات اچھی طرح جان گیا تھا کہ دیوداسیوں کے ساتھ سادھوؤں، پجاریوں اور پنڈتوں کا کیا برتاؤ ہوتا ہے لیکن اس وقت نہ جانے کیوں لاجونتی کی چیخ پکار کی آواز سن کر میں غصے کی حالت میں مرگ چھالے سے اٹھ کھڑا ہوا اور لپک کر کٹی سے باہر نکل کر اس کی سمت چلا جدھر سے لاجونتی کی چیخ کی آواز آئی تھی۔ کوئی پُراسرار طاقت مجھے اس جانب کھینچے لے جا رہی تھی۔ میں تیز تیز قدم آگے بڑھتا رہا پھر ایک بڑی کٹی کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ یہ کٹی جس کے سامنے رکا تھا بڑے مندر کے مہان پجاری کیلاش ناتھ کی تھی جو اس وقت غالباً بھنگ یا تاڑی کے نشے میں چور لاجونتی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے درپے تھا۔ اندر سے لاجونتی کی آواز ابھر کر میرے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ کیلاش ناتھ سے کہہ رہی تھی۔

”دیا کرو مہاراج، میری اجت کو داغ نہ لگاؤ۔ میں ہاتھ جوڑ کر تمہاری بنتی کرتی ہوں۔“

”مورکھ۔“ کیلاش ناتھ کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز ابھری۔ ”تجھے خوش ہونا چاہئے کہ مجھ جیسا مہان پجاری آج تیری سندرتا اور کومل شریر کو سوئیکار کر رہا ہے۔“

”نہیں...... نہیں...... یہ پاپ ہے۔ چھوڑ دو مجھے مہاراج۔ میں ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرتی ہوں کہ مجھے برباد نہ کرو۔“

”لاجونتی تو یہ کیوں بھول رہی ہے کہ تو ایک دیوداسی ہے۔“ پجاری کرخت لہجے میں غرایا اور پھر اندر سے کچھ ایسی آوازیں سنائی دیں کہ میں ضبط نہ کر سکا اور بے دھڑک اندر چلا گیا۔

کٹی کے اندر جلتے ہوئے دیئے کی روشنی میں، میں نے جو کچھ دیکھا، وہ میرے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ کیلاش ناتھ اس سمے راکھشش کے روپ میں لاجونتی کو نوچ کھسوٹ رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ لاجونتی کو دھکا دے کر اٹھا اور بڑے خونخوار انداز میں میری طرف بڑھا۔

”کرشن کمار، تم اس سمے میں کٹی میں کیوں آئے ہو؟“

”میں لاجونتی کی چیخ پکار سن کر ادھر آ گیا تھا۔“ میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا تو پجاری غصے سے سرخ ہو گیا اور گرج کو بولا۔

”کرشن کمار، اگر تمہیں اپنا جیوان پیارا ہے تو تم ترنت (جلدی) میری کٹی سے باہر چلے جاؤ۔ نہیں تو میں تمہیں ایسا شراپ دوں گا کہ جیون بھر یاد رکھو گے۔“

”کسی کمزور ناری پر ہاتھ اٹھانا بلوانوں کو شوبھا نہیں دیتا مہاراج۔“ میں روانی میں کہہ گیا۔ ”منش تو وہ بلوان کہلاتا ہے جو پتھروں کو موم بنا دے اور......“

”اور اب شاید تیرا سمے پورا ہو چکا ہے جو تو کیلاش ناتھ کے سامنے بولنے کی ہمت کر رہا ہے۔“ کیلاش ناتھ سرتاپا لرز کر بولا۔ غصے کی شدت میں اس کے منہ سے جھاگ ابل رہی تھی۔ اس کی شعلہ پار آنکھیں مجھے اپنے جسم میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

معاً مجھے خیال آیا کہ میں نے اس سمے بڑے پجاری کی کٹی میں آ کر اچھا نہیں کیا۔ ایسی صورت میں جب کہ دیوی مجھ سے ناراض تھی، میرا کسی دیوداسی کے معاملے میں دلچسپی لینا دیوی کی ناراضگی کا سبب بن سکتا ہے پھر میرے اندر اتنی شکتی بھی نہیں تھی کہ میں نشے میں بہکے ہوئے اس لمبے تڑنگے پجاری کے جنتر منتر کے سامنے ٹھہر سکتا۔ جس نے خود کو سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری موہن لال کا چیلا ظاہر کیا تھا مگر مجھے حیرت تھی کہ کیلاش ناتھ جو ایک بڑے پجاری کی حیثیت سے مشہور تھا، وہ اچانک اتنی ذلیل اور مذموم حرکت پر کیوں اتر آیا۔ دیوداسیاں مندروں میں عموماً بڑے سکھ سے رہتی ہیں۔ اگر کبھی ایسا ہوتا ہے تو دیوداسی کی ایما ضرور اس میں شامل ہوتی ہے پھر یہ کیا بات ہے کہ کیلاش ناتھ نے اپنی عزت اور عظمت کا خیال نہ کیا اور لاجونتی پر ہاتھ ڈال دیا۔ یقیناً لاجونتی کی چیخ و پکار مندر کے دوسرے پجاریوں نے بھی سن

ہوگی۔ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ایک طرف لاجونتی کی حسرت بھری نظریں میرے سامنے تھیں اور دوسری طرف کیلاش ناتھ کے بگڑنے کی صورت میں بھیانک مستقبل میرا منتظر تھا۔ مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا تو میں نے جلدی سے پجاری سے کہا۔

''پجاری مہاراج، مجھ سے بڑی بھول ہوئی جو اس سمے میں تمہاری کٹی میں آ گیا۔ مجھے شما کردو۔'' اتنا کہہ کر میں واپسی کے ارادے سے گھوما ہی تھا کہ لاجونتی دوڑ کر میرے قدموں سے لپٹ گئی اور بنتی (خوشامد) کرنے لگی۔

''کرشن کمار مہاراج۔ دیا کرو مجھ ابھاگن پر...... مجھے اس راکھشش سے بچالو۔ میں پاربتی دیوی کے پوتر اور شبھ نام پر تم سے کرپا کی بھکشا مانگتی ہوں۔''

''کلنکنی۔'' قبل اس کے کہ میں لاجونتی کو کوئی جواب دیتا۔ کیلاش ناتھ غضب ناک آواز میں چلایا۔ تو نے میرے ہوتے ہوئی ایک اپرادھی سے دیا کی بھیک مانگ کر میرا اپمان کیا ہے۔ میں تجھے کبھی شما نہیں کروں گا۔''

''کیلاش ناتھ۔'' میں دبی زبان میں بولا۔ ''لاجونتی نے دیوی کے نام پر مجھ سے دیا مانگی تھی اس لئے تمہیں غصے میں لال پیلا نہیں ہونا چاہئے۔''

لاجونتی بدستور میرے قدموں سے لپٹی سسک رہی تھی۔ میں بڑے پجاری کو جواب دے کر واپسی کے ارادے سے پلٹا تو لاجونتی کی گرفت میری ٹانگوں پر اور مضبوط ہوگئی۔ وہ تڑپ کر بولی۔

''مہاراج، کیا تم دیوی کے نام پر بھی میری کوئی سہائتا (مدد) نہیں کرو گے۔''

''سہائتا اور یہ کرے گا۔'' کیلاش ناتھ نشے میں جھوم کر حقارت سے قہقہہ لگاتا ہوا میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ ''کرشن کمار، گرو دیو کی آ گیا تھی کہ میں تمہارا دھیان رکھوں۔ پرنتو تم نے میرے معاملے میں ٹانگ پھنسا کر بہت برا کیا۔ میں تمہیں اس کی سزا اوش دوں گا۔''

میں نے ایک بار پھر کوشش کی کہ لاجونتی سے چھٹکارا حاصل کر کے بڑے پجاری کی کٹی سے باہر چلا جاؤں لیکن اپنی کوشش کے کامیاب ہونے سے پہلے کیلاش ناتھ نے لاجونتی کو میری ذات سے منسوب کرتے ہوئے ایک ایسی گندی بات کہہ دی جس سے میرا سویا ہوا ضمیر جاگ اٹھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ایک بار پھر میری رگوں میں خون کے بجائے لاوا دوڑ رہا ہے۔ میں نے قہر بھری نظروں سے بڑے پجاری کو گھورتے ہوئے کہا۔

''کیلاش ناتھ کس بات ہے جو تم میرے اوپر آنکھیں نکال رہے ہو۔ اتنا یاد رکھو کہ حالات سدا ایک سے نہیں رہتے۔''

جواب میں کیلاش ناتھ نے پھر وہی گالی بکی تو میں آپے سے باہر ہوگیا۔ ''اپنی گندی زبان کو روکو

کیلاش ناتھ۔ نہیں تو تمہیں پچھتانا ہوگا۔'' میں نے گرجتے ہوئے کہا۔

''اچھا......'' کیلاش ناتھ نے سرد لہجے میں کہا پھر اس کے ہونٹ تیزی سے ہلنے لگے۔

میں اپنی جگہ پر کسی آہنی چٹان کی طرح ڈٹا کھڑا رہا۔ میں سمجھ چکا تھا کہ بڑا پجاری کسی منتر کا جاپ کر رہا ہے اور اب وہ مجھے کشٹ دینے کی کوشش کرے گا لیکن اس کے باوجود میں نے نامردوں کی طرح وہاں سے جان بچا کر بھاگنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ دل ہی دل میں پاربتی کو یاد کرنے لگا۔

بڑا پجاری کچھ دیر تک منہ ہی منہ میں بدبداتا رہا پھر اس نے تیزی سے نیچے جھک کر کچے فرش سے تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اس پر منتر پھونک کر میری سمت اچھال دی۔

کٹی میں بجلی کا کڑکا سنائی دیا پھر مٹی کے ذرات دہکتی ہوئی چنگاریوں کا روپ دھار کر میری طرف بڑھنے لگے قبل اس کے کہ وہ میرے شریر تک پہنچ کر مجھے کوئی کشٹ دیتے کہ اچانک صندلی خوشبو کا تیز جھونکا میری ناک سے چھو کر گزر گیا اور پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا اسے دیکھ کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، میں لرز گیا۔

دہکتی ہوئی چنگاریوں نے صندلی خوشبو کے آتے ہی اپنا رخ تیزی سے سے کیلاش ناتھ کی طرف پھیر لیا تھا۔ کیلاش ناتھ جو شکتی اور غالباً تاڑی کے نشے میں سرشار تھا سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ چنگاریوں کی لپیٹ میں آ گیا اور زمین پر گر کر بڑی اذیت ناک حالت میں لوٹ لگانے لگا۔ چنگاریاں اس کے سارے جسم کو جھلسا کر غائب ہو چکی تھیں۔ وہ کٹی کے فرش پر یوں تڑپ تڑپ کر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا جیسے شدید کرب کی حالت سے دوچار ہو۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی اور اچانک ہوا تھا کہ میں ششدر رہ گیا مگر جلد ہی مجھے اندازہ ہوگیا کہ اس وقت قوت کی عظیم دیوی پاربتی نے میری مدد کی تھی۔ اگر نہ کی ہوتی تو کٹی میں اس سمے کیلاش ناتھ کی جگہ میں زمین پر پڑا تڑپ رہا ہوتا۔ اس خیال سے کہ پاربتی دیوی نے ایک بار پھر میرے اوپر کرپا کی ہے، میں خوشی سے سرشار ہو کر وہیں زمین پر بیٹھ گیا اور پاربتی کے شبھ نام پر ڈنڈوت کرنے لگا۔ آنکھیں بند کئے سر کو زمین سے لگائے میں نہ جانے کتنی دیر تک مہان دیوی کے نام کی مالا جپتا رہا۔ میرے دل و دماغ پر اس وقت ایک عجیب وجدانی کیفیت طاری تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زمین بڑی تیزی کے ساتھ میرے نیچے سے نکلے جا رہی ہے لیکن مجھے ان باتوں سے زیادہ پاربتی کا دھیان تھا جس نے عین وقت پر مجھے کیلاش ناتھ کے چنگل سے نجات دلائی تھی۔

ابھی میں اسی کیفیت سے دوچار تھا کہ کسی نے میرا نام لے کر مجھے اٹھنے کو کہا۔ آواز میری جانی پہچانی تھی اس لئے میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ دوسرے ہی لمحے مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اس سمے نہ تو میرے سامنے کیلاش ناتھ اور نہ لاجونتی اور نہ ہی وہ کٹی تھی جہاں میں نے پاربتی کے

نام پر ڈنڈوت کیا تھا بلکہ اس وقت میں ایک کھلی جگہ پر موجود تھا جہاں ہر طرف سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ چند لمحوں کے لئے میں یہ بھی بھول گیا کہ کسی کے آواز دینے پر میں نے آنکھیں کھولی تھیں۔

''اتنے بیاکل کیوں نظر آ رہے ہو کرشن کمار؟''

دوسری بار جب اسی آواز نے مجھے مخاطب کیا تو میں اچھل پڑا۔ میں نے تیزی سے گھوم کر دیکھا تو گنیش دیوتا اپنی لمبی سونڈ آسمان کی جانب اٹھائے میرے سامنے موجود تھے۔ میں ہکا بکا کھڑا گنیش دیوتا کو دیکھ رہا تھا کہ انہوں نے پھر مجھے مخاطب کیا۔

''کرشن کمار، تمہیں اس کٹی سے نکال دیا گیا ہے۔''

''گنیش دیوتا۔'' میں نے حیرت سے گنیش دیوتا کا نام لیا اور ان کے چرن چھوئے تو وہ مسکرانے لگے۔

''مجھے شما کر دو دیوتا۔ میں پاربتی کے شبھ نام پر تم سے شما کی بھکشا مانگتا ہوں۔''

''شما۔'' گنیش دیوتا مسکرائے۔ ''شما تو دیوی ہی کرے گی۔ تم دیوی کے اپرادھی ہو اور مجھے معلوم ہے کہ تمہاری پرکشا ابھی پوری نہیں ہوئی۔''

''میں دیوی کے شبھ نام پر بڑی سے بڑی کٹھنائیاں جھیل سکتا ہوں۔''

''اگر تمہاری پرکشا یہی رہی تو تم اپنی پرکشا میں ضرور سپھل (کامیاب) ہو گے اور جو تم نے کھو دیا ہے پراپت کر لو گے۔ پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ پجاری اور سیوک بننے کے لئے اپنے من کو مارنا پڑتا ہے اس کے بنا منش، منش ہی رہتا ہے۔''

''دیوی کے کارن تو میں اپنا جیون بھی بھینٹ دے سکتا ہوں۔'' میں نے جذباتی انداز سے کہا پھر دبی زبان میں گنیش دیوتا کو مخاطب کر کے بولا۔ ''مہان دیوتا، کیا تم میری ایک اچھا پوری کرو گے۔''

گنیش دیوتا نے مسکرا کر مجھے دیا کی نظروں سے دیکھا تو میں نے کہا۔

''مم...... میں...... میں ایک بار دیوی کے درشن چاہتا ہوں۔''

''کرشن کمار، تم بھول رہے ہو کہ دیوی نے مجھے اپنے پوتر شریر کے میل سے جنم دیا ہے۔ دیوی میرے لئے بھی دیوی سمان ہے۔'' گنیش دیوتا نے پاربتی سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''تم دیوی کے درشن کے پیاسے ہو تو اپنی لگن میں لگے رہو۔ دیوی تمہاری بھگتی کو پھر سویکار کر لے گی۔''

''کیا یہ ممکن نہیں مہاراج کہ دیوی ایک پل کے لئے مجھے درشن دے دے۔'' میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔

''کرشن کمار، ابھی دیوی کا درشن مشکل ہے۔ دیوی کے درشن سے پہلے ابھی تم کو ایک اور پرکشا

سے گزرنا ہو گا۔''

''مہاراج۔ میں دیوی کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔'' میں نے عجز سے کہا۔ ''مجھے بتاؤ میں دیوی کے درشن کیسے کر سکتا ہوں۔''

''دیوی کی آ گیا پر تمہیں ایک بار پھر سونا گھاٹ جانا ہو گا جہاں سے تمہارے ہردے میں دیوی کی لگن پیدا ہوئی تھی۔''

سونا گھاٹ کے نام پر میں چونکا تو گنیش دیوتا اپنی لمبی سونڈ ہلا کر بولے۔

''میں جانتا ہوں کہ اس سمے تم کس وچار میں گم ہو؟ پرتم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ دیوی نے تمہیں اس بات کا وچن دیا ہے کہ جب تک کشٹ پورا نہیں ہوتا۔ موہن لال تمہیں کوئی کشٹ نہیں پہنچا سکتا۔''

''مجھے سونا گھاٹ جا کر کیا کرنا ہو گا۔''

''دیوی کی آ گیا کے انوسار تمہیں سونا گھاٹ جا کر پجاری موہن لال سے ملنا ہو گا اور پھر جو کچھ موہن لال کہے وہ کرنا ہو گا۔ پرنتو یہ سوچ لو کہ اگر تم اس پرکشا میں اسپھل ہوئے تو دیوی تمہیں کبھی شما نہیں کرے گی۔''

''کیا یہ دیوی کا حکم ہے گنیش مہاراج؟'' میں نے دبی زبان میں سوال کیا۔

''ہاں۔'' گنیش دیوتا نے صرف اتنا کہا۔

''میں دیوی کی آ گیا کا پالن کرنا دھرم سمجھتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''مجھے تمہارے ہردے کا پتا ہے کرشن کمار۔'' گنیش دیوتا نے اپنی سونڈ ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اور میں تمہیں اتنی شکتی اوش دان کر دوں گا جس سے تمہارے من کی لگن میں اور بھاؤنا آئے گی۔ پر کرشن کمار، اس بار تم نے میری دان کی ہوئی شکتی سے من کو اجلا نہ کیا تو پھر تمہیں کوئی شما نہیں کرے گا۔''

''میں پہلے ہی بہت کشٹ اٹھا چکا ہوں مہاراج۔ اب میری آنکھیں کھل چکی ہیں اس لئے مجھ سے اب کوئی بھول نہ ہو گی۔''

''اچھا...... اب سدھارو کرشن کمار۔ میرا آشیرواد تمہارے ساتھ ہے۔'' گنیش دیوتا نے اپنی سونڈ میرے سر پر رکھ کر مجھے آشیرواد دیا پھر دوسرے ہی لمحے وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

دیوی نے مجھے سونا گھاٹ جانے کا حکم دیا تھا۔ مجھے اب کسی بات سے کوئی سروکار نہیں تھا اور نہ ہی اب کسی سوچ وچار میں پڑنا چاہتا تھا۔ مجھے دیوی دیوتاؤں کی عظیم طاقت اور ان کی جادوگری کا اندازہ ہو چکا تھا۔ اب میں ایک معمولی اور سچے سیوک کی طرح دیوی کے حکم کے مطابق ہر کام کرنے پر آمادہ تھا۔

شاید میرے دل کی اسی صداقت نے گنیش دیوتا کو متاثر کیا اور انہوں نے مجھے اتنی شکتی دان کر دی جتنی گنیش دیوتا مجھے دے سکتے تھے۔ گو یہ شکتی اس شکتی کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھی جو میں پہلے حاصل کر چکا

تھا مگر میرے لئے یہ بھی بہت تھا کہ گنیش دیوتا نے مجھے شما کر دیا۔ اب میں سونا گھاٹ جانے کے لئے بالکل تیار تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میں کسی سمت بھی چلوں سونا گھاٹ پہنچ جاؤں گا۔ سو میں ایک سمت چلنے لگا۔ جیسے جیسے میں آگے بڑھتا جا رہا تھا موہن لال کی خوف ناک شکل میری نظروں میں ابھرتی جاتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ بات میرا دل قبول نہیں کرتا تھا کہ میں موہن لال کے احکام کی تعمیل کروں۔ وہی موہن لال جس کی بدولت مجھے اتنی اذیتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ میں یہی سوچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا پھر میں نے اس خیال کو دل سے نکال دیا۔ دیوی کو راضی کرنے کی خاطر مجھے سب کچھ کرنا پڑے گا۔ یہ سوچ کر میرے ذہن کو سکون ملا لیکن پھر معاً مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ میں نے کیوں نہ گنیش دیوتا سے یہ معلوم کر لیا ہوتا کہ میں اس سمے کہاں ہوں۔

میرے چاروں طرف سبزہ پھیلا ہوا تھا لیکن دور دور تک کسی بستی کا نشان نظر نہیں آتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں ادھر ادھر نظریں دوڑاتا، پھر دیوی کا شبھ نام لے کر ایک طرف کو چل دیتا۔ میرے ذہن میں اس وقت سوائے پاربتی کے دھیان کے اور کچھ نہیں تھا۔ میں اپنی دھن میں مست اور اپنے مستقبل سے پُر امید آگے بڑھتا رہا اور اس وقت تک میں نے رکنے کی کوشش نہیں کی جب تک چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا۔ گو کہ میں خاصا فاصلہ طے کر چکا تھا لیکن ابھی تک مجھے نہ تو کوئی آبادی نظر آئی تھی اور نہ کوئی چرند پرند نظر آیا تھا۔ میرے جسم میں نئی طاقت پیدا ہو چکی تھی اس لئے مجھے تھکن کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں تھا لیکن اندھیرا پھیل جانے کی وجہ سے میں نے سفر جاری رکھنا مناسب نہیں سمجھا اور کھلے آکاش کے نیچے سبزے پر لیٹ گیا۔ پاربتی کے تصور نے میرے دل و دماغ کو ایسی فرحت بخش دی تھی کہ مجھے بھوک و پیاس کا ہوش بھی نہ رہا۔ سبزے پر لیٹا میں دیوی کے بارے میں سوچتا رہا جو مجھ پر پھر مہربان ہوتی جا رہی تھی اور دیوی کے بارے میں سوچتے سوچتے نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی۔

صبح جب میری آنکھ کھلی اس وقت پو پھٹ چکی تھی۔ میں نے ادھر ادھر نظریں دوڑا کر دیکھا۔ میں یقیناً اس جگہ نہیں تھا جہاں سویا تھا۔ وہ جگہ تو سبزہ زار تھی۔ اب میں کسی آبادی کے قریب ایک ویران مقام پر پڑا تھا۔ جب اجالا کچھ زیادہ ہوا تو دور سے مجھے عمارتیں نظر آئیں اور تھوڑی دیر میں مجھے پتا چل گیا کہ میں سونا گھاٹ کی آبادی کے قریب ہوں۔ سونا گھاٹ کے مندر کا کلس دور سے مجھے نظر آ رہا تھا۔ گویا گنیش دیوتا یا پاربتی دیوی نے سونا گھاٹ پہنچنے کے لئے میری منزل آسان کر دی تھی۔

سونا گھاٹ جہاں سے میں نے اپنے ہولناک سفر کی ابتدا کی تھی جہاں میں ایک فارسٹ آفیسر کے طور پر تعینات تھا۔ میں نے وہاں کے پُر اسرار پجاری موہن لال کو للکارا تھا۔ مجھے اس وقت کیا پتا تھا کہ میں کن ناقابل یقین حالات سے دوچار ہونے والا ہوں۔ میرے نصیب میں کیا کیا لکھا ہے۔

میں نے پاربتی کا شبھ نام لیا اور بستی کی طرف چل دیا۔ مجھے ڈر تھا کہ راستے میں سونا گھاٹ کے

باسی کہیں مجھے پہچان نہ لیں۔ میری شکل اس افضل بیگ سے مختلف ہو گئی تھی جو ایک زمانے میں یہاں آفیسر تھا مگر اتنی بھی نہیں ہوئی تھی کہ میرا کوئی شناسا مجھے پہچان نہ پائے۔ میں سر جھکائے بستی میں داخل ہو گیا۔ ایک بار میرا جی چاہا کہ میں اپنے دفتر اور پرانے مکان کو ذرا چل کر دیکھوں اور لوگوں سے پوچھوں کہ افضل بیگ کا کیا حشر ہوا۔ لوگ افضل بیگ کی گمشدگی کے متعلق کیا کہتے ہیں لیکن ظاہر ہے ان باتوں کا کوئی موقع نہ تھا۔ میں لوگوں سے بچتا بچاتا مندر کی راہ پر چل پڑا۔ شکر ہے راستے میں کسی نے نہیں دیکھا۔ مندر کا راستہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں بہت ہی پُر خطر تھا اور لوگ دن کے وقت بھی وہاں جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ موہن لال کی پُر اسرار آتما نے علاقے میں کچھ ایسی دہشت پھیلا دی تھی کہ لوگوں نے مندر کی طرف جانا چھوڑ دیا تھا۔ صرف وہی لوگ جو موہن لال کو بھگوان کا کوئی اوتار سمجھتے تھے، مندر کا رخ کرتے تھے اور عام خیال تھا کہ موہن لال کی آتما انہیں پریشان نہیں کرتی ہے۔ میں نے اب کی بار مندر کا راستہ کسی خوف و خطر کے بغیر طے کیا۔ اب مجھے نہ تو کوئی چڑیل نظر اور نہ کسی جنگلی جانور نے پریشان کیا۔ پہلے جب میں یہاں سے گزرا تھا تو کئی بلاؤں سے مجھے واسطہ پڑا۔

جب میں مندر میں داخل ہوا تو دو چار پجاریوں نے مجھے حیرت سے دیکھا اور میرا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر جب میں نے ان کی طرف گھور کر دیکھا تو وہ سحر زدہ سے پیچھے ہٹ گئے اور میں سیڑھیاں طے کرتا اور پجاریوں اور دیوداسیوں کو حیرت زدہ چھوڑتا ہوا اس تہ خانے تک پہنچ گیا جہاں موہن لال ایک صندلی تابوت میں آرام کر رہا تھا۔ دروازہ بند تھا مگر جب میں نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ آسانی سے کھل گیا۔ اب میں اس تہ خانے میں داخل ہو چکا تھا جس نے میری دنیا بدل دی تھی۔ سونا گھاٹ کے پرانے مندر کا وہی تہ خانہ جہاں پہلی بار موہن لال سے میرا ٹکراؤ تھا۔ ماضی کی تمام باتیں رفتہ رفتہ میرے ذہن میں تازہ ہونے لگیں۔ وہی صندلی تابوت اب بھی وہاں موجود تھا۔ جس میں، میں پہلی بار موہن لال کو لیٹے دیکھا تھا۔

میں پلکیں جھپکائے بغیر اس تابوت کو دیکھتا رہا پھر میرے قدم آپ ہی آپ اس کی طرف اٹھنے لگے۔ تابوت کے قریب پہنچ کر میں نے اندر جھانکا تو دیکھا کہ سونا گھاٹ کا پُر اسرار پجاری آنکھیں بند کئے اس میں لیٹا ہے۔ میں موہن لال کو گھورتا رہا۔ اس کے جسم پر صرف ایک زرد رنگ کی دھوتی موجود تھی۔ سینہ ننگا تھا چہرے پر بھبھوت ملا ہوا تھا جس نے اس کے بھاری بھرکم چہرے کو اور خوفناک بنا دیا تھا۔

پہلی بار جب میں پرانے کے تہ خانے میں داخل ہوا تھا، اس وقت میرے دل میں یہ خواہش تڑپ رہی تھی کہ کسی طرح میں اس پُر اسرار پجاری کا خاتمہ کر دوں لیکن آج مجھے یہاں اس لئے بھیجا گیا تھا کہ میں موہن لال کے حکم پر چلوں اور اور اس کی سیوا کروں۔ اس خیال نے بس مجھے ایک پل کے لئے

بے چین کیا لیکن دوسرے ہی پل میرے دل نے مجھے آواز دے کر چونکا دیا۔

''سنبھلو کرشن کمار، کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک ذرا سی بھول تمہاری ساری محنت اکارت کر دے۔'' اور دل کے اس مشورے پر میں یوں چونکا جیسے میرا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ میں تیزی سے دبے قدموں پیچھے ہٹ گیا۔ میرے دل و دماغ میں اس وقت جو وچار ابھر رہے تھے، ابھی میں ان پر پوری طرح قابو بھی نہ پا سکا تھا کہ میں نے سونا گھاٹ کے پُر اسرار پجاری کو صندلی تابوت میں حرکت کرتے دیکھا۔ میری نظریں ایک بار پھر موہن لال پر جم کر رہ گئیں۔ جس کی آنکھوں کے پپوٹے دھیرے دھیرے ہل رہے تھے۔

ایک سیکنڈ تک یہی کیفیت رہی پھر موہن لال نے آنکھیں کھول دیں اور مسکراتا ہوا اٹھ کر صندلی تابوت سے باہر آ گیا۔ اس کی بڑی لال لال آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ وہ جن نظروں سے مجھے تک رہا تھا، ان میں حقارت ہی حقارت تھی۔ اگر دوسرا کوئی موقع ہوتا یا میں اپنی مرضی سے یہاں آیا ہوتا تو ممکن تھا انجام پر غور کئے بغیر اس سے دو دو ہاتھ کر ڈالتا لیکن مجھے بہر حال بڑے صبر و ضبط سے کام لینا تھا۔ بس اب میری یہی ایک دھن تھی کہ میں کسی بھی طرح طاقت کی عظیم دیوی کو راضی کر لوں۔ چنانچہ میں نے از خود اپنی نظریں جھکا لیں اور موہن لال کی خوف ناک آنکھوں کی حقارت کو نظر انداز کر گیا۔

تہ خانے میں ایک لمحے کے لئے سکوت طاری رہا پھر موہن لال کی آواز گونجی۔

''کرشن کمار، تو تم ایک بار پھر سونا گھاٹ آ گئے۔''

''سب دیوی کی کرپا ہے موہن لال جی مہاراج۔''

''سنا ہے گنیش دیوتا نے تمہاری کچھ شکتی واپس کر دی ہے۔'' موہن لال نے معنی خیز انداز میں ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

''ہاں، یہ بھی دیوی کی کرپا ہے۔''

''اوہ...... اب کیا وچار ہے تمہارا؟''

''موہن لال جی مہاراج، میری طرف سے تمہارے دل میں جو میل ہے اسے نکال دو۔ میرے پاس اب کچھ بھی نہیں اور جو کچھ میں نے پایا تھا اسے کھو دیا ہے۔''

''مگر تمہارے من کا حال مجھے معلوم ہے۔''

''اور مجھے وشواس ہے مہاراج کہ تم میرے من میں اب کوئی کھوٹ نہیں دیکھ رہے ہو گے۔''

''دھنے ہو مہان دیوی کی جس نے تمہیں منش سے پجاری بنا دیا۔'' موہن لال میرے سراپا کا جائزہ لیتا ہوا بولا۔

تہ خانے میں کچھ دیر خاموشی رہی۔ موہن لال خاموشی سے ٹہلتا رہا۔

''کرشن کمار، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ کیلاش ناتھ میرا چیلا تھا۔''

''ہاں...... مجھے معلوم ہے مہاراج۔'' میں نے آہستگی سے جواب دیا۔

''اور کیا تم یہ بھی جانتے ہو کہ دیوی نے صرف تمہارے کارن اس کو کشٹ دیا ہے۔'' موہن لال نے پُر جلال لہجے میں میری بات کاٹ دی۔

''مجھے نہیں معلوم مہاراج۔'' میں نے دبی زبان میں کہا۔

''کرشن کمار، دیوی امر ہے۔ دیوی مہان ہے۔'' موہن لال نے کئی بار یہ جملے دھرائے۔

''ہاں مہاراج، دیوی امر ہے۔ دیوی مہان ہے۔''

میں نے اس کی تائید کی۔

''پرارجن کے بعد کیلاش ناتھ میرا دوسرا چیلا ہے جسے تمہارے کارن مصیبت اٹھانی پڑی۔'' موہن لال نے غضب ناک لہجے میں کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں کسی معاملے میں موہن لال سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دیوی کے فیصلے پر الجھا ہوا ہے کہ مجھے سونا گھاٹ کیوں بھیجا گیا مگر یہ دیوی کا حکم تھا اور موہن لال مجھے سونا گھاٹ اپنے پاس رکھنے پر مجبور تھا۔ وہ بہت دیر تک بڑبڑاتا رہا اور غصے میں ٹہلتا رہا۔

''تم کرشن کمار...... تم۔'' وہ غصے میں پیچ و تاب کھاتا ہوا بولا۔ ''تم موہن لال کو اب تک نہیں سمجھے۔ تمہاری آنکھیں اب تک نہیں کھلیں۔ تم نے جو شکتی پراپت کی اسے تم نے مذاق سمجھا۔ تم نے سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سدا غلط وچار کیا۔ کرشن کمار، میں نے یہ شکتی اس طرح پراپت نہیں کی ہے جس طرح تم نے......''

''میں جانتا ہوں مہاراج۔ میں نے سب کچھ غلط سمجھا۔ میں بڑا نادان تھا۔''

''نادان...... تم بے وقوف ہو۔''

''ہاں مہاراج، مجھ سے بہت بھولیں ہوئی ہیں۔''

موہن لال میرے اس عجز سے متاثر نہ ہوا بلکہ اس کی شعلہ بار گفتگو میں اور تلخیاں آ گئیں۔

''کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟''

دیوی کی آ گیا یہی تھی کہ تمہارے پاس پہنچوں اور تمہاری سیوا کروں۔''

''سیوا...... اور تم...... میری سیوا۔'' موہن لال کے قہقہے کی بازگشت تہ خانے میں گونج گئی پھر وہ سنجیدہ ہو کر بولا۔ ''تم میری سیوا کرو گے کرشن کمار، میں بھوشیہ (مستقبل) کو اپنی شکتی کے درپن (آئینے) میں دیکھ سکتا ہوں۔ کل کیا ہو گا؟ یہ مجھے معلوم ہے۔ ہاں دیوی چاہے تو بھوشے بدل سکتی ہے اور میں اسی

آشا میں تمہیں یہاں رکھتا ہوں اور تمہیں ایک بار پھر بتائے دیتا ہوں کہ موہن لال سے بیر کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ تم یہ بات سدا دھیان میں رکھنا۔ تم اگر اسے بھول گئے تو پھر کشٹ اٹھاؤ گے۔ موہن لال تمہارا گرو ہے اور گرو، گرو ہوتا ہے۔''

''موہن لال جی مہاراج۔'' میں نے تیزی سے کہا۔'' کیا تم اس بات کو اپنے من سے نہیں نکال سکتے۔ میں اب تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میں نے بہت کشٹ اٹھالئے ہیں۔''

''اچھا...... تو کیا میں تمہیں اپنا متر سمجھوں۔'' موہن لال نے میرا مضحکہ اڑایا۔

''من کو جاننا چاہو تو سنو مہاراج۔ میں تمہارا متر کبھی نہیں بن سکتا۔ پرنتو اتنا اوش کہوں گا کہ اب میرے من میں سوائے دیوی کی لگن کے کچھ اور نہیں ہے۔ میں اب سارا جیون دیوی کی بھگتی میں بتانے کا ارادہ کر چکا ہوں۔''

''کشٹوں نے تمہیں بات کرنی سکھا دی ہے۔ اچھے سیوک دکھ رہے ہو۔ کرشن کمار ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے پر دیوی مہان ہے۔ دیوی نے ایک بار پھر ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا ہے اور یہ ہم دونوں کی پرکشا ہے۔''

''مجھے کچھ نہیں معلوم۔ دیوی کیا چاہتی ہے۔ مجھ سے دیوی کے سوا کوئی اور بات نہ کرو مہاراج۔'' میں نے دل کی تمام تر سچائیوں سے کہا۔

''دیوی کے پیار نے کہیں دیوانہ تو نہیں بنا دیا۔'' موہن لال نے مسکرا کر کہا۔

میں نے موہن لال کے جملے میں چھپے ہوئے زہریلے طنز کو محسوس کیا تو خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

''چپ کیوں ہو گئے مہاراج۔ کچھ بولو۔'' موہن لال نے مجھے اکسانے کی کوشش کی تو میں دبی زبان میں بولا۔

''موہن لال جی مہاراج، اب پرانی باتوں کو چھوڑ دو۔ مجھے آگیا دو کہ میں تمہاری کیا سیوا کروں۔ منش سے غلطیاں ہوتی ہیں اور بھگوان بھی انہیں معاف کر دیتا ہے مجھے شما کر دو۔''

''اونہہ...... پر اتنی بات اور دھیان میں رکھو تم مجھ سے ادھک (زیادہ) شکتی پراپت کبھی نہیں کر سکتے۔ اگر تم سیارا جیون بھی تیاگ دو تو موہن لال کے برابر نہیں آسکتے۔''

''مجھے شکتی نہیں، دیوی کی کرپا چاہئے۔ دیوی کی کرپا سب سے بڑی شکتی ہے۔ یہ بات بہت دنوں میں میری سمجھ میں آئی ہے۔''

میرے جواب سے موہن لال کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ اس کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں ابل رہی تھیں اور چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اگر دیوی

نے مجھے وچن نہ دیا ہوتا تو ممکن تھا کہ سونا گھاٹ کا وہ پُراسراری پجاری مجھے اپنے جنتر منتر سے جلا کر بھسم کر ڈالتا۔ کچھ دیر تک موہن لال مجھے خوف ناک نگاہوں سے گھورتا رہا پھر اس کے چہرے کا تناؤ یکلخت ختم ہو گیا۔ وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

''کرشن کمار، کیا تم میری ہر آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہو؟''

''ہاں، دیوی نے گنیش دیوتا کے ذریعے میرے لئے یہی سندیس (پیغام) بھیجا تھا۔''

''اچھا تو پھر ایک سچے سیوک کی طرح روز میرے چرنوں پر سر رکھ کر ڈنڈوت کیا کرو۔''

ایک لمحے کے لئے مجھے یوں لگا جیسے سونا گھاٹ کے پجاری نے مجھے کوئی گندی گالی دے دی ہو لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اپنے من میں عظیم دیوی کا نام لیا اور آگے بڑھ کر موہن لال کے چرنوں میں سر رکھ دیا۔ میری اس حرکت سے موہن لال نے کیا اثر لیا، یہ تو میں نہ دیکھ سکا لیکن پھر جب اس نے مجھے غضب ناک آواز میں اٹھنے کو کہا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سونا گھاٹ کے پجاری کا چہرہ دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی اور نہ جانے کیوں وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کچلے جا رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اسے میری کسی حرکت سے کوئی شدید قسم کا دھچکا لگا ہو۔

میں پُرسکون انداز میں کھڑا موہن لال کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا تو اس نے زخمی بھیڑیے جیسے انداز میں تڑپ کر مجھے مخاطب کیا۔

''کرشن کمار، تمہیں چالیس روز تک سانجھ سویرے (صبح و شام) اسی طرح میرے چرنوں میں سر رکھ کر ڈنڈوت کرنا پڑے گا اس کے بعد تمہیں کوئی دوسرا کام سونپوں گا۔''

''میں دیوی کے کارن سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ موہن لال مہاراج۔''

میں نے بلا جھجک جواب دیا تو موہن لال کی وحشت میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔ اس نے غصے کی کیفیت میں تہ خانے میں کسی آدم خور درندے کی طرح یوں ٹہلنا شروع کر دیا جیسے پنجرے میں بند کوئی شیر اپنی بے بسی پر تلملا رہا ہو۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ رک کر مجھے غضب ناک نظروں سے گھورتا اور پھر ہونٹ چبا کر دوبارہ ٹہلنے لگ جاتا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی کیفیت سے دوچار رہا پھر مجھے چھوڑ کر تہ خانے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اطمینان کا ایک سانس لیا اور فرش پر دیوار سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا کہ آخر وہ کیا وجہ ہو سکتی ہے جس نے سونا گھاٹ کے ہٹے کٹے اور پُراسرار پجاری کو اس قدر مضطرب کر رکھا ہے۔ بڑی دیر تک میں اسی وچار میں گم رہا پھر جب اس کا کوئی کارن میری سمجھ میں نہ آیا تو میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا اور آنکھیں بند کر کے پاربتی دیوی کے تصور میں کھو گیا۔



سونا گھاٹ میں چالیس روز تک میں کس عالم میں رہا اور موہن لال نے میرے صبر کو کس کس طرح آزمایا اس کی تفصیل اگر میں لکھنے بیٹھوں تو صفحات کے صفحات سیاہ ہو سکتے ہیں لیکن میں تفصیل میں جانے کے بجائے مختصراً صرف اتنا ہی بتا دینا کافی سمجھتا ہوں کہ ان چالیس دنوں میں سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری نے مجھ سے ہر وہ کام لیا جس کو عام طور پر نیچ ذات کے لوگوں سے لیا جاتا ہے۔ اس تمام عرصے میں اس نے جو برتاؤ میرے ساتھ کیا وہ کچھ میرا دل ہی جانتا ہے۔ میں نے صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جب بھی موہن لال مجھ سے کوئی کام کہتا میں پاربتی کا نام لے کر اس کو شروع کر دیتا۔ اگر وہ مجھے تاؤ دلانے کی کوشش کرتا تو بھی میں پاربتی کا نام لے کر درگزر کر جاتا۔ غرض ان چالیس دنوں تک کوئی ایک ایسا پل بھی خالی نہ گیا جب پاربتی کا تصور میرے دل و دماغ سے دور ہوا ہو۔ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت میری زبان پر پاربتی کا نام رہتا تھا۔

پھر جب چالیس دن پورے ہو گئے تو موہن لال نے مجھ سے کہا۔

''کرشن کمار، تمہارے اندر ایک اچھا سیوک بننے کے سارے لچھن موجود ہیں، پرنتو تمہارے بھاگ میں کچھ اور ہی لکھا ہے۔''

''مجھے ان باتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے موہن لال۔ دیوی جو چاہے گی، وہ اوش پورا ہوگا۔'' میں نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

''دیوی کیا چاہے گی میں جانتا ہوں......'' موہن لال اپنا جملہ پورا کرنے کے بجائے خاموش ہو کر کسی وچار میں گم ہو گیا۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات ابھرے جیسے وہ کسی الجھی ہوئی گتھی کو سلجھانے کی کوشش کر رہا ہو۔ چالیس روز میں متعدد بار میں اسے اس کیفیت سے دوچار دیکھ چکا تھا چنانچہ اس وقت بھی میں نے کوئی خاص دھیان نہیں دیا۔

کچھ دیر تک سونا گھاٹ کا پجاری منہ اٹھائے چھت کی طرف خونخوار نظریں جمائے رہا پھر یکلخت میری طرف دیکھ کر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''تمہاری پرکشا کا سمے پورا ہو چکا ہے کرشن کمار۔ اب تم جا سکتے ہو۔''

''کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے مہاراج کہ اب مجھے کہاں جانا ہوگا۔'' میں نے نرمی سے پوچھا وہ تلملا کر بولا۔

''جہاں تمہارا من چاہے چلے جاؤ۔ پر اب میرے استھان پر تمہارا کوئی کام نہیں۔''

مجھے موہن لال کا یہ رویہ معنی خیز لگا سو میں نے اس سے خوشامد کے انداز میں کہا۔

''مہاراج کیا میں نے پھر کوئی غلطی کر دی ہے جو مجھے اپنی سیوا نہیں کرنے دیتے۔''

''نہیں، نہیں بس اب تم جاؤ اور زیادہ باتیں نہ بناؤ۔''

''مہارج تمہارا دل ابھی صاف نہیں ہوا؟'' میں نے اس سے عجز سے پوچھا۔

''کرشن کمار، میں نے کہا نا کہ تمہاری پرکشا کا سمے پورا ہو چکا ہے۔'' موہن لال نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

''پرنام مہاراج۔'' میں نے ہاتھ جوڑ کر موہن لال کو نمسکار (سلام) کیا پھر جانے کے لئے پلٹا ہی تھا کہ وہ مجھے روک کر بولا۔

''سنو کرشن کمار، جاتے جاتے میری ایک بات اور سنتے جاؤ...... دوسری بار ممکن ہے کہ ہم دونوں اس طرح نہ مل سکیں، کسی اور روپ میں ملیں۔ سمے آ رہا ہے...... سمے آ رہا ہے۔ جاؤ تم جاؤ۔'' وہ مضطرب ہو کر بولا۔

''اور کچھ مہاراج۔''

''ہاں...... ایک بات اور گرہ سے باندھ لو۔'' موہن لال مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ ''تم صرف اسی سمے تک محفوظ رہ سکتے ہو جب تک دیوی کے پوتر استھان پر ہو۔ وہاں سے پلٹنے کے بعد تمہیں میرے ہاتھوں سے کوئی بھی شکتی نہیں بچا سکے گی۔''

میں نے غصے سے موہن لال پر ایک نظر ڈالی اور الٹے قدموں سے تہ خانے سے باہر نکل گیا۔ سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کے آخری جملے کا مطلب کیا تھا یہ میں بہت وچار کے بعد بھی نہ جان سکا۔

پرانے مندر سے نکل کر میں آبادی کی طرف جانے والے راستے پر ہولیا۔ میں اس وقت بہت سکون محسوس کر رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں اپنی پرکشا میں کامیاب ہو چکا تھا کہ میں دیوی استھان پر اسی طرح پہنچ جاؤں گا جس طرح اب تک میں مختلف مقامات پر پہنچتا رہا ہوں مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ ابھی ہولناک پرکشا کا ایک اور مرحلہ باقی رہ گیا ہے۔ یہ مرحلہ سب سے اذیت ناک تھا۔ آپ تصور کریں کہ آپ نے اپنے کسی محبوب کو منانے کے لئے ایسی اذیتیں برداشت کی ہوں جو میں نے کی تھیں اور جب آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کا محبوب اب آپ سے من گیا ہے اور اب اس کا دیدار جلد نصیب ہو جائے گا اور پھر دیدار نہ ہو سکے اور آپ اس کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہوں۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔ کبھی اس گلی میں، کبھی اس گلی میں۔ میرے اوپر یہ قیامت بھی گزری۔ میں چلتا رہا، چلتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے پاؤں میں چھالے پڑ گئے مگر مجھے کہیں دیوی کا استھان نظر نہیں آیا۔ پاربتی کا نام لے لے کر میری زبان خشک ہو گئی مگر میں بھٹکتا رہا۔ پاربتی کا استھان کہاں تھا۔ وہ مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔

دیوی کا اس میں کیا بھید اور کیا مصلحت تھی، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ میری پرکشا میں کوئی کھوٹ رہ گئی تھی جو دیوی نے مجھے اپنے استھان نہیں بلایا تھا۔ شاید وہ میرے صبر کا امتحان لینا چاہتی تھی۔ میں مندروں میں گیا اور پاربتی کے مجسمے کے سامنے گڑگڑا کر پوجا کی۔ میں ہندوستان کے مختلف

علاقوں میں خانہ بدوشوں کی طرح گھومتا رہا۔ میں اپنی سرگزشت کو مختصر کرتا ہوں۔ مجھے دیوی کا استھان ڈھونڈنے میں کوئی ڈیڑھ سال لگ گیا۔

ڈیڑھ سال میں نے کس طرح کاٹا، کس کس مہان پجاری سے میں نے پاربتی کے استھان کا پتا پوچھا ہوگا اور کس کس نے مجھے مایوس کیا ہوگا۔ لوگ مجھے پاگل سمجھتے تھے۔ میں ایک بار پھر سونا گھاٹ گیا مگر وہاں مجھے سونا گھاٹ کے پجاری موہن لال کا خالی تابوت خالی ملا۔ میں حیران و پریشان پھر ایک مندر میں پاربتی کی پوجا اور گیان دھیان میں لگا رہا۔ ان ڈیڑھ سالوں میں اپنی ذہنی کیفیت لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ ایک عجیب بے دلی، بے یقینی اور بے کیفی کی حالت تھی۔ پاربتی کی یہ سزا پچھلی تمام سزاؤں سے زیادہ تکلیف دہ تھی، اس میں تو اضطراب ہی اضطراب تھا۔

پھر امید وبیم کی کیفیت میں، میں اپنی قسمت پر شاکر ہوگیا۔ قسمت میں جو کچھ لکھا ہے، وہ پورا ہوگا۔ میں مندر، مندر جاتا رہا اور گھنے جنگلوں اور اونچے پہاڑوں پر دھونی جما کر پاربتی کا جاپ کرتا رہا۔ اس کے سوا میں کیا کرسکتا تھا۔

آخری بار جب میں اجودھیا کے قریب ایک ویران مقام پر گیان دھیان میں مگن تھا تو وہی ہوا جس کی مجھے ڈیڑھ سال سے توقع تھی۔ ایک صبح جب میں سو کر اٹھا تو میں اپنے استھان پر نہیں تھا۔ میں نے جلدی جلدی اپنی دونوں آنکھیں ملنا شروع کر دیں پھر جب میں نے دوبارہ آنکھ کھولی تو مجھے یقین آ گیا کہ یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔ میں اس وقت پاربتی دیوی کے پوتر استھان کے اس خوب صورت کمرے میں تھا جو شیو جی مہاراج کے لئے جاپ کرتے وقت دیوی نے مجھے دیا تھا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ہر چیز کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک صندلی خوشبو کی تیز مہک میرے ذہن کو معطر کر گئی۔ میرے دماغ میں ہلکی ہلکی غنودگی طاری ہونے لگی۔ میں اس وقت ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے آسمان میں اڑا جا رہا ہوں۔ جیسے میں بادلوں میں تیر رہا ہوں۔

اور پھر سامنے ایک دروازہ آہستگی سے کھلا میں مضطرب ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

میرے سامنے طاقت کی عظیم دیوی پاربتی تمام تر حسن و جمال کے ساتھ اما کے روپ میں کھڑی تھی۔

ڈیڑھ سال کے مشقت آزما امتحان کے بعد میں نے پاربتی کو اما (شفیق) کے روپ میں اپنے روبرو دیکھا تو میری مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ صندلی خوشبو کی تیز مہک میرے دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی پھر آگے بڑھ کر اضطراب سے میں نے دیوی کے مقدس قدم چھوئے اور تمام تر انکساری سے بولا۔

''دیوی اپنے داس پر دیا کرو۔''

پاربتی نے آہستہ سے جھک کر مجھے اٹھایا اور اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر مجھے آشیرواد دیا پھر اپنی

آواز میں سارے جہاں کی رعنائیاں سمیٹتے ہوئے بولی۔

''کرشن کمار، تم سپھل ہوگئے ہو جو ہونا تھا، سو ہوگیا۔ مجھے معلوم ہے تمہارے من میں کھوٹ نہیں ہے۔ اب تم میرے سچے سیوک بن گئے ہو۔''

''یہ سب تیری کرپا ہے دیوی۔'' میں نے پاربتی کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ ''پرنتو ابھی ایک بات ایسی باقی ہے جو میرے من کو بے چین کئے ہوئے ہے۔''

''گزری ہوئی ساری باتوں کو بھول جاؤ کرشن کمار، تمہیں شادی جا چکی ہے۔'' دیوی نے اپنے ہونٹوں پر سندر مسکان بکھیر کر جواب دیا۔ ''تم نے کٹھن تپسیاؤں میں سپھل ہو کر پھر سے ایسی مہان شکتی پراپت کر لی ہے جو دیوتاؤں کو پراپت ہوتی ہے۔ تمہاری لگن سچی تھی۔ سچی لگن اوش سپھل ہوتی ہے۔ تم نے پھر دیوی کو جیت لیا ہے۔''

عظیم پاربتی مجھ سے ہم کلام تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں کوئی حسین خواب دیکھ رہا ہوں۔ بادلوں کے درمیان اڑ رہا ہوں۔ دیوی کی مترنم آواز میرے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ نہ جانے کب تک میں اس عالم مدہوشی سے دوچار رہا پھر اس وقت چونکا جب دیوی نے میرے شانوں پر اپنا نازک ہاتھ رکھ کر کہا۔

''کرشن کمار، تم نے یہ کیا روپ دھار رکھا ہے۔''

میں نے اپنے حلیے پر نظر ڈالی تو شرم سے نظریں نہ اٹھا سکا۔ جسم پر میل کی موٹی موٹی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ میرا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور اس سے سڑاند پھوٹ رہی تھی۔ ناخن بری طرح بڑھ آئے تھے اور سر کے بال جھاڑ جھنکار کی مانند بکھرے ہوئے تھے۔ یہ سوچ کر کہ اس سے اتنی گندی حالت میں پاربتی کے سامنے کھڑا ہوا ہوں، سرتاپا لرز اٹھا لیکن پاربتی نے میرے دل کی بات بھانپ لی اور پیار سے کہا۔

''کرشن کمار، تمہیں اب ان باتوں کی چنتا نہیں کرنی چاہئے۔ تم اب یوگی سمان ہو اور یوگیوں کو اپنے بھگوان اور دیوی دیوتاؤں کے سوا کسی بات کا دھیان نہیں رہتا۔ تن کی سج دھج تو منش کا کام ہے۔''

''دیوی میں سب کچھ تیری بدولت ہوں۔'' میں نے دیوی کے گن گاتے ہوئے کہا۔

''پیار امر ہوتا ہے کرشن کمار، سچا پیار ہو تو منش دیوتا بن جاتا ہے۔ پجاری سیوک اور یوگی بن جاتے ہیں۔''

دیوی کے جملوں کی مٹھاس نے مجھے بے خود کر رکھا تھا۔ مجھے اعتراف تھا کہ میرے دل کی دھڑکن عظیم دیوی کے مقدس نام کا ورد کر رہی تھی۔ ابھی میں اسی کیفیت سے دوچار تھا کہ پاربتی نے مجھے مخاطب کیا۔

''کرشن کمار، تم اب جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ جاؤ اور دیوی کا پیار منش کے ہردے میں بٹھاؤ۔''

''دیوی۔'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''تیری آ گیا پر میں بلیدان، پرنتو اب تیرے چرنوں میں جیون تیاگ کر مجھے جو سکھ اور چین مل سکے گا، وہ سارے سنسار میں کہیں اور نہیں مل سکتا۔''

''تم اگر اس استھان پر رہنا چاہتے ہو تو رہو اور گیان دھیان میں مگن رہو۔''

پاربتی کا جواب سن کر مجھے یوں احساس ہوا جیسے قارون کا خزانہ میرے ہاتھ میں آ گیا ہو۔ میری یہی خواہش تھی کہ میں اپنی زندگی پاربتی کے مقدس استھان پر گزار دوں۔ ڈیڑھ سال تک میں نے دیوی کو تلاش کرنے میں جو مصائب جھیلے تھے، وہ رائگاں نہیں گئے تھے۔ مجھے میری پریشانیوں کا پھل دیوی کے روپ میں مل چکا تھا۔ طاقت کی عظیم اور سندر دیوی جس کو پانے کے لئے میں نے خود کو کھو دیا تھا۔ چند لمحے تک میں خاموش کھڑا پاربتی کو تکتا رہا پھر بولا۔

''دھنے ہو دیوی۔ تو نے مجھے اپنے چرنوں میں رہنے کی جگہ دے کر میرا مان رکھ لیا۔''

''تم جب تک من چاہے یہاں رہو۔'' دیوی پھر کچھ توقف سے بولی۔ ''پرنتو ان باتوں کی چنتا میرے مہان سیوکوں کے لئے فضول ہے۔ دیوی ہر جگہ موجود ہوتی ہے کرشن کمار۔ تم میرے استھان سے دور رہ کر بھی جب من کی گہرائیوں سے میرا نام لو گے میں تمہیں درشن دینے آ جاؤں گی۔''

پاربتی خاصی دیر تک میرے ساتھ باتیں کرتی رہی پھر وہ جانے لگی تو میرا دل تڑپ گیا۔ مجھے اب ایک پل کے لئے بھی دیوی کی جدائی منظور نہیں تھی۔ دیوی کے وقار نے جیسے مجھ پر سحر کر دیا تھا۔ میں اس سحر میں کھو کر رہ گیا تھا۔ پاربتی کے جانے کے بعد بڑی دیر تک میں اسی دھیان میں ڈوبا رہا پھر رات آئی تو آرام کرنے کی خاطر لیٹ گیا۔

دیوی کے استھان پر رہ کر مجھے جو سکون ملا اور جو آؤ بھگت میری ہوئی اس کا تذکرہ الفاظ میں بیان کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ یہاں مجھے مختلف تجربات ہوئے اور میں نے دیوتاؤں کو بڑے قریب سے دیکھا۔ میرا یہ سارا زمانہ مذہب اور وید کی اکتساب میں صرف ہوا۔ پہلی بار مجھے اندازہ ہوا کہ دھرم کا یہ ایک منظم سلسلہ ہے۔ تین سال تک دیوی کے پاس رہا اور مجھے دیوی کا قرب اپنی مرضی کے مطابق حاصل رہا۔ دیوی کے استھان کی دیوداسیاں اور گنیش دیوتا سب ہی میرا بے حد خیال رکھتے تھے۔ میں ہمہ وقت دیوی کی پوجا اور دیوتاؤں کے جاپ میں مگن رہتا لیکن تین سال کا طویل عرصہ گزرنے کے ساتھ ساتھ اس یکسانی سے میرا دل اکتانے لگا۔ دیوی کے کہنے کے انوسار میں نے ایسی شکتی پراپت کر لی تھی جس کے آگے ہنومان کی شکتی بھی ہیچ تھی۔ اس کے علاوہ دیوی نے مجھے اجازت دے رکھی تھی کہ جہاں میرا من چاہے جاؤں اور جو جی میں آئے کروں چنانچہ ایک روز جب میری اکتاہٹ بڑھ گئی تو میں نے ڈرتے ڈرتے پاربتی سے کہا۔

''دیوی اگر تیری آ گیا ہو تو میں......''

پاربتی نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ''میں جانتی ہوں کہ اس سمے تمہارے من میں کیا ہے۔ سارا سنسار تمہارا ہے تم جہاں چاہو جاؤ اور منشوں کو پاپ سے بچاؤ۔ انہیں شانتی دو۔''

''تیرا دیوگ (جدائی، فراق) مجھے گوارا نہیں۔ پرنتو میں چاہتا ہوں کہ اپنے ساتھیوں سے مل آؤں۔ میں بہت جلد واپس آ جاؤں گا۔''

''سدھارو کرشن کمار، دیوی کو معلوم ہے کہ تم کب واپس آؤ گے یا نہیں آؤ گے۔''

پاربتی سے اجازت مل جانے کے بعد میں اس کے استھان سے باہر آ گیا۔ اس وقت میرے اوپر کچھ عجیب و غریب کیفیت طاری تھی۔ اگر آپ کے پاس دولت ہو تو اس کے اظہار کے لئے آپ کا جی تڑپے گا۔ میری شکتی میری دولت تھی اور میرا جی چاہا اس کے اظہار کے لئے تڑپ رہا تھا۔ میں سب کچھ بھول گیا تھا کہ ماضی میں شکتی کے لئے میں کن تباہیوں سے دوچار ہوا تھا۔ اب پھر اس بات نے مجھ پر غرور کا نشہ طاری کر دیا تھا کہ میں نے وہ طاقت حاصل کر لی ہے جو بڑے بڑے سورماؤں کے پاس بھی نہیں۔ اب دیوی نے مجھے کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ آپ ذرا سوچئے کہ آپ کو یہ احساس ہو کہ آپ دھرتی پر بسنے والے تمام انسانوں سے زیادہ بلوان اور عظیم ہیں تو آپ کی کیا کیفیت ہو گی۔ میں اپنی کیفیت بتاتا ہوں۔ مجھے انسانوں سے اب کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میرے نزدیک اب ان کی حیثیت کھلونوں سے زیادہ نہ تھی۔ انسان یوں بھی دیوتاؤں کا کھلونا ہوتے ہیں۔ مجھے اس بات کا شدید احساس تھا کہ اب میں ناقابل تسخیر طاقت کا حامل ہوں۔ وہ لوگ، جو کبھی مجھے مضر سمجھتے تھے، میں ان کو مناسب سبق دینے کا متمنی تھا۔ غرض کہ میری حالت اس بدمست ہاتھی جیسی تھی جو دیوانگی کی حالت میں پہاڑوں کو بھی اپنے سامنے ہیچ سمجھنے لگتا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ میں پاربتی کے قرب سے دور ہو کر ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے اب میرے اوپر کوئی شکتی نہیں ہے۔ اپنی دھن میں مست آگے بڑھ رہا تھا کہ معاً مجھے اپنے بنارس والے دوست جواد علی خاں کا خیال آ گیا جس کی بیوی کو میں نے بیماری کی آفت سے نجات دلائی تھی۔ جواد علی خاں سے میرے خاندانی مراسم تھے۔ وہ میرا بہترین دوست تھا۔ اس لئے میں نے سوچا کہ سب سے پہلے مجھے اسی کے پاس جانا چاہئے، اس خیال کے تحت میں مشرق کی سمت چل پڑا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ میں کتنے عرصے میں بنارس پہنچ گیا۔ میرے لئے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔

میرے دوست جواد علی نے ایک عرصے بعد مجھے دوبارہ دیکھا تو خوشی سے دیوانہ ہو کر لپٹ گیا۔ بڑی دیر تک ہم دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر جب میں نے اس کی بیوی کے بارے میں پوچھا تو جواد علی نے رنجیدہ ہو کر جواب دیا۔

"افضل بیگ، تمہاری بھابی کا انتقال ہو گیا ہے۔ ڈھائی سال سے میں بالکل ویران زندگی گزار رہا ہوں۔ انہی پریشانیوں میں ملازمت بھی جاتی رہی۔"

جواد کی بیوی کی موت کی خبر سن کے مجھے بے حد دکھ ہوا۔ میں نے مناسب الفاظ میں اظہار تعزیت کیا پھر پوچھا۔

"آج کل تمہاری گزر اوقات کیسے ہو رہی ہے۔ کیا دوسری ملازمت کر لی ہے؟"

"درمیان میں کچھ عرصے کے لئے ایک ملازمت مل گئی تھی لیکن اب وہ بھی جاتی رہی۔" جواد مجھے اپنی رام کہانی سنانے لگا۔ اس کی حالت واقعی قابل رحم تھی چنانچہ جب وہ سب کچھ کہہ چکا تو میں نے مسکرا کر کہا۔

"جو کچھ تم پر بیت چکی ہے اسے بھول جاؤ۔ اب تمہارا دوست آ گیا ہے تو تمہیں کوئی پریشانی لاحق نہیں ہو گی۔"

جواد میری طاقت کا کرشمہ ایک بار پہلے بھی دیکھ چکا تھا اس لئے پہلے تو وہ میرے بارے میں دنیا جہان کی باتیں دریافت کرتا رہا پھر بولا۔

"افضل بیگ، تمہارے آنے کی کس قدر خوشی ہوئی ہے یہ میرا دل جانتا ہے لیکن۔"

"مجھے خبر ہے کہ آج کل تمہاری حالت پتلی ہے۔" میں نے جواد کے دل کا حال پڑھتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "مگر میرے آنے کے بعد تمہاری مفلسی کے دن ختم ہو چکے ہیں اس لئے کنجوسی سے کام نہ لو اور میرے لئے شاندار بھوجن کا بندوبست کرو۔"

جواد میرے جملے کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس لئے کچھ دیر تک وہ حیرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"افضل بیگ، تم میرے عزیز دوست ہو۔ تم سے میرا حال ڈھکا چھپا نہیں ہے پھر بھی تم کو یقین دلاتا ہوں کہ آج کل میں کوڑی کوڑی کا محتاج ہوں۔"

میں نے جواد کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ہاتھ تھام کر اسے اٹھایا اور اپنے ساتھ کمرے میں گھسیٹ لایا جہاں اس کی بیوی رہتی تھی۔ کمرے کا ساز و سامان بالکل ویسا ہی تھا جیسا میں پہلے دیکھ چکا تھا مگر اب ساری چیزوں پر ویرانی اور اداسی برس رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میں اداس ہو گیا پھر میں نے جواد کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"بھابی کا صندوق کہاں رکھا ہے؟"

جواد اب بھی کچھ نہ سمجھ سکا۔ میں خوب سمجھ رہا تھا کہ اس وقت اس کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ بہرحال جب اس نے ایک مقفل صندوق کی طرف اشارہ کیا تو میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا تم نے اس صندوق کو کبھی کھول کر دیکھا ہے؟"

"نہیں۔" جواد کی آواز رندھ گئی۔ "میں اپنے زخموں کو، اپنے ہاتھوں سے کریدنا نہیں چاہتا۔ مجھے تمہاری بھابی کے کپڑے دیکھ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔"

"تم غلط سمجھے۔ اس صندوق میں بھابی کے کپڑوں کے بجائے اور بھی بہت کچھ ہے۔ اسے کھولو تو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

جواد نے میری سمت ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے میری باتوں پر یقین نہیں آ رہا ہو لیکن پھر جب اس نے میرے اصرار پر صندوق کھولا تو فرط حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ صندوق زر و جواہر سے بھرا ہوا تھا۔ اس کا بندوبست میرے بیروں نے اسی وقت کر دیا تھا جب جواد مجھے اپنی مفلسی کی رام کہانی سنا رہا تھا۔ خاصی دیر تک جواد مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"افضل بیگ، تم سچ مچ جادوگر بن گئے ہو۔ تم نے اتنے دنوں میں واقعی بہت کچھ حاصل کیا ہے۔"

"یہ سب میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے جواد۔" میں نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "میرے اندر اتنی طاقت ہے کہ اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ شاید کبھی موقع پڑے اور تم اپنی آنکھوں سے دیکھو۔"

جواد کے یہاں ٹھہرے ہوئے مجھے دو ماہ گزر گئے اس عرصے میں میں نے بنارس میں اپنی شکتی کا دل کھول کر مظاہرہ کیا لیکن صرف اسی حد تک کہ جہاں مجھے کوئی مظلوم نظر آیا۔ میں اس کی مدد کو فوراً آمادہ ہو گیا۔ اس کے برعکس ظالموں کو میں نے ایسی سزا دی کہ انہوں نے ظلم کرنے سے توبہ کر لی۔ میں ان واقعات کی تفصیل بیان کرنے بیٹھوں تو سیکڑوں صفحات سیاہ کر سکتا ہوں لیکن یہاں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ آپ بھی اس قسم کی سرگزشتوں میں نہ جانے کیسے کیسے واقعات پڑھ چکے ہوں گے۔ اب اس کی تکرار مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ بس یوں سمجھئے کہ میں ایک بادشاہ تھا جس کے ہاتھ میں اس کی مملکت کے تمام ذرائع و وسائل موجود تھے اور وہ جو چاہے کر سکتا۔ میں نے کھل کر اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا۔ جواد کو عجب شوق تھا کہ وہ روز کوئی نہ کوئی مسئلہ آ کر بیان کرتا۔ ہم خاموشی سے موقع پر پہنچتے اور لوگوں کو حیرت زدہ کر دیتے پھر سب سے زیادہ جواد کو ان پُراسرار تماشوں میں مزہ آتا تھا۔ وہ میری شکتی کا بری طرح قائل ہو چکا تھا اور میرا بہت خیال رکھتا تھا۔ ہم دونوں نے بنارس چھوڑ دیا اور ہم ہندوستان کے کونے کونے تک پہنچے۔ جہاں گئے وہاں خوب ہنگامہ برپا کیا۔ جواد کو پاربتی کے نام سے انس ہو گیا تھا مگر مختلف جگہوں پر میرا ہندوؤں میں جانا اور ہندو دھرم سے عقیدت کا اظہار کرنا اسے پسند نہیں تھا۔ میں اس بات کو محسوس کرتا تھا مگر جواد سے اس سلسلے میں میری کوئی بات نہیں ہوئی۔ جواد کے لئے جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جواد دولت مند ہو گیا۔ مجھے خوشی تھی کہ وہ اپنے دکھ درد بھول کر خوش حال زندگی گزار رہا تھا مگر بزرگوں کا یہ قول سچ ثابت ہوا کہ انسان جب بے انتہا دولت کا مالک بن جاتا ہے

تو اس کو ہری ہری سوجھتی ہے۔ وہ گناہ کی طرف راغب ہونے لگتا ہے۔ جواد کی حالت بھی کچھ ایسی ہی ہوگئی تھی۔ دولت مند بن جانے کے بعد اس نے ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کر دیئے۔ اس نے بری عورتوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانا اور کوٹھوں پر آنا جانا بھی شروع کر دیا تھا۔ مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں تو ایک پجاری تھا۔ ایک سادھو جس کا کام دھیان گیان تھا۔ میں اپنے دوست کو خوش دیکھنا چاہتا تھا۔ خود میں بھی شکتی کے گھمنڈ میں مغرور ہو چکا تھا۔ عورت اور دولت میرے لئے کوئی وقعت نہ رکھتے تھے۔ ہر وقت میں اپنی دھن میں مست رہتا تھا اس لئے مجھے جواد کے مشغلوں پر بھی کوئی اعتراض نہ تھا لیکن کلکتے میں ایک روز ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس نے پورے شہر میں میری شکتی کی دھوم مچا دی۔ اس حادثے کا میری زندگی پر کیا اثر پڑا یہ میں آگے چل کر بتاؤں گا۔

اس روز میں حسب معمول جب دن بھر کی آوارہ گردی سے واپس آیا تو خلاف توقع جواد کو گھر پر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جواد کے چہرے پر الجھن اور پریشانی دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا کہ وہ کچھ فکر مند ضرور ہے۔ میں نے وجہ پوچھی تو وہ ٹال مٹول کرنے لگا لیکن جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے کہا۔

''افضل بیگ، میں تمہیں ان معاملات میں الجھانا نہیں چاہتا تھا لیکن اب جب تم اصرار کر رہے ہو تو مجبوراً مجھے یہ سب کچھ بتانا پڑ رہا ہے مگر اس شرط پر کہ تم اس سلسلے میں میری مدد ضرور کرو گے۔''

''کہو تو سہی، آخر معاملہ کیا ہے؟'' میں نے بے پروائی سے پوچھا۔

''میرے دوست، آج ایک دو کوڑی کی طوائف نے بھری محفل میں میری بے عزتی کر دی۔ اگر میرے اندر تمہارے جیسی قوت ہوتی تو میں اسے مزا چکھائے بغیر واپس نہ آتا۔''

''اگر وہ دو کوڑی کی ویشیا تھی تو اس کے کوٹھے پر کس لئے گئے تھے۔'' میں نے مسکرا کر پوچھا تو جواد لاجواب ہوگیا۔ کچھ دیر تک میں جواد کو یونہی چھیڑتا رہا پھر بولا۔ ''تم نے یہ بات کہہ کر میرے دل کو دکھ پہنچایا ہے کہ اگر تم مہان شکتی کے مالک ہوتے تو ویشیا کو سزا دئیے بغیر نہ آتے۔ کیا میں اور تم الگ الگ ہیں۔'

''یہ بات نہیں افضل بیگ۔'' جواد جلدی سے بولا۔ ''میں مفت میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔''

'''میری پریشانی کی بھی بھلی کہی تم نے۔'' میں نے خم ٹھونک کر کہا۔ ''اس دھرتی پر سوائے پاربتی، شیو شنکر مہاراج اور دیوتاؤں کے کوئی اور نہیں جو مجھ سے آنکھ ملا کر بات کر سکے۔ تم اگر کہو تو میں اس کسبی کو ابھی یہاں آنے پر مجبور کر دوں۔ میرے بیر اسے چٹیا سے تھام کر گھسیٹتے ہوئے لا کر تمہارے قدموں میں ڈال دیں گے۔''

''نہیں افضل بیگ۔'' جواد نے جوش میں آ کر کہا۔ ''اگر تم نے اسے یہاں بلا کر کوئی سزا دی تو مزا

نہیں آئے گا۔ اس کم بخت عورت نے بھری محفل میں میری بے عزتی کی تھی۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی طرح بھری محفل میں اس کی بے عزتی ہو۔''

''تم جو چاہتے ہو وہی ہوگا۔ میں کل ہی تمہارے ساتھ چلوں گا اور ایسا تماشا دکھاؤں گا کہ تم بھی دنگ رہ جاؤ گے۔''

''افضل بیگ، لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ کہیں غصے میں بے قابو ہو کر تم اس عورت کو کہیں ایسی سزا نہ دے بیٹھنا کہ وہ کسی کو صورت دکھانے کے قابل نہ رہ جائے۔''

''اچھا تو بہت سندر ہے وہ ویشیا کیوں۔''

''سندر۔'' جواد نے معنی خیز انداز میں کہا۔ ''مجھے تو اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں تم اسے دیکھ کر اپنے جنتر منتر ہی نہ بھول جاؤ اور وہیں کے ہو رہو۔''

''تم کیا جانو جواد کے سندرتا کسے کہتے ہیں۔'' میں نے جواد کو مخاطب کیا پھر پاربتی کے دھیان میں گم ہوگیا۔

دوسرے دن میں جواد کے ساتھ اس عورت کے گھر پہنچ گیا۔ جہاں میں نے اس کے ساتھ جانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس ناچنے والی کا کوٹھا دوسری طوائفوں سے الگ تھلگ تھا پھر بھی اس کے کوٹھے کے نیچے جھلملاتی گاڑیوں کی لائن لگی ہوئی تھی۔ اوپر سے گانے بجانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جواد اس وقت بہترین لباس میں تھا مگر میں نے کھدر کا پاجامہ اور کرتہ پہن رکھا تھا۔ زینوں سے گزر کر ہم اوپر پہنچے تو ایک پٹھان نما چوکیدار نے ہمیں روک لیا اور سخت لہجے میں بولا۔

''اندر جگہ نہیں ہے۔''

''تم اس کی فکر مت کرو خان صاحب۔ ہم اپنی جگہ خود بنا لیں گے۔'' میں نے چوکیدار سے نرم لہجے میں کہا تو وہ اور گرم ہوگیا اور آنکھیں نکال کر بولا۔

''خو......ہم تم کو بولا کہ جگہ نہیں ہے۔ تھوڑی دیر سے آنا۔''

جواد نے میری طرف ایسی نظروں سے دیکھا جیسے دریافت کر رہا ہو کہ اب کیا ہوگا۔ میں نے جواد کی بات کا جواب دینے کے بجائے چوکیدار کو ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش لیکن جب وہ کسی طرح نہ مانا تو مجھے مجبوراً اس پر ایک جنتر آزمانا پڑا۔ میرے بیروں نے اسے بے بس کر دیا تو میں نے جواد کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ ایک تنگ سی غلام گردش کو عبور کر کے ہم اس بڑے ہال میں پہنچ گئے جہاں گانے کی محفل جمی ہوئی تھی۔ چوکیدار کا بیان غلط نہیں تھا۔ اندر تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ میرے لئے اپنی شکتی کا مظاہرہ کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔ چنانچہ میں بے دھڑک ہال میں داخل ہوگیا۔ جہاں بڑے بڑے شرفا اپنی بہترین پوشاکوں میں براجمان تھے۔ جواد میرے ساتھ تھا۔ میری نظر ویشیا پر پڑی تو میں دنگ رہ

گیا۔ وہ حقیقتاً بڑی سندر تھی۔ مجھے نرملا پجارن یاد آ گئی جس نے میرے ساتھ بے وفائی کی تھی۔ ابھی میں نے نرملا کے بارے میں سوچا ہی رہا تھا کہ ایک نائکا اٹھ کر تیزی سے ہمارے قریب آئی اور جواد کو گھور کر بڑے کرخت لہجے میں بولی۔

''میں نے تم کو کل منع کیا تھا کہ دوبارہ اس کوٹھے کا رخ نہ کرنا۔ سیدھی طرح اپنے ساتھی کو لے کر واپس چلے جاؤ ورنہ آج تمہارے ساتھ شرفا جیسا برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔''

''ہم ناچ رنگ دیکھے بنا واپس نہیں جائیں گے۔'' میں نے نائکا کو نفرت سے گھور کر دیکھا۔ ''ویشیا کا کوٹھا کسی کے لئے مخصوص نہیں۔ تمہیں اگر دولت چاہئے تو ہم تمہیں منہ مانگے دام دینے کو تیار ہیں۔''

''بڑا آیا کہیں سے منہ مانگے دام دینے والا۔ کبھی اپنی صورت بھی دیکھی ہے آئینے میں۔ موا کنگلا کہیں کا۔''

میرے جی میں یہی آئی کہ انگلی کی ایک جنبش سے اس ذلیل عورت کو جلا کر بھسم کر دوں لیکن اس طرح بات بگڑ جانے کا خدشہ تھا۔ اس لئے میں نائکا کو دوبارہ مخاطب کر کے کہا۔

''تم میرے حلئے پر نہ جاؤ بڑی بی۔ دھن کی ضرورت ہے تو دھن لو۔ اتنا دھن کہ جو کبھی تمہیں خواب میں بھی نصیب نہ ہوگا۔''

''چل دفع ہو یہاں سے۔ بڑا آیا دھن والا کہیں کا۔''

مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے دوسرے افراد بھی ہماری گفتگو سن کر ہماری طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ میں نے ایک نظر نائکا پر ڈالی پھر ایک منتر پڑھ کر چھت کی طرف پھونکا دیا۔ میرا منتر پڑھنا تھا کہ چھت سے بڑے بڑے نوٹوں کی بارش شروع ہو گئی۔ حسین و جمیل نائکا ناچتے ناچتے ایک دم ٹھٹک کر رک گئی۔ محفل میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ سازندوں نے پاگلوں کی طرح نوٹوں کو سمیٹنا شروع کر دیا۔ نائکا پھٹی پھٹی نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے محفل کا رنگ اڑتے دیکھا تو گرج کر بولا۔

''تم سب چلتے پھرتے نظر آؤ۔ آج اس محفل میں ہمارے سوا اور کوئی نہیں رہے گا۔''

نوٹوں کی بارش دیکھ کر لوگ پہلے ہی حیرت زدہ تھے۔ میری خداداد اور جلالی آواز سن کر کچھ لوگ تو بولے بغیر اٹھ کر رخصت ہو گئے جو باقی رہ گئے انہیں میرے بیروں نے دھکے مار کر زینے سے نیچے دھکیل دیا۔ ہال خالی ہوا تو میں نے جواد کا ہاتھ تھاما اور آگے بڑھ کر گاؤ تکئے کے سہارے بیٹھ گیا۔

''ناچ شروع کرو۔'' میں نے حکم دیا۔ ''اگر ہمارے من کو تمہارا ناچ بھایا تو ہم تمہیں اور دھن دیں گے۔ پرنتو اگر ایسا نہ ہوا تو تم سب کو جلا کر بھسم کر دیں گے۔''

''مہاراج۔'' نائکا نے لپک کر میرے چرن تھام لئے اور گڑگڑا کر بولی۔ ''ہمیں معاف کر دیجئے مہاراج۔ ہم سے بڑی بھول ہوئی جو ہم آپ کو پہچان نہ سکے۔ آپ نے ہمارے کوٹھے پر آ کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔''

میں نے نفرت سے پاؤں کھینچے تو نائکا سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ سازندوں نے خوف کے مارے تال چھیڑ دی اور طوائف کے سندر پاؤں حرکت میں آ گئے۔ وہ سرتاپا قیامت تھی۔ جواد نے صحیح کہا تھا۔ پارہ صفت اس کا جسم تھا۔ اس کی آنکھیں ہوس انگیز تھیں اور ادائیں ہوش ربا۔ وہ تھرک رہی تھی اور جواد کی نظروں کی وارفتگی بڑھ رہی تھی۔ جواد کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں لیکن اصل میں، میں اس سمے نرملا پجارن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جس سے میں نے پیار کیا تھا جس کے کارن میں نے اپنا دھرم بدلا جسے اپنانے کے لئے میں نے گنیش دیوتا کا جاپ مکمل کیا تھا لیکن نرملا ارجن مہاراج کا دل بہلانے میں مگن تھی۔ اس نے میرے ساتھ دغا کی تھی جس کے نتیجے میں، میں نے اس کے شریر کی سندرتا کو بگاڑ دیا تھا۔

میں نہ جانے کتنی دیر تک نرملا کے بارے میں سوچتا رہا۔ مجھے طوائف کے روپ میں نرملا نظر آ رہی تھی۔ جو نہ جانے کہاں اپنی ہڈیوں کا پنجر لئے گھوم رہی ہوگی۔ میرے اوپر بے خودی طاری تھی کہ جواد نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''افضل بیگ، یہی ہے وہ ستم شعار جس کی وجہ سے میری بے عزتی ہوئی تھی۔ اگر اس بدبخت نے شہناز (طوائف کا نام) کی طرف داری نہ کی ہوتی تو بات آگے نہ بڑھتی۔''

میں نے جواد کے اشارے پر گھوم کر دیکھا تو میری بائیں جانب ایک ہٹا کٹا ہندو دھوتی باندھے بیٹھا تھا۔ سفید کرتے کے اندر اس کا چھریرا بدن جھلک رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بلا کا اعتماد تھا۔ ہونٹوں کے درمیان سگریٹ دبائے وہ بڑے بازاری انداز میں رقص کرتی ہوئی طوائف کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ کب محفل میں آیا تھا۔ میں نہیں دیکھ سکا تھا۔ چند لمحوں تک میں اسے گھورتا رہا پھر میں نے نائکا کو مخاطب کر کے اونچی آواز میں کہا۔

''میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ جب تک ہم یہاں ہیں کوئی دوسرا ہمارے رنگ میں بھنگ ڈالنے نہیں آئے گا پھر یہ گستاخ کون ہے جو اندر گھس آیا ہے۔''

''مہاراج۔'' نائکا نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''یہ کلکتے کے بڑے مانے ہوئے پنڈت ہیں اور پچھمن داس کے نام سے مشہور ہیں۔ میں بھلا کسی پجاری کو۔''

''اپنی گندی زبان بند کر دو ویشیا۔'' میں گرج کر بولا۔ ''ہم کسی ایسے پجاری کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں جو ڈنڈوت کے بنا ہماری سبھا میں گھس آئے اور ہماری آگیا کے بغیر براجمان ہو۔ ہم ایسے منش کو پجاری

نہیں بلکہ اپرادھی کہیں گے۔"

پچھمن داس میری بات سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ میں نے اس کی نظروں کو دیکھا تو فوراً بھانپ گیا کہ اسے دو چار جنتر منتر آتے ہیں چنانچہ میں نے اسے مزید بھڑکانے کے لئے غصیلی آواز میں کہا۔

"پچھمن داس، تم کون ہو یہ میں نہیں جانتا، پرنتو اتنا اوش جانتا ہوں کہ تم نے ہماری سبھا میں آ کر ہمارا اپمان کیا ہے۔ تمہارے لئے کیول ایک ہی راستہ ہے کہ اٹھ کر میرے چرن چھوؤ اور ڈنڈوت کر کے شما چاہو۔"

پچھمن داس جس کے بارے میں مجھے بعد میں پتا چلا تھا وہ کلکتے کا سب سے مہان پجاری سمجھا جاتا تھا۔ میری بات سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور مجھے اپنی خونخوار نظروں سے گھور کر بولا۔

"تم اس شہر میں کوئی نئے پکھیرو دکھائی دیتے ہو۔ اگر تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو چپ چاپ اٹھ کر یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ میں تمہیں ایسا شراپ دوں کہ تمہاری آتما بھی تڑپ اٹھے گی۔"

پچھمن داس کو آپے سے باہر ہوتا دیکھ مجھے خوشی ہوئی۔ میں نے بدستور بیٹھے بیٹھے اسے مسکرا کر جواب دیا۔

"مہاشے، اگر تم پجاری ہوتو یہ اوش جان لیتے کہ اس سمے تم کس سے بات کر رہے ہو۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟" پچھمن داس نے ہونٹ چباتے ہوئے سوال کیا۔

"نام جان کر کیا کرو گے مہاشے۔ اپنے کام سے کام رکھو پرنتو تمہیں میری آگیا کا پالن اوش کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر تمہاری مکتی نہیں ہو سکتی۔"

"زبان کو لگام دو اجنبی۔" پچھمن داس غرایا۔ "تم ایک پجاری کا اپمان کر رہے ہو۔ گرو کی سوگند اگر تم ترنت اٹھ کر نہ چلے گئے تو میں تمہیں سارا جیون شما نہیں کروں گا۔"

"اچھا۔ تو آپ نے کوئی گرو بھی پال رکھا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "کیا میں آپ کے گرو گھنٹال کا نام جان سکتا ہوں۔"

"اپرادھی تو نے میرے گرو موہن لال کا بھی اپمان......"

"موہن لال۔" میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ قبل اس کے کہ پچھمن داس اپنا جملہ پورا کرتا، میں نے گرج کر پوچھا۔ "کیا تم سونا گھاٹ والے موہن لال کے چیلے ہو۔"

"ہاں" مجھے وشواس تھا کہ میرے گرو دیو کا نام سن کر تم ضرور چونکو گے۔"

"پچھمن داس، تم نے میرے سامنے موہن لال کا نام لے کر میرے سینے میں سلگتی چنگاریوں کو ہوا دی ہے۔ میں تمہیں کشٹ دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اتنا کہہ کر میں نے آگم کا ایک منتر جاپ کر کے پچھمن داس کی سمت پھونک ماری۔

پچھمن داس کو اس بات کا گمان نہیں تھا کہ میں اس سے زیادہ شکتی کا مالک ہوں۔ اس لئے وہ سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ میرے منتر کے ایک تیر نے ایک ناگ کے روپ میں سامنے آ کر اسے ڈس لیا۔ سانپ کا ڈسنا تھا کہ پچھمن داس کے منہ سے نیلے نیلے جھاگ نکلنے لگے۔ کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح اس نے ایک دو ہچکولے لئے پھر زمین پر الٹ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پورا جسم نیلا پڑ گیا۔ اس حادثے نے طوائف اور اس کے سازندوں کو اتنا خوف زدہ کر دیا تھا کہ وہ پتھر کی مورتیوں کی طرح جم کر رہ گئے۔ نائکا کس سمے ہال سے نکل بھاگی، اس کا مجھے علم نہ ہو سکا اس لئے کہ میں پچھمن داس کی طرف متوجہ تھا۔

پھر موہن لال کا خیال آیا۔ موہن لال کا نام سنتے ہی مجھے جوش آ گیا۔ پاربتی کا استھان چھوڑنے کے بعد مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ ابھی مجھے اپنے سب سے بڑے دشمن سے انتقام لینا ہے جس نے ایک عرصے تک مجھے اذیت ناک مصائب سے دوچار کر رکھا تھا۔ مجھے وہ تکلیفیں ایک ایک کر کے پھر یاد آنے لگیں جو موہن لال نے اپنی شکتی کے گھمنڈ میں مجھے پہنچائی تھیں۔ میں اب ان اذیتوں کا انتقام لینے کے بارے میں پوری طرح سنجیدہ ہو چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب میں سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کو زیر کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔

پچھمن داس کا جسم برابر اکڑتا جا رہا تھا۔ میری نظریں اس کے جسم پر مرکوز تھیں لیکن دماغ موہن لال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ابھی میں اپنے خیال میں کھویا ہوا تھا کہ پولیس کے چار جوان ایک انسپکٹر کے ساتھ ہال میں گھس آئے اور مجھے گھیر لیا۔ میں نے نائکا کو ساتھ دیکھا تو سمجھ گیا کہ اسی نے پولیس کو میرے بارے میں اطلاع دی ہوگی۔ چاروں سپاہیوں نے لپک کر مجھے جکڑا اور ہتھکڑی پہنا دی، مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے جسم سے حقیر چوہے لپٹ گئے ہوں۔ لوہے کی زنجیر مجھے کسی کھلونے کی مانند نظر آ رہی تھی۔ میں نے نظر اٹھا کر انسپکٹر کی طرف دیکھا تو وہ کرخت لہجے میں بولا۔

"تم یقیناً افضل بیگ ہو۔ وہی افضل بیگ جس نے حیدر آباد دکن میں اپنے بھائی کو جان سے مارنے کی کوشش کی تھی اور ہمارے محکمے کے ایک ایس پی ماتھر کو ہلاک کیا تھا۔ تمہاری تصویر ہمارے پاس بہت دنوں سے محفوظ ہے۔ تمہاری گرفتاری پر حکومت کی جانب سے ایک بڑا انعام ملنے کی پوری پوری توقع ہے۔"

"تمہارے یہ سپنے کبھی پورے نہیں ہوں گے۔" میں نے انسپکٹر کو گھور کر کہا۔ "میرا کہا مانو تو یہ کھلونا جو تمہارے آدمیوں نے مجھے پہنایا ہے اتار دو ورنہ تمہیں مفت میں پچھتانا پڑے گا۔"

"شٹ اپ۔" انسپکٹر نے ڈپٹ کر جواب دیا۔ "اس قسم کی گیدڑ بھبکیاں میں پہلے بھی بہت سن چکا ہوں۔"

اچانک میری ذہنی رو بہکنے لگی۔ موہن لال کا تصور میرے دل و دماغ میں چکرا رہا تھا۔ میں طے کر چکا تھا کہ پہلی فرصت میں سونا گھاٹ کے پجاری کو ٹھکانے لگاؤں گا۔ ایسی صورت میں، میں پولیس والوں کی مداخلت کیسے برداشت کر سکتا تھا، میرا دل چاہا کہ ان سب کو جلا ڈالوں لیکن جواد کا خیال کر کے مجھے مجبوراً خون کے گھونٹ پینا پڑے۔ سپاہی نے دھکا دیا تو میں خاموشی سے پیچھے ہولیا۔ مجھے خوشی تھی کہ ابھی تک جواد سے کوئی بازپُرس نہیں ہوئی تھی۔ زینے سے اترتے وقت میں نے جواد کو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ وہ چپ چاپ کھسک لے۔ جواد میرا اشارہ پاتے ہی ایک لمحے کے لئے جھجکا پھر وہ نیچے اترتے ہی کترا کر نکل گیا۔ میرے لئے اب راستہ صاف تھا۔ نیچے سڑک پر لوگوں کا ہجوم تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو چکا تھا۔ جیپ کے قریب پہنچ کر میں رک گیا تو انسپکٹر نے ہجوم کے سامنے اپنی بہادری کا سکہ جمانے کی خاطر بھرپور آواز میں کہا۔

''سیدھی طرح گاڑی میں بیٹھ جاؤ ورنہ چمڑی ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔''

''سنو مہاشے، میں تم کو ایک اور موقع دیتا ہوں۔ مکتی چاہتے ہو تو اس کھلونے کو میرے شریر سے الگ کر دو ورنہ اگر مجھے جلال آ گیا تو تمہیں اپنے جیون سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔''

''اس حرام زادے کو دھکے مار کر اندر پھینک دو۔'' انسپکٹر نے بید کے اشارے سے سپاہیوں کو حکم دیا۔

سپاہیوں نے حکم کی تعمیل میں مجھے دھکیلنے کی کوشش کی تو میری کھوپڑی گرم ہو گئی۔ میں نے غصے سے ایک جھٹکا مارا تو سپاہی اچھل کر دور جا پڑے۔ چوتھا سپاہی جس نے ہتھکڑی کا دوسرا سرا اپنے ہاتھ میں باندھ رکھا تھا جھول کر میرے قدموں پر الٹ گیا۔ انسپکٹر نے میری جسمانی طاقت کا اندازہ لگایا تو اپنا سروس ریوالور نکال لیا۔ میں اسے دیکھ کر مسکرایا اور میں نے ایک منتر پڑھ کر خود کو محفوظ کیا پھر ایک جھٹکا دے کر کلائی مروڑی تو لوہے کی زنجیر کڑکڑا کر ٹوٹ گئی۔ اب میں بالکل آزاد تھا۔

''خبردار، اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔'' انسپکٹر نے مجھ سے دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

ہجوم ہکا بکا مجھے اور انسپکٹر کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے جلدی سے ایک منتر پڑھ کر انسپکٹر کی طرف پھونکا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔ دوسرے ہی لمحے میرے بیروں نے انسپکٹر کو گود بھر کر اوپر اٹھا لیا۔ میرے بیر چونکہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس لئے انسپکٹر بظاہر ہوا میں معلق نظر آ رہا تھا۔ خود کو غیر مرئی قوت سے نجات دلانے کی خاطر وہ بچوں کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ ہجوم نے میری شکتی کا تماشا دیکھا تو بھگدڑ مچ گئی۔ مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا۔ پوری سڑک پلک جھپکتے ہی ویران ہو گئی۔

''مہاراج، بھگوان کے لئے شما کر دو۔'' انسپکٹر نے رندھی ہوئی آواز میں کہا تو میں مسکرا کر بولا۔

''میں نے تم کو پہلے ہی سمجھایا تھا کہ مجھے مت چھیڑو، پرنتو تم نے میری بات نہیں سنی اس لئے اب تمہیں اس کی تھوڑی بہت سزا تو ہر حال میں بھگتنی ہوگی۔''

''دیا کرو مہاراج۔''

''مورکھ، پجاریوں کو چھیڑ کر اب دیا کی بھکشا مانگ رہا ہے۔'' میں نے حقارت سے کہا پھر گھوم کر ایک طرف چل دیا۔

میرا ذہن موہن لال میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ آپ نے یہ طویل سرگزشت پڑھی ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے اس خارزار میں محض موہن لال کی وجہ سے قدم رکھا تھا۔ میں موہن لال کی آتما کا راز جاننے کے لئے سونا گھاٹ سے روانہ ہوا تھا۔ موہن لال سے کئی بار میری مڈبھیڑ ہوئی۔ میں نے دیوی کی ناراضگی مول لی اور اپنی مہان شکتی موہن لال کی وجہ سے کھو بیٹھا۔ گزشتہ ملاقات میں، موہن لال سے معافی مانگ چکا تھا۔ اس سے کہہ چکا تھا کہ اب میرے دل میں اس کے لئے کدورت باقی نہیں ہے۔ تین سال دیوی کے استھان پر رہنے کے بعد بھی مجھے موہن لال کا خیال نہیں آیا اور نہ دیوی نے اس سلسلے میں کبھی کوئی ذکر کیا۔ اصل میں جب بھی میں نے موہن لال سے انتقام لینے کی سوچی میرے اوپر مصیبتیں نازل ہوئیں۔ بات یہ تھی کہ موہن لال پجاریوں میں سب سے مہان اور بلوانوں میں سب سے بلوان، غیر معمولی قوتوں کا مالک ایک عجیب و غریب پجاری تھا۔ میں نے ہمیشہ اس کی شکتی کا تخمینہ غلط طور پر کیا اور ہر بار اپنی عجلت اور جذباتی طبیعت کے سبب نقصان اٹھایا۔ میں نے اس سے معافی مانگ لی تھی اور اصولاً اب مجھے سونا گھاٹ کے پجاری کا خیال دل میں نہیں لانا چاہئے تھا لیکن اب بات دوسری تھی۔ میں عمر کا بڑا اور قیمتی حصہ شکتی حاصل کرنے، اسے کھونے اور پھر حاصل کرنے اور ریاضت میں لگا چکا تھا۔ اب میرے اندر اعتدال بھی آ چکا تھا اور نوجوانی کی وہ سرکشی اور باغیانہ انداز میں بھی رخصت ہو چکا تھا۔ جس نے مجھے اتنے پُراسرار حالات سے دوچار کیا تھا۔ میں اب موہن لال سے کم شکتی کا مالک نہیں تھا چنانچہ اچانک اس کا نام سن کر میرے دل میں شدید نفرت جاگ اٹھی اور میں اس سے ایک آخری معرکا کرنے کی سوچنے لگا۔ اگر میں اس سے انتقام نہ لیتا تو پھر یہ سارا کھیل بیکار تھا۔ ان سطور کو لکھنے کی ضرورت یوں پڑی کہ میں آپ کو سونا گھاٹ کے پجاری سے اپنے انتقام کا جواز بتانا چاہتا ہوں۔ تمام باتیں اپنی جگہ درست ہیں مگر میں انتقام چاہتا تھا۔ معاملہ خالص جذباتی تھا اور یہ میری انا کا معاملہ تھا۔

سو میں اپنی دھن میں مست، تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھتا رہا پھر ایک جگہ رک کر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور شیو جی مہاراج کا جنتر پڑھنے لگا۔ کچھ دیر بعد میں نے آنکھیں کھولیں تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے شریر کی تمام شکتی سمٹ کر میری آنکھوں میں آ گئی ہو۔ میں نے پارجی کا نام لے کر دوبارہ آنکھیں موند لیں تو موہن لال میری نظروں کے سامنے تھا۔ اس سمے وہ ایک خوب صورت اور

نازک بدن لڑکی کے ساتھ رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھا۔ موہن لال کو اس حالت میں دیکھ کر میرا خون کھول اٹھا۔ بے اختیار میری زبان سے نکلا۔

''پاپی، اب تیرے برے دن آ چکے ہیں، میں تجھے ایسا کشٹ دوں گا جسے تو سارا جیون یاد رکھے گا۔''

میری زبان سے یہ شبد نکلے ہی تھے کہ میں نے موہن لال کو چونکتے ہوئے دیکھا۔ وہ خوب صورت لڑکی کو ایک جھٹکے سے دور پھینک کر غضب ناک انداز میں کھڑا ہوا۔ مجھے اس بات پر کوئی اچنبھا نہیں ہوا کہ موہن لال نے سینکڑوں میل دور ہونے کے باوجود میری آواز کیسے سن لی تھی۔ دیوی اور دیوتاؤں کے جاپ کرنے کے بعد پجاریوں کے اندر ایسی شکتی کا پیدا ہو جانا کہ وہ ہزاروں میل دور سے بھی سب کچھ دیکھ اور سن سکیں، کوئی حیرت کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ میں دیکھ رہا تھا کہ میری آواز سن لینے کے بعد موہن لال بپھرے ہوئے زخمی درندے کی مانند اٹھا اور پرانے مندر کے تہ خانے میں کھڑا بڑے غصے میں اپنے ہونٹ چبا رہا تھا۔ اس کا بھاری بھرکم چہرہ خون کی تمازت سے تپ کر دمکتے ہوئے لوہے کی مانند سرخ ہو گیا تھا۔ اچانک اس نے سینکڑوں میل دور سے میری طرف خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئی کہا۔

''کرشن کمار، تم...... تم بھول گئے کہ تم یہاں کیا کہہ کر گئے تھے۔''

اتنا کہہ کر موہن لال نے نہ جانے کیا منتر پڑھ کر میری سمت ہاتھ اٹھایا کہ ہمارے درمیان سیاہی کی چادر تن گئی۔ پرانے مندر کے تہ خانے کا سارا منظر تاریکی میں مدغم ہو گیا۔ میں نے تلملا کر آنکھیں کھول دیں اور پاربتی کا شبھ نام لے کر آگے بڑھنے لگا۔ بڑھتا رہا...... بڑھتا رہا۔ میرے ذہن پر ایک نامعلوم سی مدہوشی طاری تھی۔ میں پاربتی کے دھیان میں اتنا مست تھا کہ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن جب یہ کیفیت دور ہوئی تو میں نے خود کو سونا گھاٹ کے اسی پرانے مندر کے سامنے کھڑا پایا جہاں پہلی بار میری اور موہن لال کی ملاقات ہوئی تھی۔ پرانے مندر کو جو موہن لال کا مسکن تھا۔ اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھ کر میری آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ میں لپکتا ہوا تہ خانے میں پہنچا تو تہ خانہ خالی تھا۔ میں نے موہن لال کے صندلی تابوت میں جھانکا مگر وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید موہن لال مجھ سے ڈر کر بھاگ گیا ہے۔ میں واپسی کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ سونا گھاٹ کا ہٹا کٹا پجاری تہ خانے کے دروازے پر سینہ تانے کھڑا مجھے قہر آلود نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کرشن کمار، تم پھر میرے سامنے آ گئے۔ میرا خیال ہے کہ ایک بار سوچ لو۔ اس سے پہلے کئی بار تم کشٹ اٹھا چکے ہو۔ یدی (اگر) تم چاہو تو میں تمہیں پھر اپنی شکتی کا کوئی نیا تماشا دکھاؤں۔''

میں نے سرد لہجے میں سونا گھاٹ کے پجاری کو جواب دیا۔

''موہن لال، میں تمہاری شکتی جانتا ہوں لیکن تمہیں معلوم ہے کہ میں اب پہلے جیسا کرشن کمار نہیں، اب وہ بات بھی نہیں جو پہلے تھی۔ ہم دونوں یہاں ہیں اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم دونوں ایک ساتھ اس سنسار میں رہیں۔ اپنی شکتی کو آزماؤ۔ میں تم سے انتقام لینے اور تمہیں ختم کرنے آیا ہوں۔''

موہن لال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔ وہ کہنے لگا۔

''مجھے پتا ہے کرشن کمار کہ اب شکتی کے معاملے میں تم میرے برابر آ چکے ہو۔ مجھے سب پتا ہے اور میں سویم (خود) پسند کرتا کہ موہن لال جیسی شکتی کا کوئی پجاری اس سنسار میں رہے۔ میں بھی تمہیں ختم کرنا چاہتا ہوں اور میرے لئے یہ آسان کام ہے۔ تم نے کئی موقعوں پر مجھے آزمایا ہے۔ تم یہ سیدھی سادی بات کیوں بھول رہے ہو کہ برابر کی شکتی والے جب ٹکراتے ہیں تو وجے (فتح) کسی ایک کی اوش ہوتی ہے جو سمجھ بوجھ سے زیادہ کام لیتا ہے اور سمجھ سے وہی کام لیتا ہے جس کا جیون تجربوں میں بیتا ہو۔''

''کھل کر کہو موہن لال، آخر چکر کیا ہے۔'' میں نے موہن لال سے نظر ملاتے ہوئے کہا۔ ''پہلے تو تم نے اس قسم کی باتیں نہیں کی تھیں۔''

''صرف اس لئے کہ پہلے تم میرے چرنوں کی دھول بھی نہ تھے۔''

''اوہ۔'' میں نے پراعتماد انداز میں کہا۔ ''یہ کیوں نہیں کہتے کہ اب تم میری شکتی سے خوف زدہ ہو۔''

''بالکوں جیسی باتیں کیوں کر رہے ہو کرشن کمار۔'' موہن لال بڑی سنجیدگی سے بولا۔ ''تم نے افضل بیگ سے کرشن کمار بننے میں کتنے پاپڑ بیلے ہیں، یہ میں خوب جانتا ہوں۔ پرنتو تم شاید یہ بھول رہے ہو کہ میں جنم جنم سے مہان پجاری ہوں۔ میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ سنسار کا کونا کونا چھان مارا ہے۔ دھرتی کے سارے عیش کئے۔ میری بات مان لو تم ابھی بالک ہو۔ مہان شکتی کے گھمنڈ نے سوچنے سمجھنے سے محروم کر دیا ہے لیکن یہ تمہاری بھول ہے کرشن کمار۔ میں تمہیں موقع دیتا ہوں۔ ابھی سنسار میں کچھ دن اور جی لو۔ ابھی تم نے دھرتی پر دیکھا ہی کیا ہے۔ جاؤ اور اپنی شکتی کا مزہ لوٹو۔''

''موہن لال۔'' میں نے قدرے برہمی سے کہا۔ ''اتنی لمبی چوڑی باتوں سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ جب تک تمہیں شکست نہ دوں گا چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ ہم دونوں دیوی کے مہان پجاری ہیں، بہتر ہے کہ آج اس بات کا فیصلہ ہو جائے کہ ہم میں سے زیادہ بلوان کون ہے اور کون دیوی کے زیادہ قریب ہے۔ یوں بھی ایک میان میں دو تلواریں کبھی نہیں سما سکتیں۔''

''پھر سوچ لو کرشن کمار، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں اپنے فیصلے پر پچھتانا پڑے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وجے میری ہوگی۔ تم کئی بار حملے کر چکے اور کشٹ اٹھا چکے ہو۔''

''یہ تو آنے والا سمے تمہیں بتائے گا موہن لال کہ کون پچھتاتا ہے۔'' میں نے سینہ تان کر کہا تو موہن لال کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری ہوگئی۔ وہ مجھے خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر ٹھہری ہوئی آواز میں بولا۔

''میں سمجھ رہا ہوں کرشن کمار کہ تم کیا چاہتے ہو۔ میں بھی دیوی پر تمہارا ادھیکار نہیں چاہتا۔ پرنتو بلوانوں میں لڑائی ہے۔ سو میں ایک بار تم سے یہی کہوں گا کہ آگ سے کھیلنے کی کوشش مت کرو۔ نہیں تو جل کر بھسم ہو جاؤ گے۔''

''اس بات کی چنتا نہ کرو موہن لال۔ کیا تمہیں اب اپنی جیت پر وشواس نہیں رہا۔''

''مجھے ہر بات پر وشواس ہے لیکن کرشن کمار مجھے تمہاری جوانی پر ترس بھی آ رہا ہے۔ اس لئے ضد نہ کرو۔ میرا کہا مانو اور میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔''

''موہن لال۔'' میں نے گرج کر کہا۔ ''دیوی کی کرپا سے اب میں نے اتنی شکتی پراپت کر لی ہے کہ من کا بھید جان سکوں، میں جانتا ہوں کہ تم مجھے دھوکے میں رکھ کر مارنا چاہتے ہو۔ پرنتو تمہاری یہ آشا کبھی پوری نہیں ہوگی۔ آج کوئی فیصلہ ہو کر رہے گا۔''

''اچھا، اگر تم نہیں مانتے تو تمہاری مرضی۔''

''موہن لال میں پہل نہیں کروں گا۔ تم باتیں کم کرو اور اپنا تماشا شروع کرو۔'' میں نے غضب ناک انداز میں کہا۔

اتنا سن کر موہن لال کے ہونٹ تیزی سے ہلنے لگے۔ وہ کسی جنتر کا جاپ شروع کر چکا تھا اور میں اس بات کا منتظر تھا کہ وہ مجھ پر حملہ کرے تو میں اسے مزہ چکھاؤں۔ کچھ دیر تہ خانے میں ہولناک سناٹا چھایا رہا پھر موہن لال نے اپنا جاپ ختم کر کے میری طرف پھونک ماری۔ بھڑکتے شعلے نمودار ہو کر میری سمت لپکے لیکن میں اس کا پہلے ہی توڑ کر چکا تھا۔ چنانچہ آگ کے شعلے میرے شریر سے ٹکرا کر ٹھنڈے پڑ گئے۔ میں کسی آہنی چٹان کی طرح اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ موہن لال نے جھلا کر اپنے پاؤں زمین پر مارے۔ یہ وہی عمل تھا جس کا مظاہرہ وہ ایک بار پہلے بھی کر چکا تھا۔ جس جگہ پاؤں مارے تھے وہاں سے دو کوڑیالے ناگ نمودار ہو کر میری طرف بڑھے۔ میں نے پاربتی کا نام لے کر ایک منتر پڑھا اور شہادت کی انگلی اٹھا کر جھٹک دی۔ میرا انگلی جھٹکنا تھا کہ دونوں ناگ درمیان سے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک لمحے کے لئے وہ پختہ فرش پر تڑپتے رہے پھر غائب ہو گئے۔ میں نے موہن لال کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔

''موہن لال، تم جو یہ کھیل تماشے کر رہے ہو۔ اس کا توڑ تو چھوٹے موٹے مداری اور سپیرے بھی کر لیتے ہیں۔ مجھ سے ٹکرانے کے لئے تمہیں کوئی ایسا وار کرنا ہوگا جو میرے شایان شان ہو۔''

موہن لال نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔ میرا جملہ سن کر اس کی آنکھوں میں خون اتر

آیا تھا۔

مجھے موہن لال کی کسمساہٹ سے لطف آیا۔ چنانچہ میں نے اسے مزید چڑانے کے لئے کہا۔

''تم اداکاری اچھی خاصی کر لیتے ہو۔ اگر مندروں کے بجائے تم کسی نوٹنکی میں ہوتے تو بہت بڑے کلاکار بن سکتے تھے۔''

موہن لال نے میری اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش کھڑا میری سمت دیکھتا رہا۔ میں اپنی جگہ یہی سمجھ رہا تھا کہ موہن لال مجھ سے مقابلہ کرنے سے کترانا چاہتا ہے۔ اس خیال نے مجھے کچھ اور بے پروا بنا دیا۔ اس کی حالت پر دل کھول کر قہقہے لگانا چاہتا تھا لیکن مجھے اس کی مہلت نہیں ملی۔ جس جگہ میں کھڑا تھا وہاں کی چھت سے اچانک کھولتے ہوئے بدبودار پانی کی بارش شروع ہوگئی۔ حملہ اس قدر اچانک تھا کہ میں اس کا کوئی توڑ نہ کر سکا۔ خود کو بچانے کی خاطر تیزی سے ایک سمت ہٹا لیکن اتنی دیر میں میرے جسم پر لاتعداد آبلے پڑ چکے تھے جن کی اذیت ناک تکلیف نے مجھے دیوانہ بنا دیا۔ میں نے غصے کی حالت میں ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرے بیروں نے خون آشام بھیڑیوں کے روپ میں نمودار ہو کر موہن لال کو گھیر لیا۔ مجھے وشواس تھا کہ اب موہن لال میرے بیروں کے ہاتھوں نہیں بچ سکے گا مگر موہن لال نے ایک جست لگائی اور اچھل کر بھیڑیوں کے نرغے سے نکل گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو میرے بیرے آناً فاناً جل کر بھسم ہو گئے۔ میں نے دوسرا حملہ کیا مگر وہ بھی کارگر نہ ہوا۔ تیسری بار میں نے آگم بتیال کا ایک انتہائی خطرناک منتر پڑھ ڈالا۔ منتر کا جاپ جیسے ہی ختم ہوا اس کے بیر نے موہن لال کی پشت سے نمودار ہو کر اس کی کولی بھر لی اور اسے سر سے بلند کر کے فرش پر اتنی زور سے پٹخا کہ موہن لال درد سے چلا پڑا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے بل کھا کر اٹھا اور اپنا بایاں ہاتھ اٹھا کر میرے بیر کی طرف جھٹک دیا۔ میرے بیر نے بچاؤ کی کوشش کی لیکن موہن لال کے ہاتھ سے نکلتے ہوئے شعلوں نے اسے جلا کر رکھ دیا۔

ہم دونوں میں دیر تک اس طرح معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ ہم دونوں ایک دوسرے پر جنتر منتر آزماتے رہے۔ تہ خانے میں کبھی خطرناک جانوروں کی آوازیں گونجنے لگتیں تو کبھی آگ کے شعلے بلند ہونے لگتے۔ رات گزر گئی مگر دونوں میں سے کوئی کسی کو شکست نہیں دے سکا۔ ہم نے نفسیاتی لڑائی بھی کی۔ میں موہن لال کو اور وہ مجھے ڈراتا رہا۔ خوف زدہ کرتا رہا۔ صبح تک ہم تھک چکے تھے۔

علی الصباح میں نے جلدی سے ایک دوسرا منتر پڑھنا شروع کر دیا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنا جاپ پورا کرتا موہن لال نے پلٹ کر انتہائی سرعت سے مجھ پر وار کر دیا۔ میں نے منتر چھوڑ کر اپنا بچاؤ کرنا چاہا لیکن موہن لال کے بیروں نے ڈراؤنی صورت میں نمودار ہو کر مجھے جکڑ لیا۔ ان کی گرفت اس قدر سخت تھی کہ میرا دم گھٹنے لگا۔ مجھے اپنی پسلیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے اس تکلیف کو

بھول کر توڑ کرنے کے لئے ایک منتر پڑھنا چاہا لیکن موہن لال میرے ارادے کو بھانپ چکا تھا۔ اس نے تیزی سے اپنے سینے کا ایک بال توڑ کر میری طرف اچھال دیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ وہ میرے لئے حیرت انگیز تھا۔ میرے ہونٹ اس طرح ایک دوسرے سے چپک کر رہ گئے تھے جیسے انہیں سی دیا گیا ہو۔ ہونٹوں کے علاوہ میری زبان بھی تالو سے چپک کر رہ گئی۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اس کا کوئی تدارک کروں کہ موہن لال کے خطرناک بیروں نے مجھے رسیوں سے جکڑ کر فرش پر ڈال دیا۔

اب میں پوری طرح بے بس ہو چکا تھا۔ موہن لال نے مجھے بے بس دیکھ کر اپنا الٹا پاؤں فرش پر مارا تو اس کے بیر غائب ہو گئے۔ مندر کے تہ خانے میں اب سوائے میرے اور موہن لال کے کوئی تیسرا نہیں تھا۔ وہ مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں اس کے سامنے قربانی کے بے زبان بکرے کی طرح بندھا پڑا تھا۔ ہونٹ اور زبان بند ہو جانے کے بعد اب نہ تو میں کوئی منتر پڑھ سکتا تھا اور نہ کچھ بول سکتا تھا۔

''کیوں کرشن کمار...... میں نے تم سے کہا تھا کہ جیت ہمیشہ اسی کی ہوتی ہے جو سمجھ سے کام لے۔'' موہن لال نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

میں نے حقارت سے نظریں پھیر لیں تو موہن لال کی آواز پھر میری سماعت سے ٹکرائی۔

''تم اس لمحے میری دیا کے محتاج ہو کرشن کمار۔ دشمن پر دیا کھانا میرے اصول کے خلاف ہے۔ میں اگر چاہوں تو ایک اشارے سے تم کو نرکھ میں جھونک سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ تم نے مجھے بہت دکھ دیئے ہیں۔ اس بار تمہیں شما نہیں کی جائے گی۔ میں تمہیں سسکا سسکا اور تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ ایسا شراپ دوں گا کہ تمہاری آتما بھی تڑپ اٹھے۔''

میں جانتا تھا کہ موہن لال مجھ پر کبھی دیا نہیں کرے گا لیکن اس وقت نہ تو مجھے اپنی موت کا خوف تھا، نہ ہی اپنی بے بسی کا ملال تھا۔ میں نے پاربتی کے معاملے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔ جس کو حاصل کرنے کی خاطر میں نے دنیا کو تیاگ کر صرف اسی کی پوجا کی تھی۔ مجھے سونا گھاٹ آنے سے پہلے پورا وشواس تھا کہ موہن لال کو ٹھکانے لگا کر بلا شرکت غیرے پاربتی کا دعوے دار بن جاؤں گا اور پھر اپنا جیون اس کے استھان پر گزار دوں گا لیکن حالات نے مجھے اس قدر بے بس کر دیا تھا کہ میں اپنی زبان ہلانے سے بھی قاصر تھا۔ میرے ذہن میں موت کے بھیانک تصور سے زیادہ رہ رہ کر یہی ایک آشا مچل رہی تھی کہ مرنے سے پہلے میں آخری بار دیوی کا درشن کر لوں۔ میرے دل کی دھڑکن اس لمحے پاربتی کا شبھ نام جپ رہی تھی۔ میں ابھی دیوی کے دھیان میں مست تھا کہ موہن لال نے مجھ سے مخاطب کر کے کہا۔

''کرشن کمار، کیا مرنے سے پیشتر تم اپنی آخری خواہش کا اظہار نہیں کرو گے۔''

موہن لال کا جملہ سن کر میں نے حسرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا پھر ایک سرد آہ بھر

کر آنکھیں موند لیں تو موہن لال میری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا۔

''دیکھ لیا تم نے۔ میں نہ کہتا تھا سوچ لو۔ اب پھر تمہارے چہرے پر یہ کرب کیسا ہے اپنے بیروں کو آواز کیوں نہیں دیتے کرشن کمار۔''

میں جواب دینے کے بجائے آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ میرا ذہن ایک بار پھر پاربتی کے تصور میں گم ہو گیا۔ دیوی کے درشن کی آشا نے مجھے ایسا بے چین کیا کہ میرے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا ذہن گہرائیوں میں ڈوبتا جا رہا ہو۔ مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی اور پھر اچانک صندلی خوشبو کی تیز مہک میرے دماغ کو معطر کر گئی۔ مدہوشی کے عالم میں، میں نے دیکھا کہ طاقت کی عظیم دیوی میرے سامنے کھڑی ہے لیکن اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات دیکھ کر میرا دل تڑپ اٹھا۔ میں نے پاربتی کو آج پہلی بار اس قدر ملول دیکھا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہی تھی۔ اس کی مدھ بھری آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ابھی میں دیوی کی من موہنی صورت کو جی بھر کر دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''کرشن کمار، تم نے میرے لئے کٹھن پرشا کی ہے اسی کارن میں اس سمے تم کو موہن لال کے کشٹ سے بچا کر کہیں اور پہنچانے کے لئے آئی ہوں۔ پرنتو کل کیا ہوگا۔ وہ تمہارے بھاگ میں لکھا جا چکا ہے۔ اس لکھے کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔''

پاربتی دیوی کے اس جملے کے بعد میرا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔



سونا گھاٹ کے خوفناک پجاری نے مجھے پُراسرار منتروں کے زور سے اتنا بے بس کر دیا تھا کہ نہ تو میں زبان ہلا سکتا تھا نہ ہونٹوں کو جنبش دینے کے قابل تھا۔ پاربتی نے عین وقت پر میری مدد نہ کی ہوتی تو میرا اختتام یقینی تھا۔ جب میری آنکھیں کھلیں تو میں نے خود کو متھرا کی ایک بارونق سڑک پر پڑا ہوا پایا۔ پاربتی نے ایک بار پھر میرے حال پر ترس کھایا اور مجھے موذی موہن لال کے شکنجے سے بچا کر یہاں پہنچا دیا۔ میں نے یہ بہت غنیمت جانا ورنہ اس داستان کا لکھنے والا ہی اس دنیا میں موجود نہ ہوتا۔

سونا گھاٹ کے پرانے مندر کے تہ خانے میں میرے اوپر جو کچھ گزری تھی اس کا ایک ایک منظر میری نظروں کے سامنے گھومنے لگا مگر مجھے اس بات پر بڑی حیرت تھی کہ طاقت کی عظیم دیوی، شیوشنکر مہاراج کی دھرم پتنی، گنیش دیوتا کی خالق اور اما، بھیروی، امبیکا، ستی، کالی اور درگا جیسی متعدد وصفی اسما کی حامل پاربتی جب مجھ پر مہربان تھی تو پھر آخر وہ کون سی طاقت تھی جو مجھے موہن لال کے مقابلے میں ہمیشہ شکست سے دوچار کرتی تھی؟ کیا موہن لال نے یہ بات صحیح کہی تھی کہ میں مہان شکتی پراپت کرنے کے باوجود ابھی تک ناپختہ کار ہوں؟ میں جذباتی ہوں اور جلد مشتعل ہو جاتا ہوں۔ میں نے اس لڑائی میں

شروع سے اب تک اپنی نادانیوں کی وجہ سے منہ کی کھائی! معاً پاربتی کے کہے ہوئے آخری جملے میرے ذہن میں گونج اٹھے۔

''جو کچھ تمہارے بھاگ میں لکھا ہے وہ اوش پورا ہوگا۔''

''مگر میرے بھاگ میں کیا لکھا تھا؟''

میں سڑک کے کنارے کھڑا ان باتوں پر غور کرتا رہا پھر یوں ہی ایک سمت قدم اٹھانے لگا۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ اب میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔ موہن لال سے شکست کھانے کے بعد اب میرا دوبارہ اس کے مقابلے پر جانا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟ ابھی میں اپنے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ کسی نے پشت سے میرا نام لے کر پکارا۔ میں نے تیزی سے گھوم کر دیکھا تو میرے محکمے کا ایک پرانا ساتھی روی شنکر تیز تیز قدم اٹھاتا میری طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے مجھے اوپر سے نیچے تک بغور دیکھا پھر مسکرا کر بولا۔

''افضل بیگ تم! ہمیں تو یہ خبر ملی تھی کہ تم سونا گھاٹ سے پُراسرار طور پر غائب ہو گئے تھے۔ بھانت بھانت کی باتیں مشہور ہوئیں تمہارے بارے میں۔ کچھ متروں (دوستوں) نے تو یہ تک مشہور کر دیا کہ تم سونا گھاٹ کے مہان پجاری موہن لال جی مہاراج سے ٹکرانے کے لئے پرانے مندر کے تہ خانے میں گئے تھے لیکن پجاری مہاراج کی آتمانے تمہیں جان سے مار ڈالا۔ کہاں رہے اتنے دنوں؟''

''میری کہانی بڑی طویل ہے شنکر کبھی اطمینان سے سناؤں گا۔'' میں نے سرد آہ بھر کر جواب دیا پھر پوچھا۔ ''تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے؟''

''بھگوان کی دیا ہے؟'' روی شنکر نے سنجیدگی سے کہا پھر میرے چہرے کے تاثرات بغور دیکھتا ہوا بولا۔ ''کیا بات ہے افضل بیگ، تم مجھے اس سمے کچھ بیاکل نظر آتے ہو؟''

''ہاں، آج کل میں کچھ پریشان ہوں۔''

''متھرا کب آنا ہوا؟''

''آج ہی آیا ہوں۔'' میں نے روکھے لہجے میں کہا۔ ''ایک ضروری کام تھا۔''

''ٹھہرے کہاں ہوں؟''

روی شنکر کے اس سوال پر میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ میرا ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا۔ روی شنکر نے مجھے خاموش دیکھا تو مسکرا کر کہا۔

''متروں سے کیا پردہ افضل بیگ۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پریشان ہو۔ میرا غریب خانہ حاضر ہے تم جب تک چاہو آرام سے رہ سکتے ہو۔ چنتا کی کوئی بات نہیں۔''

روی شنکر نے زیادہ اصرار کیا تو میں اس کے ساتھ جانے کو تیار ہو گیا۔ مجھے خوشی تھی کہ سکون سے

کچھ دن گزارانے کا بندوبست ہو گیا۔ راستے بھر روی شنکر ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا اور میں اپنے بارے میں اسے گول مول جواب دیتا رہا۔ گھر پہنچ کر اس کا رویہ کچھ اور نرم ہو گیا۔ اگر میں عام حالات میں روی شنکر سے ملا ہوتا تو اس بات پر یقیناً مجھے تعجب ہوتا کہ روی شنکر جو محکمے میں انتہائی بدمزاج، اکھڑ اور بدگفتار افسر مشہور تھا مجھ سے اس قدر مہربانی سے کیوں پیش آ رہا ہے لیکن اس وقت میرا ذہن منتشر تھا اس لئے میں نے ان باتوں کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ میں اس کے خوب صورت ڈرائنگ روم میں بیٹھا باتیں کرتا رہا کہ اچانک روی شنکر نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

''میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم افضل بیگ سے کرشن کمار بن گئے ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟''

''ہاں!'' میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

''کیا یہ بھی سچ ہے کہ تم نے موہن لال جی مہاراج سے مقابلے کی ٹھان لی تھی؟''

میں نے چونک کر ایک نظر روی شنکر پر ڈالی پھر نظریں نیچی کر کے سوچنے لگا کہ آخر ان باتوں کا علم اسے کیسے ہو گیا۔ ابھی میں اس سوال کا جواب سوچ ہی رہا تھا کہ دوسرا سوال کیا گیا۔

''کس وچار میں گم ہو کرشن کمار؟''

مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے سر پر چھت آن پڑی ہو۔ وہ آواز روی شنکر کی نہیں تھی۔ میں نے تیزی سے نظریں اٹھائیں تو بوکھلا گیا۔ روی شنکر کے بجائے اس وقت میرے سامنے سونا گھاٹ کا ہٹا کٹا پجاری موہن لال ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ لئے پورے دبدبے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

''تم.....'' میں گھبراہٹ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ میں سمجھ گیا کہ موہن لال نے اپنی شکتی کے زور سے روی شنکر کا روپ دھار کر مجھے اپنے چنگل میں پھانسنے کی کوشش کی ہے۔

''گھبراؤ نہیں کرشن کمار۔'' موہن لال نے مسکراتے ہوئے بڑے دوستانہ لہجے میں کہا۔ ''ہم دونوں اب مہان شکتی کے مالک ہیں مگر تمہاری طرح بزدل نہیں ہوں۔ ہمیں بلوانوں کی طرح ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ میں اگر چاہتا تو تمہیں سڑک پر اچانک ہی ختم کر دیتا پرنتو یہ بات ایک مہان پجاری کو شوبھا نہیں دیتی اس کارن میں تمہیں روی شنکر کے روپ میں یہاں لے آیا ہوں۔ بیاکل مت ہو..... آرام سے بیٹھ کر باتیں کرو۔ مقابلہ تو ہمارا تمہارا ہونا ہی ہے۔''

''موہن لال۔'' میں نے جی کڑا کر کے کہا۔ ''میں تمہارے راستے سے ہٹ جاتا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے۔''

''پھر وہی بالکوں جیسی باتیں۔ کرشن کمار..... اب ان باتوں کا سمے بیت چکا ہے۔ یہ فیصلہ تو اب اوش ہوگا کہ دیوی کا مہان سیوک کون ہے۔ پرنتو اس سے پہلے تم سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ تم کس منتر کا

جاپ کر کے میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔"

"وشواس کرو موہن لال کہ مجھے پاربتی کے سوا جیون میں کوئی اور چیز نہیں چاہیے۔ میں جانتا ہوں کہ میں بھٹک جاتا ہوں۔ تم مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہو۔" میں موہن لال کی بات نظر انداز کر کے بولا۔ "تمہاری طرف سے میرے من میں کوئی کھوٹ نہیں ہے تم تو من کی باتیں پڑھ لیتے ہو۔"

"میں سب کچھ جانتا ہوں کرشن کمار۔" موہن لال نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا پھر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "تم ایک بار مجھے جل دینے میں سپھل ہو گئے تھے۔ پرنتو اب تمہارا بچاؤ مشکل ہے۔ میں اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔"

موہن لال کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ مجھ سے ہر قیمت پر لڑنے پر آمادہ ہے اور پوری طرح تیار ہو کر آیا ہے۔ میں پوری طرح اس کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس چکا تھا۔ فرار ہونے کے تمام راستے بند ہو چکے تھے۔ میری عقل جواب دینے جاری تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں اس کے برابر کی شکتی کا مالک ہونے کے باوجود اس سے خوف زدہ تھا۔ بزدلوں کی طرح مارا جانا مجھے منظور نہ تھا۔ سوائے اس کے کوئی دوسرا چارہ نہ تھا کہ میں چار و ناچار مقابلے کے لیے تیار ہو جاتا۔ چنانچہ میں نے بگڑے ہوئے تیور سے سونا گھاٹ کے پجاری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"موہن لال، تم جانتے ہو کہ ہم دونوں کی لڑائی میں کوئی ایک ضرور مارا جائے گا۔ میں تمہیں موقع دیتا ہوں کہ ایک بار پھر اپنے فیصلے پر غور کر لو۔ کہیں تمہیں بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔"

"اس کی چنتا مت کرو کرشن...... نا نا نا...... جب دو بلوان یدھ (جنگ) کرتے ہیں تو وجے (جیت) کیول ایک ہی کی ہوتی ہے۔" موہن لال نے مزاحیہ لہجے میں جواب دیا۔ جیسے مجھے وہ حقیر سمجھ رہا ہو۔ "شیشے کا بال اس سمے تک نہیں مٹ سکتا جب تک اسے چکنا چور نہ کر دیا جائے اور اس لیے میں تمہیں کبھی شما نہیں کر سکتا۔"

میں نے پھر کچھ اور نہ سوچا۔ پاربتی کا نام لے کر ایک منتر کا جاپ کیا اور موہن لال کی طرف پھونک ماری۔ موہن لال نے اگر پھرتی سے کام نہ لیا ہوتا تو وہ یقیناً اس غار میں دفن ہو جاتا جو میرے منتروں کے بیروں نے اس کے نیچے پیدا کر دیا تھا۔ بجلی کی طرح وہ چمک کر اچھلا اور زمین میں نمودار ہونے والے غار سے دور ہو گیا۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ میں نے دوسرا وار کیا، تیسرا چوتھا لیکن موہن لال انہیں بھی بچا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کسی منتر کا جاپ کر کے اپنی گردن زور سے جھٹکی۔ میری قسمت اچھی تھی کہ میں نے موہن لال کو گردن جھٹکتے دیکھ کر ہی جست لگائی اور ایک طرف ہو گیا۔ اگر ایک پل کی بھی دیر ہوتی تو میرا جل کر راکھ ہو جانا یقینی تھا۔ موہن لال کے بیر کڑکتی بجلی کی طرح اس جگہ ٹوٹ پڑے تھے جہاں میں کھڑا تھا۔ میں نے جوابی حملہ کیا لیکن موہن لال جواب پوری

طرح محتاط تھا بڑی ہی خوب صورتی سے میرا وار بچا گیا۔

میں تفصیل سے گریز کرتا ہوں ہم دونوں کے درمیان دیر تک آنکھ مچولی ہوتی رہی۔ مجھے جتنے منتر یاد تھے میں نے ایک ایک کر کے تمام موہن لال پر آزما ڈالے لیکن موہن لال برابر اپنا بچاؤ کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ اچانک جوش میں آ گیا اور مجھے شعلہ بار نگاہوں سے گھر کر بولا۔

"کرشن کمار، اور کچھ رہ گیا ہے یاد کر کوئی اور منتر یا پھر میں آرمبھ (شروع) کروں۔"

اس جملے کے ختم ہوتے ہی اس ابلیس صفت شخص نے نہ جانے کیا منتر پڑھ کر پھونکا کہ میری قوت گویائی سلب ہو گئی۔ ساتھ ہی میرے جسم کے اندر جیسے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے جن کی شدت سے نڈھال ہو کر میں زمین پر گر کر لوٹنے لگا۔ میرا جسم پھنکا جا رہا تھا۔ میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا سا پھیلنے لگا۔ ابھی میں اس کیفیت سے دوچار تھا کہ موہن لال نے گرج کر کہا۔

"کیوں کرشن کمار، اب تم اپنے بچاؤ کے لیے کیا اوپائے کرو گے۔"

میری حالت اس قدر ابتر تھی کہ مجھے کچھ بجھائی نہ دیتا تھا۔ میں کسی دم توڑتے ہوئے جانور کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ میرے حلق میں جیسے سینکڑوں کانٹے پڑ گئے تھے۔ موت کا تصور میرے کرب میں اضافہ کر رہا تھا۔

"اپنی مہان شکتی سے کام کیوں نہیں لیتے کرشن کمار؟" موہن لال نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "اگر دیوتاؤں پر سے وشواس اٹھ گیا ہے تو اپنے پیر، پیغمبروں کو آواز دو شاید وہ اس سمے تمہارے کام آ جائیں۔"

موہن لال کے اس جملے نے میرے ذہن کو تڑپا دیا۔ ایک عرصے بعد مجھے اس بات کا شدت سے خیال آیا کہ کبھی میں مسلمان تھا لیکن اب ہندو بن گیا ہوں۔ میں نے حسرت بھری نظروں سے موہن لال کی سمت دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہ کہہ سکا۔ اس وقت نہ تو مجھے پاربتی کا دھیان آیا نہ ہی دیوتاؤں کا خیال ابھرا۔ میں بڑی بے بسی کی حالت سے دوچار زمین پر پڑا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ میری جسمانی قوت ہر لحظہ جیسے گھٹتی جا رہی تھی۔ موہن لال سینہ تانے کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میری کسمپرسی پر اسے روحانی خوشی حاصل ہو رہی ہو۔

"بتاؤ کرشن کمار، میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں جو تم کہو وہی کروں۔" موہن لال نے فاتحانہ انداز میں کہا پھر بڑبڑانے لگا۔ "موت...... مگر یہ تو کوئی سزا نہ ہوئی...... ہاں ہاں۔" وہ اچھل کر بولا۔ "میں تمہیں موت کے گھاٹ اتارنے کے بجائے اندھا اور لنگڑا کر کے آزاد کر دوں گا تاکہ تم سارا جیون بھکاریوں کی طرح سنسار میں مارے مارے پھرو۔"

موت کے سرد ہاتھ ہر لمحے اپنا حلقہ میرے لیے تنگ کرتے جا رہے تھے۔ مجھے سونا گھاٹ کے

پجاری کی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ موہن لال نے مجھ نے جو کچھ کہا تھا میں اس کے تصور ہی سے بلبلا اٹھا۔ اس موذی نے میرے لیے جو سزا تجویز کی تھی۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وہ ایک ہی وار میں مجھے جان سے مار ڈالتا۔ میں چاہتا تھا کہ موہن لال کے آگے ہاتھ جوڑ کر اس سے پرارتھنا کروں کہ وہ مجھے کشٹ دے کر ختم کر دے۔ مجھے اپنی بے چارگی پر بڑا رونا آیا۔ کاش میں اس جھگڑے میں نہ پڑتا۔ میں ایک سیدھا سادہ مسلمان رہتا۔ موت کے اس دردناک وقت میں مجھے اپنا ماضی یاد آیا۔ شروع سے آخر تک کے تمام واقعات۔ مجھے اپنی ماں کا چہرہ نظر آیا۔ اپنے باپ کا...... میری اداس ماں اور غم زدہ باپ! غیر اختیاری طور پر مجھے شدت سے اپنا بچپن یاد آنے لگا۔ میں موہن لال کے دیے ہوئے عذاب میں مبتلا تھا اور بلبلا رہا تھا کہ میرے چاروں طرف مشک اور گلاب کی تیز خوشبو پھیلنے لگی۔ اس کے جھونکے نے مجھے مدہوش کر دیا۔ میرے رگ و پے میں ہونے والی جلن رفتہ رفتہ کم ہونے لگی۔ مجھ پر ایک عجیب سی غنودگی طاری ہونے لگی اور پھر ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔

''اٹھو! افضل بیگ، آنکھیں کھولو۔ موہن لال کی گندی قوت میری موجودگی میں تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔''

یکلخت مجھے ایسا لگا جیسے میری زائل ہوتی ہوئی قوت دوبارہ میرے جسم میں واپس لوٹ آئی ہو۔ میں ہمت کر کے تیزی سے اٹھا۔ وہ مردانہ اور شفیق آواز کس کی تھی۔ میں یہ نہ جان سکا لیکن یہ دیکھ کر مجھے ضرور حیرت ہوئی کہ سونا گھاٹ کا پجاری پاگلوں کی طرح دیدے پھاڑے چاروں طرف بوکھلا بوکھلا کر دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس نے بڑی خوف ناک اور بلند آواز میں کہا۔

''کرشن کمار، تم جہاں کہیں بھی ہو میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکو گے۔ راکھشش میں اب تمہیں بڑی بے دردی سے ماروں گا۔''

مجھے بڑی حیرت تھی کہ میرے سامنے ہوتے ہوئے بھی موہن لال مجھے دیکھنے سے قاصر ہے۔ معاً مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے دیوی نے اپنے کسی سیوک کو میری سہائتا کے لیے بھیجا ہو۔ مشک اور گلاب کی خوشبو بدستور میرے اطراف پھیلی ہوئی تھی۔ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میں لپک کر مکان سے باہر نکلا اور بے تحاشا بھاگنے لگا۔ مجھے وشواس تھا کہ اب جب کہ پاربتی مجھ پر مہربان ہے، دنیا کی کوئی شکتی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ خوشبو کا جھونکا برابر میرے ساتھ تھا۔ میں منزل کا تعین کیے بغیر دوڑتا رہا اور تیز... اور تیز... اور پھر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں ہوا میں تیر رہا ہوں۔ میرے ذہن پر غنودگی کا غلبہ طاری ہونے لگا۔

نہ جانے میں کب تک چلتا رہا۔ کتنے دنوں میں بھاگتا رہا۔ میری حالت پاگلوں جیسی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں دم لینے کے لیے رکا تو مجھے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ میں ہفتوں چلتے چلتے بھا...

بھاگتے بنارس میں اپنے دوست جواد علی کے گھر کے سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ میرے ذہن نے کہا کہ یہ سب دیوی کی کرپا کے کارن ہوا ہے۔ میں دل ہی دل میں دیوی کا شکریہ ادا کرتا ہوا جواد علی کے مکان میں داخل ہو گیا۔ جواد اس وقت گھر پر ہی تھا۔ مجھے اچانک دیکھ کر دوڑ کر لپٹ گیا اور بولا۔

''افضل بیگ، تم اس وقت اچانک آ گئے۔ یقین کرو میں اس روز سے بہت مضطرب تھا۔ جس روز پولیس تمہیں گرفتار کر کے لے گئی تھی۔ تمہارا اشارہ پا کر میں چلا تو آیا، لیکن میرا ضمیر برابر مجھے ملامت کر رہا۔ تم بتاؤ تمہارے اوپر کیا گزری؟ اس کے بعد میں تمہیں ایک خوش خبری سناؤں گا۔''

''جواد، میں اس وقت بہت زیادہ پریشان ہوں۔ میں ہفتوں سے مسلسل پیدل چل رہا ہوں۔ اس وقت تم مجھ سے کوئی بات مت کرو۔'' میں نے جھنجھلا کر کہا۔ ''اگر ہو سکے تو میرے نہانے کا بندوبست کر دو۔ میں پاربتی کے لیے ایک جاپ کرنا چاہتا ہوں۔''

''افضل بیگ۔'' جواد نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ ''کیا تم نے واقعی یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اب تم ہمیشہ اپنے مذہب سے دور رہو گے۔ میں تمہارا دوست ہوں اور سچی بات کہوں گا کہ مجھے تمہارا یہ روپ قطعاً پسند نہیں۔''

''جواد دھرم کی باتوں کو تم مجھ سے زیادہ نہیں سمجھ سکتے۔ دیوی دیوتاؤں کی شکتی مہان ہے۔''

''مجھے معلوم ہے افضل بیگ کہ تم بہت دور جا چکے ہو لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ تم نے ایک غلط راستے کا انتخاب کیا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام ایک مکمل مذہب ہے۔ خدا کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں۔ تم بہک گئے ہو افضل بیگ۔ میرے دوست یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟''

میں مسکرا کر اس کی بات ڈالتا رہا۔ پھر بولا۔ ''ہاں یہ بتاؤ کہ وہ خوش خبری کیا تھی؟''

''افضل بیگ، تمہارے جانے کے بعد کلکتے میں تمہاری بڑی دھوم مچی۔ وہ طوائف تو ریشہ خطمی ہو گئی۔ میں ایک بار تمہاری عدم موجودگی میں اس کے ہاں گیا۔ وہ مجھ سے اس قدر متاثر و مرعوب ہو گئی تھی کہ میں نے جونہی اس سے اس کی زندگی کو چھوڑنے اور اپنے ساتھ شادی کرنے کو کہا، افضل بیگ حیرت ہے، وہ دو تین ملاقاتوں کے بعد تیار ہو گئی اور میں لڑ جھگڑ کر اسے اپنے گھر لے آیا۔ میں نے اس سے نکاح کیا اور اب وہ تمہاری بھابی کی حیثیت سے اس گھر میں موجود ہے۔ اس کی تو زندگی بدل گئی ہے۔ وہ پانچوں وقت نماز پڑھتی ہے اور باقاعدہ پردہ کرتی ہے۔ سچ جانو میری زندگی میں خوشیاں لوٹ آئی ہیں۔ میں اس سے بے حد محبت کرتا ہوں اور وہ بھی مجھ سے۔ یہ سب تمہاری بدولت ہوا ہے ورنہ میں تو بہت مایوس زندگی گزار رہا تھا۔''

''اچھا تو یہ بڑی حیرت انگیز خبر ہے مگر وہ اس قدر جلد کیسے راضی ہو گئی۔ وہ تو تم سے نفرت کرتی تھی۔''

''ہاں ..... مگر پیارے، لگن سچی ہو تو سخت سے سخت دل بھی بدل جاتے ہیں۔ میں اس کے پاس گیا اور اس نے اس کی موجودہ زندگی کے برے عواقب کی طرف توجہ دلائی اور کہا تمہارے حسن کی زندگی چندروزہ ہے۔ اس کے بعد اندھیرے تمہارے مقدر میں ہیں۔ بات چونکہ دل سے کہی گئی تھی اس لئے اس کی سمجھ میں آ گئی اور وہ اپنی سابقہ زندگی پر لعنت بھیج کر میرے ساتھ چلی آئی۔ وہ بہت عظیم ہے افضل بیگ۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے ایک عورت کو پابند شرع کیا۔ میں نے اسے مسلمان بنایا اور اب وہ میرے دل کی رانی ہے۔'' جواد نے جوشیلے انداز میں کہا جیسے وہ کوئی مبلغ دین ہو۔

''جواد ..... جاپ کے بعد میں بھابی سے ملوں گا۔ تم میرے لیے نہانے کا پہلے بندوبست کر دو۔ اس کے بعد تفصیل سے باتیں ہوں گی اور سنو میرے جاپ میں مخل نہ ہونا۔ چاہے مجھے کتنے دن گزر جائیں۔''

جواد دیر تک مجھے نصیحتیں کرتا رہا لیکن میں نے اس کی کسی بات پر کوئی دھیان نہ دیا۔ پاربتی کی مہان شکتی کے سامنے تمام شکتیاں ہیچ معلوم ہونے لگی تھیں چنانچہ میں نے جواد کی باتوں کو نظر انداز کر کے جلدی سے اشنان کیا اور باہر کی بیٹھک کو اندر سے بند کر کے دیوی کے لیے جاپ شروع کر دیا۔ مجھے وشواس تھا کہ جب تک میں جاپ میں مگن رہوں گا موہن لال میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اس کے علاوہ میں پاربتی کے درشن سے اپنے من کی پیاس بھی بجھانا چاہتا تھا۔ میں کتنے دنوں تک بھوکا پیاسا دیوی کے لیے جاپ کرتا رہا، مجھے یاد نہیں۔ بہرحال جب میں نے جاپ ختم کیا تو طاقت کی عظیم دیوی پاربتی میرے سامنے کھڑی تھی۔ صندلی خوشبو کی تیز مہک میرے دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی۔ وہی جلال، وہی دبدبہ، وہی تمکنت پاربتی میرے سامنے تھی۔

میں عالم بے خودی میں دیوی کے درشن کر رہا تھا۔ مجھے اس بات پر تعجب تھا کہ پاربتی کے حسین و جمیل چہرے پر وہ پہلے جیسی شگفتگی کیوں نہیں ہے جو میں ہمیشہ دیکھتا تھا۔ اس وقت وہ کسی سوچ میں غرق تھی۔ کچھ دیر تک میرے کمرے میں مکمل خاموشی رہی پھر پاربتی کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی جیسی گھنٹیاں بج اٹھی ہوں۔ جیسی فضا میں کسی نے موسیقی گھول دی ہو۔

''کرشن کمار، تم نے من کی گہرائیوں سے میرے درشن کی آشا کی تھی اس لیے میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ پرنتو جو کچھ تمہارے بھاگ میں لکھا ہے، وہ اوش پورا ہو گا۔''

''دیوی۔'' میں نے گڑگڑا کر کہا۔ ''تیرا سیوک دھرتی کے سارے کشٹ برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن تیرا دیوگ (جدائی) مجھے منظور نہیں۔ میں تیری بھگتی کو اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔ مجھ پر دیا کرو اور مجھے اپنے چرنوں میں جیون بتانے کی آ گیا ہوں۔ اس کے سوا مجھے اور کچھ نہیں چاہئے۔''

''کرشن کمار۔'' پاربتی نے میری حالت دیکھ کر قدرے نرم لہجے میں کہا۔ ''تمہارے من کے اجلے

پن سے میں بہت پرسن (خوش) ہوں پرنتو اب تم میرے استھان پر نہیں رہ سکتے۔''

''دیوی ..... دیوی ..... ایسا نہ کہہ دیوی۔'' میں نے آگے بڑھ کر پاربتی کے چرن چھونے چاہے تو وہ تیزی سے مجھ سے دور ہو گئی اور کسی قدر روکھی آواز میں بولی۔ ''کرشن کمار، اب تم آزاد ہو۔ جو جی میں آئے کرو۔''

''نہیں دیوی۔ نہیں۔ تجھے شیو جی مہاراج کی سوگند ایسا نہ کہہ۔'' میں نے تڑپ کر کہا۔ ''تیرے کارن میں نے بہت کشٹ اٹھائے ہیں۔ بڑی بڑی کٹھنائیوں کو ہنسی خوشی جھیلا ہے اس لیے نہیں کہ تجھے پانے کے بعد کھو دوں۔''

''بھاگ کا لکھا اٹل ہوتا ہے کرشن کمار۔'' پاربتی نے خشک آواز میں جواب دیا پھر اچانک وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

اس وقت میری دل پر جو گزری تھی، وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اس خیال سے وحشت ہو رہی تھی کہ اب میں پاربتی کے استھان پر کبھی نہ جا سکوں گا۔ میرا جسم لرزنے لگا۔ میں چیخنے لگا۔ دیوانوں کی مانند۔ میری آنکھوں سے بے تحاشا آنسو رواں تھے۔ میری چیخ و پکار سن کر دروازے پر کسی نے زور سے دستک دینی شروع کر دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ جواد نے مجھے سر سے پاؤں تک لغو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اتنے دنوں تک تم بیٹھک میں بند کیا کرتے رہے؟ میں نے کئی بار دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کوئی جواب نہ ملا اور یہ تم نے اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے۔ تم رو کیوں رہے ہو۔ تم اپنی بھابی سے بھی نہیں ملے۔''

''مجھے میرے حال پر چھوڑ دو جواد۔ تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔'' میں نے بجھی آواز میں جواب دیا تو جواد چراغ پا ہو گیا۔

''افضل بیگ، اب تک تم نے اپنی من مانی کر لی لیکن اب میں تم کو غلط راستے پر نہیں چلنے دوں گا۔ ایک سچے دوست کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ تمہیں غلط راستے پر چلنے سے روکوں۔''

جواد نہ جانے کیا کچھ بکتا رہا۔ میں نے اس کی بات پر کوئی دھیان نہیں دیا اور دیتا بھی کیسے جب کہ پاربتی کے فراق کے تصور نے مجھے نیم مردہ کر دیا تھا۔ میں اپنے خیالوں میں ڈوبا آسمان کو تک رہا تھا کہ جواد کی کربناک چیخ نے مجھے چونکا کر رکھ دیا۔ میں نے اس کی طرف نظریں گھما کر دیکھا تو ششدر رہ گیا۔ جواد دونوں ہاتھوں کو اپنے گلے پر رکھے خوفناک آواز میں چلا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید کرب نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ قبل اس کے کہ میں کچھ کہہ سکتا، جواد کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ ایک لمحے تک وہ موت سے جان بچانے کی کوشش میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا پھر اس کا جسم اکڑ گیا۔ میرا عزیز دوست مر چکا تھا۔ جواد کی بیوی اس کی ہولناک چیخ

سن کر دوڑی ہوئی اندر آئی اور اس کی حالت دیکھ کر بین کرنے لگی۔ وہ مجھ سے بری طرح لپٹ گئی۔

''انہیں کیا ہو گیا، سادھو مہاراج انہیں کیا ہو گا۔'' وہ اپنا سر پیٹنے لگی۔ ''میں انہیں آپ سے لوں گی۔''

میں سکتے کے عالم میں کھڑا اپنے دوست کی لاش کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا کہ ایک گرج دار آواز ابھری۔

''کرشن کمار، اب سنسار کی کوئی شکتی تمہیں میرے ہاتھوں سے نہیں بچا سکتی۔''

میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو موہن لال اپنے ہیبت ناک چہرے کے ساتھ میرے سامنے کھڑا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر لگی کہ جواد کے اچانک مرنے میں کس کا ہاتھ ہے؟ میرے دوست کا قاتل اس وقت میری نظروں کے سامنے موجود تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے بھول گیا کہ موہن لال دو بار مجھے بے بس کر چکا ہے۔ صرف ایک ہی خیال میرے ذہن میں کچوکے لگا رہا تھا۔ ''موہن لال جواد کا قاتل ہے۔'' میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت تیز ہو گئی۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے بڑی نفرت سے موہن لال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''موہن لال، بلوان کبھی دھوکے سے کسی پر وار نہیں کرتا۔ تم کمینے ہو موہن لال تم نیچ ہو۔ تمہیں میرے بے گناہ دوست پر چوری چھپے حملہ کرتے ہوئے لاج بھی نہ آئی۔ کیا مہان پجاری ایسے ہی اٹھائی گیر ہوتے ہیں۔''

''کرشن کمار، دھیرج سے کام لو۔'' موہن لال نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ تمہیں اپنے متر (دوست) کے مرنے سے دکھ پہنچا ہے لیکن گھبراؤ نہیں میں تمہاری آتما کو بھی تمہارے متر کے پاس پہنچائے دیتا ہوں اور اس خوب صورت ویشیا کو بھی جو تمہارا دوست اٹھا کر لے آیا تھا۔ تم تینوں نرک میں سکھی رہو گے۔''

''موہن لال، تم پجاری نہیں بلکہ راکھشش ہو...... پاپی...... مہا پاپی۔'' میں تلملا کر بولا پھر میں نے جواد کی بیوی کو اپنے سینے سے ہٹایا اور اسے دوسرے کمرے میں جانے کا حکم دیا۔ ''میں اس سے نمٹتا ہوں۔'' میں نے غصے سے کہا اور آگم بتیال کا ایک منتر پڑھ کر موہن لال کی طرف پھونک ماری جواد کی بیوی لرزتی اور روتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

موہن لال پوری طرح محتاط تھا لیکن اس سے پیشتر کہ وہ میرے حملے کا کوئی توڑ کر پاتا میرے بیروں نے اسے گھیر لیا اور سر سے بلند کر کے پختہ فرش پر دے مارا۔ موہن لال کی کربناک چیخ سنائی دی تو میں غصے سے اور دیوانہ ہو گیا۔ میں نے فوراً ہی دوسرا جاپ شروع کر دیا۔ موہن لال زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ قلابازی کھاتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔

میں نے اسے سنبھلنے کی مہلت نہ دی اور تیسرا منتر پڑھ کر پھونکا۔ جس جگہ موہن لال پڑا تھا وہاں کی چھت کا ایک وزنی پتھر ٹوٹ کر نیچے گرا لیکن اتنی دیر میں حیرت انگیز پھرتی سے موہن لال خود کو بچا گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ اچھل کر میرے قریب آیا اور مجھ سے گتھ گیا۔ جسمانی طور پر وہ مجھ سے کہیں زیادہ طاقت ور تھا اس لیے جب اس نے مجھے اپنے آہنی شکنجے میں جکڑا تو مجھے یوں لگا جیسے میری پسلیاں چیخ رہی ہوں۔ سانس سینے میں گھٹنے لگا۔ وہ منتر کو چھوڑ کر جسمانی جنگ پر اتر آیا تھا۔ اسے وشواش تھا کہ اس طرح وہ مجھے پچھاڑ کر رکھ دے گا لیکن یہی اس کی بھول تھی۔ جس سے میں نے فائدہ اٹھایا اور ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرے بیروں نے خطرناک صورتوں میں نمودار ہو کر موہن لال پر پشت سے اتنا شدید حملہ کیا کہ وہ بلبلا اٹھا مگر فوراً ہی پلٹ کر اس نے میرے حملے کا توڑ کر دیا۔

میرے بیر ایک ایک کر کے ختم ہونے لگے۔ موہن لال غضب ناک انداز میں کسی شیر کی طرح دہاڑ رہا تھا۔ جواد کی موت نے مجھے اس قدر متاثر کیا تھا کہ میں بھی اپنے آپے میں نہیں تھا۔ میں نے ابھی اس کی نوجوان بیوی کی آہ و زاری دیکھی تھی۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اب موہن لال سے دو ٹوک فیصلہ کرنا ضروری ہے۔

ایک آخری معرکہ۔ چنانچہ میں اپنی جگہ کسی آہنی چٹان کی مانند جما کھڑا رہا۔ موہن لال میرے بیروں کو ٹھکانے لگانے کے بعد میری سمت پلٹا تو میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''موہن لال، تم نے میرے عزیز دوست کو دھوکے سے مار کر پجاریوں کے نام پر کلنک کا ٹیکا لگایا ہے۔ یوں بھی جھگڑا میرا اور تمہارا تھا نہ کہ میرے دوست کا۔ اب تک میں تم سے اس لیے دور بھاگتا رہا کہ مجھے دیوی کے سوا کسی اور بات کی چنتا نہیں تھی۔ پرنتو اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔'' میں نے دانت کچکچا کر کہا۔

''کرشن کمار، میری آشا بھی یہی ہے کہ ہم دونوں میں سے ایک زندہ رہے۔ پرنتو یاد رکھو۔ وجے اسے پراپت ہو گی جو تجربہ کار ہو گا۔ تم مہان ہو پر ابھی بالک ہو۔''

موہن لال کے اس جملے نے مجھے چونکا دیا۔ میں بظاہر اسے گھورتا رہا لیکن دل ہی دل میں، میں نے ایک ایسے منتر کا جاپ کر کے اپنے گرد حصار کر لیا جس کے اندر سونا گھاٹ کے پجاری کی شکتی اور اس کے بیر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ چند لمحے تک موہن لال مجھے خونخوار نظروں سے دیکھتا رہا پھر حقارت سے بولا۔

''کیا وچار ہے کرشن کمار، کیا تمہیں اپنی جیت کا وشواس نہیں ہے؟''

''غلط سوچ رہے ہو تم۔'' میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ ''تمہاری طرح اگر میرے من میں بھی کھوٹ ہوتا تو میں تمہیں اسی سمے ٹھکانے لگا دیتا جب تم میرے بیروں سے لڑ رہے تھے۔ پرنتو دھوکا

دے کر مارنا بلوانوں کو شوبھا نہیں دیتا۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے تم اپنے جنتر منتر آزما لو پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ زیادہ تجربہ کار کون ہے۔''

''آگے بڑھو کرشن کمار۔'' موہن لال زہر خند سے بولا لیکن میں نے کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ بڑی سنجیدگی سے اس کی سرخ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''تم مجھ پر وار کرنے سے جھجک کیوں رہے ہو؟ آج فیصلے کا دن ہے موہن لال تم یا میں۔''

موہن لال میرا جملہ سن کر بھڑک اٹھا اور میں یہی چاہتا تھا کہ وہ غصے میں آپے سے باہر ہو جائے۔ ایسی صورت میں ظاہر تھا کہ وہ اناپ شناپ حرکتیں کرتا جس کا توڑ میں پہلے ہی کر چکا تھا۔ چنانچہ جب موہن لال نے غصے میں پہلا وار کیا تو مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ موہن لال نے تلملا کر دوسرا منتر پڑھ کر میری طرف پھونکا۔ اس کے منتر کے خطرناک بیر نمودار ہو کر میری طرف لپکے لیکن حصار سے ٹکرا کر بھسم ہو گئے۔ موہن لال چونکہ شدید غصے کی حالت میں تھا اس لیے منڈل (حصار) کے امکانات پر غور کرنے کے بجائے یہی سمجھ بیٹھا کہ میں بھی کسی جنتر منتر کے زور سے اس کے حملے کا توڑ کر رہا ہوں چنانچہ وہ جھلا کر اور جلدی بازی میں مجھ پر پے در پے وار کرنے لگا لیکن اسے اپنے مقصد میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مجھے اس وقت جہاں اس بات کی خوشی تھی کہ سونا گھاٹ کا پجاری میرے مقابلے میں کمزور پڑ رہا تھا وہاں اس بات کا افسوس بھی ہو رہا تھا کہ میں نے پہلے حصار والے نسخے کو کیوں نہیں آزمایا۔ بہر حال میں اپنی جگہ سینہ تانے کھڑا رہا۔ موہن لال جب اپنے سارے منتر آزما چکا تو میں نے اسے مزید تاؤ دلانے کے لیے مسکرا کر کہا۔

''کیوں موہن لال، اب کیا وچار ہے تمہارا۔ میری ناتجربہ کاری تم نے دیکھی۔ اب تو تمہیں اپنے چیلے پر مان کرنا چاہئے۔''

موہن لال چپ چاپ کھڑا جواب دینے کے بجائے مجھے زہر پاش نظروں سے دیکھتا رہا۔ اس وقت وہ شدید غصے کی حالت سے دوچار تھا۔ اس کا بدن کپکپا رہا تھا۔ میں نے اس کی ہنسی اڑاتے ہوئے کہا۔

''مہاراج، اپنے ہونٹوں کو کیوں کشٹ دے رہے ہو، مانا کہ تم گرو ہو کر اپنے چیلے سے ہار تسلیم کر رہے ہو۔ تم نے تو اپنا سارا جیون دیوی دیوتاؤں کی سیوا کرنے میں تیاگ دیا ہے۔ لاکھوں جنتر منتر اور بیر بلاؤں کے مالک ہو پھر یہ تمہارے چہرے پر ناکامی کا راج کس لیے مہاراج۔ یہ نراشا کیوں موہن لال جی مہاراج۔''

موہن لال نے تڑپ کر پھر مجھ پر حملے کرنے شروع کر دیے لیکن میں چونکہ حصار میں تھا اس لیے اس بار بھی موہن لال کے سارے منتر بیکار گئے۔ معاً خیال آیا کہ دشمن کے ساتھ رعایت برتنا دانش

مندی کے منافی ہے۔ میرا مقابلہ اس وقت کسی معمولی پنڈت یا پجاری سے نہیں بلکہ سونا گھاٹ کے مہاراج پجاری سے تھا۔ وہی موہن لال جس نے مجھے ایک عرصے تک جسمانی اور روحانی اذیتوں سے دوچار رکھا تھا۔ جو مردہ جسموں میں بھی آتما ڈالنے کی شکتی رکھتا تھا۔ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی میں نے تیور بدل کر اسے مخاطب کیا۔

''بس بس...... بہت ہو چکا مہاراج...... تمہاری جھولی میں جو کچھ تھا تم اسے آزما چکے ہو اب میری باری ہے۔''

اتنا کہہ کر میں نے ایک منتر پڑھ کر پھونکا تو میرے بیروں نے اس ہٹے کٹے پجاری کو اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ موہن لال تڑپ کر اٹھا لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کوئی توڑ کرتا میں نے دوسرا حملہ کر دیا۔ موہن لال میرے پہلے منتر کا توڑ کر ہی رہا تھا کہ دوسرے حملے نے اسے بے بس کر دیا۔ وہ تیورا کر زمین پر گرا۔ اس کی ناک اور منہ سے خون کا فوارا ابل پڑا۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تیسرا حملہ کیا۔ موہن لال پر دہکتے ہوئے انگاروں کی بارش شروع ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ میرے بیروں سے نجات نہیں حاصل کر سکے گا لیکن موہن لال نے زمین پر لوٹتے لوٹتے نہ جانے کیا منتر پڑھا کہ ایک لمحے کے لیے وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے غائب ہوتے ہی میرے بیر بھی غائب ہو گئے۔

میں ایک لمحے تک ششدر کھڑا رہا۔ موہن لال کے غائب ہو جانے کا مطلب یہی تھا کہ وہ وقتی طور پر مجھ سے ڈر کر بھاگ گیا ہے لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ آئندہ بھی مجھ سے خوف زدہ رہے گا چنانچہ فوری طور پر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے جتنی جلد ممکن ہو سکے ٹھکانے لگا دیا جائے مبادا وہ کوئی تیاری کر سکے۔ اپنے حصار سے میں باہر اس لیے نہیں نکلا کہ مجھے شبہ تھا کہ کہیں موہن لال کو منڈل کا راز نہ معلوم ہو گیا ہو اور وہ کہیں قریب ہی چھپا اس بات کا منتظر ہو کہ میں حصار سے باہر آؤں اور وہ مجھ پر بھرپور حملہ کر سکے۔ حالات کا تقاضا یہی تھا کہ میں حصار سے باہر آنے سے پیشتر یہ معلوم کر سکوں کہ موہن لال کہاں موجود ہے۔ چنانچہ میں نے پاربتی کا شبھ نام لے کر ایک منتر کا جاپ کیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

آنکھیں بند کرتے ہی کچھ دیر تک اندھیرا طاری رہا تاریکی کے بادل چھٹے تو میں نے دیکھا کہ موہن لال بنارس ہی میں گنگا کے کنارے بیٹھا اپنے زخم دھونے میں مصروف ہے۔ اس کے چہرے پر اس وقت غضب ناک تاثرات موجود تھے۔ وہ اپنے آپ میں محو تھا لیکن جیسے ہی میرے اور اس کے درمیان اندھیرے چھٹے وہ یوں چونکا جیسے کسی بچھو نے اسے ڈنک مار دیا ہو۔

''موہن لال......'' میں نے اپنی ماورائی قوت بروئے کار لاتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ ''کیا تمہیں اس بات پر وشواس ہے کہ تم زیادہ دنوں تک میرے کشٹ سے مکتی حاصل کر سکو گے؟''

جواب دینے کے بجائے موہن لال نے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو ہمارے درمیان اندھیرا پھیل

گیا۔ مجھے ایک بار پھر بڑی شدت سے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ اگر میں نے اسے مخاطب کرنے کی بجائے خاموشی سے جالیا ہوتا تو اپنے مقصد میں باآسانی کامیاب ہوسکتا تھا لیکن اسے چوکنا کر کے مجھ سے یقیناً بھول ہوگئی تھی۔ کچھ دیر تک میں اپنے کئے پر پچھتا تا رہا پھر میں حصار سے باہر آیا اور اس سمت چل دیا جہاں میں نے موہن لال کو دیکھا تھا مگر جیسا کہ مجھے یقین تھا موہن لال مجھے وہاں نہیں ملا۔ میں نے ایک بار پھر وہی عمل کیا جس کے ذریعے موہن لال کو دیکھ چکا تھا حالانکہ مجھے قطعی امید نہیں تھی کہ میں اپنے ارادے میں کامیاب ہوسکوں گا لیکن یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ میرا عمل ضائع نہیں ہوا۔ موہن لال اس وقت پرانے مندر میں بیٹھا کسی جاپ میں مصروف تھا۔ میں نے مندر کے جائے وقوع پر غور کیا پھر فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ اب میں پوری طرح سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری سے ٹکرانے کا ارادہ کر کے اس مندر کی طرف چل دیا۔

جس وقت میں مندر کے دروازے پر پہنچا اس وقت بھی موہن لال اپنے جاپ میں مگن تھا۔ میں نے خاموشی سے شیو جی مہاراج کا شبھ نام لے کر وہی منڈل اپنے گرد قائم کیا جس کے اندر سنسار کی کوئی شکتی میرا بال بھی بیکا نہیں کرسکتی تھی۔ خود کو محفوظ کرنے کے بعد میرا جی چاہا کہ ایک ہی وار میں موہن لال کا کام تمام کردوں مگر میرا ضمیر اس پر آمادہ نہ ہوا چنانچہ میں نے موہن لال کو للکار کر سرد لہجے میں کہا۔

''اٹھو مہاراج، تمہارا برا سمے آچکا ہے۔ اب کوئی جاپ یا جنتر منتر تمہارے کام نہیں آئے گا۔''

موہن لال میری آواز سن کر فوراً اٹھ کھڑا ہوا اس کی آنکھوں سے شعلے ابل رہے تھے۔ پتلیوں کے اندر گندے بیروں کا شیطانی رقص جاری تھا۔ وہ مجھے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے اپنی برتری کا احساس دلانے کی خاطر کہا۔

''کیا دیکھ رہے ہو مہاراج۔ میں وہی کرشن کمار ہوں جس کو تم نے اندھا اور لنگڑا کر کے سنسار میں بھیک مانگنے پر مجبور کردینے کے سپنے دیکھے تھے۔''

''کرشن کمار۔'' موہن لال کسی خون آشام درندے کی طرح چیخ اٹھا۔ ''میں تمہیں ایسا کشٹ دوں گا کہ دیوتاؤں کی آتما بھی تڑپ اٹھے گی۔ میں نے تجھ جیسے پاپی پر اب تک دیا کر کے بھول کی تھی پرنتو اب دیوی کی شکتی بھی تجھے میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتی۔''

موہن لال غصے میں اناپ شناپ بکتا رہا۔ اس نے دیوی کو بھی برا بھلا کہہ ڈالا۔ میں جو دیوی کا سچا سیوک تھا موہن لال کی باتوں کو برداشت نہ کرسکا اور آگ بگولا ہو کر میں نے ایک منتر پڑھ کر اس کی جانب پھونک دیا۔ میرا پھونکنا تھا کہ سونا گھاٹ کا پجاری اچھل کر سر کے بل نیچے گرا اور کربناک انداز میں دہاڑنے لگا۔ پیشتر اس کے کہ وہ اپنے بچاؤ کا کوئی اوپائے کرتا میں نے دوسرا وار کیا۔ موہن لال پر دہکتے شعلوں کی بارش شروع کردی۔ اس کی دلدوز چیخیں سن کر میرا دل بھی لرز اٹھا۔ کچھ دیر بعد شعلوں کی بارش

ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ سونا گھاٹ کا پجاری مندر کی ناہموار زمین پر پڑا پچھاڑیں کھا رہا تھا۔ اس کے تمام جسم پر کوڑھ کے دھبے نمودار ہوگئے تھے جن سے مواد اور پیپ بہہ رہی تھی۔ مندر میں تعفن پھوٹ رہا تھا۔ اس کا چہرہ اس قدر کریہہ ہوگیا تھا کہ میں نے جلدی سے اپنی نگاہیں دوسری طرف پھیر لیں۔ ٹھیک اسی وقت موہن لال کی دردناک آواز ابھری۔

''کرشن کمار، مجھے شما کردو۔ میں ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتا ہوں کہ اپنا کشٹ واپس لے لو۔ میں تم سے دیا کی بھکشا مانگتا ہوں۔ تم سچ مچ مہان ہو۔ میں دیوی کی سوگندھ کھا کر وچن دیتا ہوں کہ اب سدا تم کو گرو سمجھوں گا۔ سارا جیون تمہارے پوتر چرنوں کو دھو دھو کر پیوں گا۔ میں تمہیں شیو جی مہاراج کی مہان شکتی کا واسطہ دیتا ہوں اپنا شراپ واپس لے لو۔''

موہن لال مجھ سے گڑگڑا کر رحم کی درخواست کر رہا تھا لیکن میرے کان جیسے بہرے ہو چکے تھے۔ مجھے وہ تمام اذیتیں یاد تھیں جو اس بدبخت شخص نے مجھے پہنچائی تھیں اس کے علاوہ مجھے یہ خیال بھی تھا کہ موہن لال کے مر جانے کے بعد میں پاربتی کا تنہا سیوک رہ جاؤں گا اور اپنی شکتی سے جو چاہوں گا کروں گا۔ سونا گھاٹ کے پجاری کے قول و فعل کا بھی مجھے مطلق اعتبار نہیں تھا اس لیے میں نے اس کی بنتی پر کوئی دھیان نہیں دیا۔ البتہ اسے کرب میں دیکھ کر میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اسے تکلیف سے نجات دلا دوں۔ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میں نے ایک منتر پڑھ کر اس کی جانب پھونک دیا۔ موہن لال کے حلق سے ابھرنے والی چیخ اتنی دردناک اور بھیانک تھی کہ دھرتی تک لرز اٹھی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری مرضی کے عین مطابق تھا۔ سونا گھاٹ کا پجاری ایک لمحے تک ہاتھ پاؤں مارتا رہا پھر اس کا جسم اکڑ کر ٹھنڈا پڑ گیا اس کی آتما اس کے شریر سے اپنے سارے سمبندھ (رشتے) توڑ چکی تھی۔

میں نے موہن لال کی لاش پر آخری نظر ڈالی پھر مندر سے باہر آ گیا۔ اپنی جیت پر جتنا بھی گھمنڈ کرتا کم تھا۔ میں نے ایسے موذی کو مارا تھا جس نے دیوی دیوتاؤں کی سیوا میں اپنا جیون تیاگ دیا تھا۔ اس کی موت کے بعد میں اب آزاد تھا۔ اب دھرتی پر کوئی ایسا بلوان نہیں بچا تھا جو میری شکتی سے ٹکرانے کی ہمت کرسکتا۔ اب کوئی میرا دشمن نہیں تھا۔ میرے راستے کی تمام رکاوٹیں ختم ہو چکی تھیں۔ میں ہر طرح سے آزاد تھا۔ دیوی اور شیو جی مہاراج کے علاوہ سارا سنسار اب میری مٹھی میں تھا۔ میں جسے چاہتا اپنی پلکوں کی ایک جنبش سے تہس نہس کرسکتا تھا۔

موہن لال کو ٹھکانے لگانے کے بعد میں سیدھا جواد علی کے مکان پر واپس آیا۔ میری کامیابی میں جواد غریب کی موت کو سب سے زیادہ دخل تھا۔ موہن لال نے میرے بے قصور دوست کو مار کر میری غیرت کو للکارا تھا۔ جواد علی کے گھر پہنچ کر میں خاموش کھڑا بڑی دیر تک اس کی لاش کو عقیدت بھری نظروں

سے دیکھتا رہا اور اس کی نوجوان بیوی کو صبر کی تلقین کی۔

وہ بار بار بے ہوش ہوئی جاتی تھی۔ میں نے اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا مگر اس نے انکار کر دیا کہ وہ عدت کے بعد ہی یہاں سے جا سکتی ہے۔ وہ اپنے شوہر سے کس قدر محبت کرتی تھی، اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ اس نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر جواد کو اپنایا تھا۔ وہ خوشی کے چند دن ہی دیکھ سکی۔ میں نے اسے کافی رقم دی اور کہا کہ میں سونا گھاٹ سے واپس آؤں گا تو اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ ماتمی لباس میں اس کا سوگوار حسن مجھے تڑپائے ڈالتا تھا۔ میں خود کو مجرم سمجھ رہا تھا۔ میں نے چپ چپاتے جواد کی تجہیز و تکفین کرائی اور سونا گھاٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں وہاں کے پنڈت اور پجاریوں کو باور کرانا چاہتا تھا کہ موہن لال جسے وہ اپنا مہان دیوتا اور نجات دہندہ سمجھتے تھے میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکا ہے۔

سونا گھاٹ پہنچ کر فاتحانہ انداز میں، میں اسی پرانے مندر میں گیا جسے موہن لال نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا۔ مندر کے بڑے پجاری کو میں نے موہن لال کی موت کی خبر سنائی تو وہ یوں آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا جیسے اسے میرے بیان پر یقین نہ آیا ہو۔

''میری بات کا وشواس کرو پجاری۔ موہن لال اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔'' میں نے پجاری سے سخت لہجے میں کہا تو وہ جھرجھری لے کر بولا۔

''مہاراج، میں تمہاری بات پر وشواس کر لیتا ہوں پرنتو یہاں کے دوسرے پنڈت اور پجاری کبھی نہ مانیں گے۔''

''اچھا۔'' میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''تم آج سورج ڈھلنے کے بعد سونا گھاٹ کے تمام پنڈت پجاری اور دھرماتماؤں کو اکٹھا کر لو۔ میں ان مورکھوں کو بتاؤں گا کہ وہ اب تک جسے مہان سمجھ کر جس کی پوجا کرتے تھے، وہ مر چکا ہے۔''

مندر کا بوڑھا پجاری خاموشی سے میرے سامنے سے چلا گیا۔

موہن لال کی موت کی خبر نے سونا گھاٹ کی بنیادیں تک ہلا دیں۔ کسی کو اس بات پر یقین نہیں آیا تھا کہ میں نے موہن لال کو شکست دی ہو گی بہرحال بڑے پجاری کے کہنے پر سورج غروب ہوتے ہی بڑے مندر کے وسیع و عریض چبوترے پر سارے پنڈت پجاری اور سادھو جمع ہو گئے۔ مندر کے سامنے لوگوں کا ہجوم کھڑا تھا۔ بڑے پجاری نے جب مجھے بتایا کہ میرے حکم کی تعمیل ہو چکی ہے تو میں بڑی شان سے سینہ تانے پرانے تہ خانے سے باہر آیا جہاں موہن لال کی موت پر چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں لیکن میری صورت دیکھتے ہی جیسے ان سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ مجمع پر گہرا سناٹا طاری ہو گیا مگر ان نگاہوں میں میرے لیے نفرت و حقارت کا جذبہ جھلک رہا تھا۔

میں مجمع پر سرسری نظر ڈالتا ایک اونچے مقام پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے مختصر الفظوں اور پُر اثر انداز میں موہن لال کی موت کے بارے میں انہیں بتایا تو چبوترے پر موجود پجاریوں اور پنڈتوں میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔ چند منٹ تک کوئی کچھ نہ بولا پھر ایک عمر رسیدہ پجاری آگے بڑھا اور میرے سامنے آ کر کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

''مہاراج، تم نے جو کچھ کہا ہم نے سن لیا لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ موہن لال جی مہاراج کا خاتمہ ہو چکا ہے۔''

میں نے سن رسیدہ پجاری کو حقارت بھری نظروں سے دیکھا۔ اس کی گستاخی پر میرا جی چاہا کہ میں اسے بھسم کر دوں لیکن اس خیال سے کہ میرا اور اس کا بھلا کیا مقابلہ، میں نے اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد میں نے ایک منتر کا جاپ شروع کر دیا۔ جتنی دیر تک میں جاپ کرتا رہا مجمع پر سکوت طاری رہا پھر اس وقت مجمع میں کھلبلی مچ گئی جب اچانک انہوں نے موہن لال کی لاش کو چبوترے پر اپنے درمیان پڑا پایا۔ میرے منتر کے بیر پلک جھپکتے میں موہن لال کی لاش کو بنارس سے سونا گھاٹ اٹھا لائے تھے۔

پنڈت، پجاری اور سادھوؤں کو جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔ ان کی پتھرائی ہوئی نظریں موہن لال کی اکڑی ہوئی لاش پر جمی ہوئی تھیں۔ کافی دیر تک یہی کیفیت رہی پھر تمام پجاریوں اور پنڈتوں نے آگے بڑھ کر مجھے گھیر لیا اور میرے نام کی جے جے کار شروع ہو گئی۔ میں ایک فاتح کی حیثیت سے سربلند کیے ان نعروں کو سنتا رہا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے دھرتی پر رینگنے والے یہ حقیر پنڈت اور پجاری میری مہان شکتی سے پناہ مانگ رہے ہیں۔ چند لمحے تک میں خاموش کھڑا ان کے نعروں کو سنتا رہا پھر ان پر نفرت و حقارت کی نظر ڈالتا ہوا تہ خانے میں واپس گیا۔ پنڈت پجاریوں نے میری آگیا حاصل کر کے سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری موہن لال کی ارتھی کو مرگھٹ لے جا کر چتا کے حوالے کر دیا۔

جواد کی بیوی کی عدت کی مدت پوری ہونے تک میں سونا گھاٹ میں رہا۔ سونا گھاٹ کے باسی میرے درشن کو جوق در جوق آنے لگے۔ میں پھر وہاں سے روانہ ہو کر دوبارہ بنارس آ گیا۔ جہاں جواد کی بیوی اپنے شوہر کے غم میں مسلسل نوحہ خواں تھی۔ میں نے اپنے بیروں کے ذریعے اس کے لیے ہر آسائش و آرام کا انتظام کیا۔ میں اس کے لیے اور کیا کر سکتا تھا۔ وہ میری توجہ اور شفقت سے بہت متاثر معلوم ہوتی تھی۔ میں نے اس کے لیے اتنے روپوں کا انتظام کر دیا تھا کہ وہ تا زندگی خوش حال رہے۔ میں اس کے ساتھ نہیں رہتا تھا لیکن اس کے پاس ملازموں کی ایک فوج تھی۔ میں اکثر اسے دیکھنے جاتا تھا۔ ان کاموں سے نمٹنے کے بعد میں نے کالی کے مندر میں بیٹھ کر شیو شنکر اور پاربتی کے لیے جاپ کیا۔ جاپ پورا کرنے کے بعد میں ایک عرصے تک مختلف شہروں کے چکر لگاتا رہا۔ اس درمیان میں، میں نے بے شمار ایسے لوگوں کو سخت سزائیں دیں جو دوسروں کو پریشان کرتے تھے۔ بہت سے ایسے پجاریوں کو جہنم

رسید کیا جو ابھی تک موہن لال کا کلمہ پڑھتے تھے۔ ایسے متعدد دھر ماتماؤں کو جلا کر راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا جو میری مہان شکتی کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ غرض کہ میں کافی تک اپنی شکتی کا مظاہرہ کرتا رہا میں جہاں بھی جاتا، سیوکوں کی ایک بڑی تعداد میرے گرد جمع ہو جاتی۔ میرے چیلوں کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ میں جو چاہتا کر گزرتا جو سوچتا وہ پورا ہو جاتا۔ مجھے کوئی چنتا یا کوئی پریشانی نہیں تھی۔

دو سال تک میں اپنے آپ میں مگن رہا پھر ایک روز پاربتی کا دھیان آ گیا۔ موہن لال کی موت کے بعد سے اب تک مجھے پاربتی کے درشن نصیب نہیں ہوئے تھے۔ مجھے حیرت تھی کہ دیوی نے مجھ سے منہ کیوں موڑ لیا ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ موہن لال کے بعد میں اس کا واحد سیوک تھا۔

پاربتی کا دھیان آیا تو اس کے شریر کی کوملتا اور روپ کی سندرتا میری نظروں میں گھوم گئی۔ میں نے اسی وقت غسل کیا اور پاربتی کا جاپ کرنے لگا۔ مجھے وشواس تھا کہ جو جاپ میں کر رہا ہوں، اس کے پورا ہوتے ہی دیوی مجھے اپنے درشن اوش دے گی۔ جیسے جیسے دن گزرتے گئے میں دیوی کے درشن کے لیے بے چین ہوتا گیا۔ پھر جب میں نے جاپ پورا کیا تو دیوی میری نظروں کے سامنے موجود تھی۔

طاقت کی عظیم دیوی پاربتی کا درشن ہوتے ہی جاپ کی ساری تکان دور ہو گئی۔ پاربتی اپنی تمام من موہ لینے والی سندرتا کے ساتھ میرے سامنے موجود تھی لیکن اس کی آنکھوں میں سنجیدگی اور ویرانی تھی۔ وہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے میں اس کا سیوک نہیں کوئی اجنبی تھا۔ میں نے دیوی کی نگاہوں میں اجنبیت دیکھی تو تڑپ اٹھا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''دیوی۔ تیری شکتی مہان ہے پرنتو کیا سیوک سے کوئی بھول ہو گئی ہے جو آج تو یوں بدلی بدلی نظر آ رہی ہے؟''

دیوی کوئی جواب دینے کے بجائے مجھ پر نظریں جمائے رہی۔ میں نے دوبارہ کچھ سوچ کر کہا۔

''دیوی...... کیا تجھے موہن لال کی موت کا دکھ ہے؟''

''نہیں۔'' پاربتی نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ ''دیوی دیوتا سیوکوں کے جیون اور مرتیو سے ند ہوتے ہیں۔ ان سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ موہن لال کو اس کے کیے کا پھل اوش ملنا تھا اس نے خود کو دیوتاؤں سے ادھک اور مہان شکتی کا مالک سمجھ کر پاپ کیا تھا۔''

''پھر...... تیری موہنی نظروں میں میرے لیے وہ پیار کیوں نہیں ہے دیوی۔ جس کے کارن میں نے سنسار کی ساری کٹھناؤں کو برداشت کیا۔''

''کرشن کمار، تم اب مہان شکتی کے مالک ہو۔ تم نے موہن لال جیسے مہان پجاری کو نیچا دکھایا ہے۔ کیا تم شکتی کے زور سے نہیں جان سکتے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔'' دیوی نے معنی خیز انداز میں واب دیا تو میں نے جلدی سے کہا۔

''دیوی...... مجھے تیرے پیار کے سوا اور کچھ نہیں چاہئے۔ کل کیا ہو گا، اس کی چنتا آج کرنا بیکار ہے۔''

''یہی تمہاری بھول ہے کرشن کمار۔ بھاگ کا لکھا اٹل ہوتا ہے اور بھاگ کے لکھے کو دیوی دیوتاؤں کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ تم بھی نہیں۔''

''پرنتو میرے بھاگ میں کیا لکھا ہے؟ میں نے بے چین ہو کر پوچھا تو پاربتی مسکرا کر بولی۔

''کرشن کمار، اگر منش کو معلوم ہو جائے کہ کل کیا ہونے والا ہے تو پھر جگدیشور (قادر مطلق) اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرنے والا سنسار میں ایک بھی نہ رہے۔''

پاربتی کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ میں اس کے چہرے کو خالی خالی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے تیزی سے پوچھا۔

''ہاں...... دیوی تو نے ایک بار کہا تھا کہ اب میں تیرے پوتر استھان پر کبھی نہ آ سکوں گا؟''

''ہاں۔'' دیوی نے سپاٹ چہرے اور سپاٹ لہجے میں کہا۔ ''جو کہا گیا، وہ ٹھیک کہا گیا۔''

''مجھ پر دیا کرو دیوی۔ مجھے اپنے چرنوں میں جیون گزارنے کی آ گیا دے۔'' میں نے بظاہر یہ جملہ دیوی کو خوش کرنے کی خاطر کہا تھا ورنہ موہن لال کو زیر کر لینے کے بعد مجھے دیوی کا دھیان کم ہی آیا تھا۔

میرا جواب سن کر پاربتی نے مجھے غور سے دیکھا پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

''کرشن کمار، دیوتاؤں کو اب ہمارا سنجوگ پسند نہیں۔ تمہیں یہ سن کر بھی دکھ ہو گا کہ اب تم کبھی میرا درشن نہیں کر سکو گے۔''

''پر اس کا کارن کیا ہے؟'' میں نے تڑپ کر پوچھا۔

''کارن تم نہیں جان سکتے کرشن کمار...... پرنتو آنے والا سمے تمہیں سب کچھ بتا دے گا۔''

دیوی کی پُراسرار باتوں نے مجھے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال مچل رہا تھا کہ اگر دیوی مجھے یہ بتا دے کہ کل کیا ہونے والا ہے اور میرے بھاگ میں کیا لکھا ہے تو میں اپنی شکتی کے زور سے قسمت کے لکھے کو بدل دوں لیکن اس سے پہلے کہ دیوی کو اپنے ڈنڈوت سے خوش کر کے اس سے کچھ معلوم کر سکتا۔ وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ نہ جانے کیوں پاربتی کے اچانک غائب ہو جانے سے میرے اوپر لرزہ طاری ہو گیا...... یہ کیفیت زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ میں جلد ہی پُرسکون ہو گیا پھر میں نے سوچا۔

کیا اب بھی مجھے پاربتی کی آشیرواد کی ضرورت ہے۔ میں نے اپنی لگن اور دیوتاؤں کے جاپ سے ایسی طاقت حاصل کر لی ہے جس کے سامنے ساری شکتیاں ہیچ ہیں۔ میں جو چاہوں حاصل کر سکتا

ہوں جو مانگوں مل سکتا ہے۔ میرے ایک اشارے پر بڑی بڑی چٹانیں فنا ہو سکتی ہیں پھر اب مجھے دیوی کے استھان پر رہنے اور اس کے درشن کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دیوی کے استھان پر جا کر میں دنیا کی بہت ساری لذتوں سے بھی تو محروم ہو جاؤں گا۔

میں دیر تک انہی خیالات میں محو رہا۔ اپنا مذہب بدل کر ہندو ہو جانے کے بعد بھی میرا عقیدہ یہی تھا کہ موت برحق ہے اور زندگی چند روزہ ہے۔ چنانچہ اب جب کہ میں بے پناہ پُراسرار قوتوں کا مالک بن چکا تھا اپنی چند روزہ زندگی کو پوری طرح عیش و عشرت کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا اور دنیا کی ان تمام رنگینیوں کو جی بھر کر دیکھنا چاہتا تھا جن سے اب تک میں دور تھا۔ چنانچہ میں پاربتی کے خیال کو ذہن سے جھٹک کر اور سرمستی کے عالم میں اٹھ کر کالی کے اس مندر پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالتا باہر آ گیا جہاں بیٹھ کر میں نے پاربتی کے درشن کے لئے جاپ کیا تھا۔ میں اب جواد کی بیوی سے ملنے جا رہا تھا۔ کسی مست ہاتھی کی طرح میرے قدم اٹھ رہے تھے۔ میں کرشن کمار، ایک مہان پجاری غیر معمولی قوتوں کا حامل...... میری مسرتیں آپ کے تصور میں نہیں آ سکتیں۔ میں اسے بیان کرنے پر قادر نہیں اور آپ اسے تصور کرنے میں۔

سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری سے اپنے انتقام کی آگ سرد کرنے کے بعد میں پوری طرح آزاد تھا۔ کرۂ ارض پر اب کوئی دوسرا شخص نہیں تھا جو میرے سامنے خم ٹھونکنے کی جرات کر سکتا۔ میرے راستے کی تمام رکاوٹیں موہن لال کے مرتے ہی یکے بعد دیگرے ختم ہو گئی تھیں۔ دیوتا میرا مان کرتے تھے۔ میں اب جسے چاہتا انگلی کے اشارے سے تہس نہس کر سکتا تھا۔ چنانچہ جب پاربتی نے مجھے آشیرواد دینے سے انکار کیا اور یہ کہہ کر چلی گئی کہ اب میں کبھی اس کا درشن نہیں کر سکوں گا تو محض چند لمحوں کے لئے مجھ پر اداسی کا غلبہ ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے خود کو سنبھال لیا۔ میں نے سوچا کہ اب مجھے دیوی کی ضرورت نہیں، میں کالی کے اس مندر سے اٹھ کر باہر آ گیا جہاں بیٹھ کر میں نے دیوی کے درشن کے لئے جاپ کیا تھا۔

میں اب جواد کی بیوی سے ملنے جا رہا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اب زندگی کو زندگی کے طور پر گزاروں گا۔ میں ان تمام لذتوں سے آسودہ ہوں گا جن سے اب تک محروم تھا۔ میں زندگی کے تمام رنگوں سے کھیلنا چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ زندگی کے باقی دن شاہانہ انداز سے گزارے جائیں گے اسی لئے میں نے پاربتی کے خیال کو ذہن سے جھٹک دیا اور سرمستی کے عالم میں کسی مست ہاتھی کی طرح اپنی مہان شکتی کے نشے میں ڈوبا جواد کے گھر کی طرف قدم اٹھانے لگا۔

☆......☆......☆

میں اپنی داستان مختصر کرتا ہوں۔ جواد کی حسین اور نوجوان بیوی نے جو اب مسلمان ہو چکی تھی

مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ شاید اس لئے کہ میں نے جواد کی موت کے بعد اسے دولت سے مالا مال کر دیا تھا اور ہر قسم کی آسائش بہم پہنچائی تھی۔ میری اس فیاضی کے بعد وہ میری بڑی احسان مند تھی۔ اس نے بڑی حسین مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا اور اپنے ملازموں سے میرے لئے ایک کمرا ٹھیک کرنے کو کہا۔ میں بہت تھکا ہوا تھا اس لئے میں نے پہلے اشنان کر کے کپڑے تبدیل کئے پھر سو گیا۔ آج نہ جانے کیوں نرملا پجارن کی یاد رہ رہ کر مجھے مضطرب کر رہی تھی۔ میں سوتے میں بھی اسی کی سندرتا کے خواب دیکھتا رہا۔

شام کو میری آنکھ کھلی تو جواد کی بیوی کو اپنے کمرے میں پایا۔ وہ ایک آرام کرسی پر بیٹھی میرے جاگنے کی منتظر تھی۔ اس وقت اس نے ہلکے آسمانی رنگ کی ساڑھی باندھ رکھی تھی اور اسی سے ملتے جلتے رنگ کا بلاؤز پہن رکھا تھا۔ میں ایک طوائف کی حیثیت سے اسے کوٹھے پر بھی دیکھ چکا تھا لیکن آج وہ مجھے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کی مدھ بھری آنکھوں میں مستی کے ساغر چھلک رہے تھے۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھا تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"سادھو مہاراج، کیا آپ چائے نہیں پیجئے گا۔"

"میرا نام سادھو مہاراج نہیں بلکہ کرشن کمار ہے۔" میں نے بے تکلفی سے کہا۔ "تم مجھے افضل بیگ بھی کہہ سکتی ہو۔"

"شکریہ۔" جواد کی بیوی (رضیہ) نے شوخی سے مسکراتے ہوئے کہا پھر بڑے دلکش انداز سے پوچھا۔ "اور کتنے روپ ہیں آپ کے......"

مجھے اس کا یہ انداز کچھ عجیب سے لگا۔ بہر حال اس کے تیور میں ایسی دل کشی اور اس ادا میں اتنی وارفتگی تھی کہ میں نے اس کے متعلق کسی اور طرح سے سوچنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"دھیرج سے کام لو۔ آہستہ آہستہ تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

رضیہ نے شام کی چائے پر بڑا اہتمام کیا تھا۔ چائے پی کر میں ٹہلنے کے ارادے سے [illegible] گیا اور تین چار گھنٹے تک بازاروں میں ادھر ادھر گھومتا رہا۔ راستے میں جہاں کہیں پنڈت پجاری یا سادھو ملتے وہ جھک کر مجھے ڈنڈوت کرتے اور نظریں جھکائے گزر جاتے میں فخر سے سر بلند کئے بازاروں میں ٹہلتا رہا۔ رات بھیگنے لگی تو گھر واپس آ گیا۔ رضیہ نے مجھے کھانا کھلایا۔

وہ دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ اس نے میری قوت کا راز بھی پوچھا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ مجھ سے بے حد متاثر معلوم ہوتی ہے۔ اس کی گفتگو میں اپنائیت اور لہجے میں بلا کی شائستگی تھی۔ جب وہ باتیں کرتی تو خوبصورت نظر آتی۔ رضیہ مجھ پر حاوی ہوتی جا رہی تھی۔ وہ جب اٹھ کر چلی گئی اور

میں نے سونے کے لئے لیٹا تو نرملا پجارن کی موہنی صورت پھر میرے سامنے آ گئی۔ میں بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ میرے اندر کے انسان اور شیطان میں جنگ ہو رہی تھی پھر جب نرملا پجارن کی جگہ رضیہ کا خوب صورت جسم میری نظروں کے سامنے ابھرا تو میں ضبط نہ کر سکا۔ آہستہ سے اپنے بستر سے اٹھا اور بڑی دلیری کے ساتھ قدم اٹھاتا ہوا رضیہ کے کمرے میں چلا گیا۔

رضیہ سونے کے لئے لیٹ چکی تھی۔ اس نے اس وقت ایک ریشمی کپڑے کا ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رکھا تھا۔ جس کے اندر اس کا کندن جیسا جسم دمک رہا تھا۔ رضیہ نے مجھے اپنے سامنے دیکھا اور جلدی سے مسہری پر پڑی شال اوڑھ لی لیکن اس کا حسن دیکھ کر میں مضطرب ہو چکا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے سارے بدن پر چیونٹیاں رینگ رہی ہوں۔ چند لمحے تک میں بت بنا کھڑا رضیہ کو دیکھتا رہا پھر معاً مجھے اپنے عزیز دوست جواد علی کا خیال آیا تو میں نے جلدی سے اپنے من کو مار کر باہر جانے کا ارادہ کیا مگر قبل اس کے کہ میں کمرے سے باہر نکلتا رضیہ کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''مہاراج، کیا بات ہے۔ کیا پدھارنے کا ارادہ نہیں ہے؟''

میں نے پلٹ کے دیکھا تو رضیہ بڑے تیکھے انداز میں مجھے تک رہی تھی۔ میرے دل میں پھر ہلچل شروع ہو گئی۔ رضیہ نے میرے چہرے کے تاثرات بھانپتے ہوئے بڑے ہی معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

''مہاراج، کیا تم میرے کمرے میں کسی ضرورت سے آئے تھے؟''

''ہاں...... ہاں۔'' میں نے بے خودی کے عالم میں جواب دیا۔

''اگر کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیا ہوتا۔'' رضیہ بولی۔ ''تمہاری سیوا کرنا میری خوش قسمتی ہو گی۔''

میں رضیہ کو مسلسل گھور رہا تھا...... پھر پاپ اور پن کا تصور میرے ذہن سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔ رضیہ کی سنہری رنگت نے مجھے دیوانہ بنا دیا تھا۔ میں سرمستی کی کیفیت سے دو چار جھومتا ہوا آگے بڑھا۔

پندرہ روز تک میں جواد کے مکان پر رہا اس عرصے میں دل بھر کر رضیہ کے قرب سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اس کے نازک بدن کی مہک نے مجھے ایسی روحانی لذت سے آشنا کیا تھا جس سے میں اب تک ناواقف تھا۔ میں کسی بھونرے کی طرح پندرہ روز تک اس کے ارد گرد منڈلاتا رہا پھر جب پھول کا سارا رس ختم ہو گیا ہو تو میرا دل رضیہ سے اچاٹ ہو گیا۔ سولھویں روز میں نے جانے کا ارادہ کیا تھا رضیہ میرے قدموں سے لپٹ گئی۔

''افضل بیگ...... مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ اب میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گی۔''

''دھیرج رکھو رضیہ۔ میں کچھ دنوں کے لئے جا رہا ہوں جلد ہی واپس لوٹ آؤں گا۔''

رضیہ نے میری بہتیری منت سماجت کی لیکن میرے من کا شیطان اب پوری طرح جاگ چکا تھا۔

میں نے سارے سنسار کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کی ٹھانی تھی پھر بھلا میں رضیہ کا بن کر کیسے رہ سکتا تھا۔ چنانچہ میں اسے تسلی دے کر بنارس سے چل پڑا۔ اب میری منزل بمبئی تھی۔

میں بمبئی میں تقریباً ایک سال رہا۔ اگر مجھے اپنے واقعات پوری طرح بیان کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بمبئی میں پیش آنے والے واقعات ضرور لکھتا' بس اتنا عرض کر دوں کہ بمبئی میں زندگی میں نے کسی اور ہی طرز پر گزاری۔ لڑکیاں میرا مشغلہ تھیں اور یہ کام میرے لئے یوں بھی مشکل نہ تھا کہ جو لڑکی مجھے پسند آ جاتی میں اسے حاصل کر لیتا۔ رحم اور رعایت کرنا میرے اصول کے خلاف تھا۔ میرے کان اب آہ و فریاد سننے کے سلسلے میں بہرے ہو چکے تھے۔ اب خودسری اور سرکشی میرا مزاج بن گئی تھی۔ میں جو چاہتا کر گزرتا۔ جو سوچتا وہ پورا ہو جاتا۔ میرے گرد میرے چیلوں کا ہجوم اکٹھا رہتا جو ہر وقت میرے لئے ڈنڈوت میں مگن رہتے۔ بمبئی میں قیام کے دوران میں نے زندگی کی مسرتوں کو بہت قریب سے دیکھا لیکن پھر میرا دل یہاں سے بھی اچاٹ ہو گیا۔ میری طبیعت جواب سیمابی ہو چکی تھی مجھے ایک جگہ چین نہ لینے دیتی تھی۔

بمبئی سے روانہ ہو کر میں ایک بار پھر بنارس گیا جہاں چند روز رضیہ کے ساتھ رہ کر متھرا چلا گیا۔ متھرا میں دیوداسیاں ہر وقت میری خدمت پر مامور رہتی تھیں۔ یہاں میرے چیلوں کی تعداد میں ہزاروں کا اضافہ ہو گیا۔ جو میرے ایک اشارے پر زندگی قربان کرنے پر تیار رہتے۔ مندروں کے پجاری بھی مجھ سے خائف رہتے۔ میری کسی بات پر کوئی بھی اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا لیکن ایک روز ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھے مزید سنگدل اور وحشی بنا دیا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اس واقعے کو مختصر بیان کر دوں۔ محض یہ ایک واقعہ یوں تحریر کر رہا ہوں کہ ایسے نہ جانے کتنے واقعات کے متعلق آپ خود تصور کر لیں۔

اس روز ہولی کا تہوار تھا۔ پنڈت، پجاری اور سادھو سبھی تاڑی اور بھنگ کے نشے میں چور تھے۔ مندروں کو دن بھر دھویا گیا اور اب ان میں لوبان سلگ رہا تھا۔ جس کی خوشبو یاتریوں کو مدہوش کر رہی تھیں۔ متھرا کے سب سے بڑے ہنومان مندر میں تو پورا شہر الٹ پڑا تھا۔ بھانت بھانت کی ناریاں موجود تھیں۔ کٹیوں میں مدھ کے پیالے چل رہے تھے۔ آج زندگی میں پہلی بار میں نے بھی اپنے چیلوں کے اصرار پر چڑھا لی تھی اور نشے میں بدمست ہو رہا تھا۔ ہولی جلنے کا وقت آیا تو میں اپنے چیلوں کے ساتھ اٹھ کر کٹی کے باہر آ گیا۔ مندر میں گیا جہاں ایک سے ایک سندر ناریاں بھجن گانے میں مصروف تھیں۔ ان ہی سندر ناریوں میں مجھ کو کوشلیا بھی نظر آئی۔ وہ ہنومان کے بڑے پجاری کی سب سے چھوٹی لڑکی تھی۔ یہی کوئی چودہ پندرہ کا سن رہا ہو گا لیکن اس کی بھرپور صحت دیکھ کر اٹھارہ انیس کا اندازہ ہوتا تھا۔ بڑی ہی حسین تھی۔ میں نے اسے دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی دیوی منش کی

شکل میں آ گئی ہو۔

آج تک میں نے کبھی اس سے زیادہ سندر موم کی گڑیا نہیں دیکھی تھی۔ میری آنکھوں کی مستی بڑھ گئی۔ اندر کا شیطان مچل اٹھا۔

بڑے پجاری کو میرے آنے کی اطلاع ملی تو وہ بھجن چھوڑ کر میرے سواگت کو آ گیا۔ مجھے کوشلیا کی طرف متوجہ پایا تو جلدی سے بولا۔

"مہاراج...... یہ میری بچی ہے۔ کوشلیا۔"

"مجھے پتا چل گیا ہے۔" میں نے بڑی حیرت سے کہا۔ "تجھے یہ جان کر اور بھی خوشی ہو گی کہ آج رات تیری بچی ہماری کٹی میں رہے گی۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج۔" بڑے پجاری نے مجھے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا تو میں حقارت سے بولا۔

"مورکھ۔ کیا تو نہیں جانتا کہ تو کس سے بات کر رہا ہے۔ تجھے تو پرسن ہونا چاہئے کہ میں تیری لڑکی کو سویکار کر کے تیرا مان بڑھا رہا ہوں۔"

"پرنتو، یہ پاپ ہے مہاراج۔ گھور پاپ۔"

"تو تو مجھے پاپ اور پن کا فرق سمجھائے گا۔" میں نے غصے سے تلملا کر کہا پھر ایک منتر پڑھ کر پھونکا تو بڑا پجاری مندر کے فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔

پجاری کی چیخ و پکار سن کر مندر کے دوسرے پنڈت پجاری بھی وہاں آ گئے لیکن مجھے غصے میں دیکھ کر کسی کو بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بڑا پجاری بدستور فرش پر لوٹ رہا تھا۔ میں نے دوسرا منتر پڑھ کر پھونکا تو اس کے شریر میں آگ لگ گئی اور پلک جھپکتے ہی میرے بیروں نے اسے جلا کر بھسم کر دیا۔ دوسرے پنڈت اور پجاری تو سکتے کے عالم میں دو چار کھڑے رہے لیکن کوشلیا اور اس کے کنبے کی دوسری عورتوں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ باقی یاتری اپنی اپنی عورتوں کو لے کر مندر سے بھاگ گئے۔ میں نے کوشلیا کو روتے چلاتے دیکھا تو آگے بڑھ کر اس کی کلائی زور سے پکڑ لی۔ اس کی ماں آگے بڑھی تو میں نے اپنے چیلوں کو اشارہ کیا جو اس کو پکڑ کر دوسری طرف لے گئے۔

کوشلیا چیختی چلاتی رہی۔ میرے آہنی شکنجے سے بچنے کے لئے اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن میرا بیرا سے زبردستی اٹھا کر میری کٹی میں لے آئے اور میں نے اس کے شاداب حسن کو اپنے ہوس کے جذبے کی بھینٹ چڑھا دیا۔

پھر اپنے چیلوں کو حکم دیا کہ اسے اٹھا کر واپس اس کے گھر پھینک آئیں۔

صبح جب میری آنکھ کھلی تو مجھے پتا چلا کہ کوشلیا نے رات میری کٹی سے جانے کے بعد جیوہتیا

(خودکشی) کر لی ہے۔ اس کی ماں اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہے۔ میرے اوپر ان باتوں کا مطلق کوئی اثر نہیں ہوا۔ کچھ دن مزید متھرا میں قیام کرنے کے بعد میں جے پور چلا گیا۔ یہاں بھی میرے چیلوں نے میرا پُر زور خیر مقدم کیا مگر جے پور سے میرا دل جلد ہی اچاٹ ہو گیا۔ چنانچہ میں نے دہلی جانے کی ٹھان لی۔

بزرگوں کا قول ہے کہ منہ کو خون لگ جائے تو یہ عادت چھوٹنی مشکل ہو جاتی ہے۔ میری کیفیت بھی کچھ ایسی ہو گئی تھی۔ اپنی غیر معمولی قوت کے ناتے اور کرہ ارض پر سب سے زیادہ طاقت ور ہونے کے احساس نے مجھے انسان سے درندہ بنا دیا تھا۔ میری بعد کی زندگی اسی قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ میں بے قابو ہو گیا۔ عزت نفس میرے ہاں سے ختم ہو گئی تھی۔ میرا کام بس یہ رہ گیا تھا کہ دنیا کی حسین دوشیزائیں میری آغوش کو آسودہ رکھا کریں۔

کسی خوب صورت لڑکی کو دیکھتے ہی میں اس پر بھوکے آدم خور کی طرح ٹوٹ پڑتا تھا۔ میرے بیر پلک جھپکتے ہی میری ہر خواہش پوری کر دیا کرتے تھے لیکن جہاں میں اپنے قلم سے یہ عبرتناک اعتراف لکھ رہا ہوں وہاں یہ کہنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے ان غریبوں کو کبھی پریشان نہیں کیا جو امیروں کے ستائے ہوئے تھے۔ میں نے ایسے تمام بڑے لوگوں کو چن چن کر سخت مصیبت سے دو چار کیا جو کمزوروں پر ظلم توڑتے تھے یا پریشان کرتے تھے۔ میں نے ان مہاجنوں کو بھی نہیں بخشا جن کے منہ پر رام رام اور بغل میں چھری ہوتی تھی۔

اس تحریر کا مطلب یہ نہیں کہ میں خود کے لئے آپ سے رحم کی درخواست کر رہا ہوں اور غریبوں کی مدد کرنے کا اظہار کر کے آپ سے کسی رعایت کا طالب ہوں۔ میں نے صاف صاف لکھ دیا ہے۔ خوب صورت عورتوں اور لڑکیوں کے بارے میں میرے اندر چھپے ہوئے شیطان نے کبھی امیر اور غریب کی تمیز نہیں کی اور یہی چیز میری زندگی میں انقلاب لانے کا باعث بنی جس کا ذکر آگے چل کر کروں گا۔

دہلی پہنچ کر بھی میں نے اپنی حرکتیں جاری رکھیں۔ سوچتا ہوں اگر ان تمام واقعات کو تفصیل سے لکھنے بیٹھوں تو کئی ضخیم کتابیں بن سکتی ہیں۔ دہلی میں مجھے قیام کئے ابھی پندرہ بیس ہی روز گزرے تھے کہ میرے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ایک روز میں اپنے چیلوں کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ ایک شخص جو ذات کا برہمن تھا اور صورت اور شکل سے پریشان دکھائی پڑتا تھا میرے پاس آیا اور گڑگڑا کر بولا۔

"مہاراج، مجھ دکھیارے پر دیا کرو۔ میں بڑی آشائیں لے کر تمہارے چرنوں تک پہنچا ہوں۔"

"کیا بات ہے۔ تم مجھے بڑے بیاکل نظر آتے ہو؟"

"مہاراج، اگر آپ نے میرے اوپر کرپا نہ کی تو میرے پاس جیوہتیا کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔"

”معاملے کی بات کرو مہاشے۔کسی نے تمہیں پریشان کیا ہے؟“

برہمن نے مجھے جو کہانی سنائی، وہ عجیب و غریب تھی۔اس نے واقعات کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مہاراج، مہینے بھر سے اوپر ہو گیا ہے کہ میں ایک رات بھی چین کی نیند نہیں سو سکا۔میری پتنی کی حالت روز بروز خراب ہوتی جا رہی ہے۔خون تھوکتے اب وہ آدھی بھی نہیں رہی۔رات بھر وہ مچھلی طرح تڑپتی ہے میں نے تمام جتن کر ڈالے۔پر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ڈاکٹر حکیم اور وید سب جواب دے چکے۔پرنتو ایک سادھو نے مجھ سے کہا ہے کہ میری پتنی پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔جب تک اس کا توڑ نہیں ہوتا میری پتنی کی حالت نہیں سنبھل سکتی۔“

”کیا تمہیں کسی خاص شخص پر شبہ ہے۔“

”مجھے وشواس ہے مہاراج کہ یہ سب کچھ اسی عورت کی شرارت ہے جو میرے مکان کے قریب رہتی ہے۔“ برہمن نے بڑی عقیدت سے میرے چرن دباتے ہوئے کہا۔”ایک بار میری پتنی نے اسے برا بھلا کہہ دیا تھا، تب ہی سے وہ پٹی سے لگ گئی ہے۔“

”ہوں۔“ میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔”کیا نام ہے اس کلنکنی کا۔“

”اس کا نام رجنی ہے مہاراج۔جب سے اس کے گندے قدم محلے میں آئے ہیں سب ہی پریشان ہیں، کبھی کسی کا بچہ مر جاتا ہے، اور کبھی اچھا بھلا منش پاگلوں کی طرح کپڑے پھاڑ کر گھر سے نکل بھاگتا ہے اور آپ ہی آپ ٹھیک ہو جاتا ہے۔“

برہمن نے اس عورت رجنی کے بارے میں جو تفصیلات بیان کیں وہ بڑی پُراسرار تھیں۔میں نے سب کچھ سننے کے بعد اپنے ایک چیلے کو اس کے ساتھ روانہ کر دیا۔جس چیلے کو میں نے برہمن کے ساتھ روانہ کیا وہ بہت سارے جنتر منتر جانتا تھا۔مجھے وشواس تھا کہ وہ برہمن کی پریشانی دور کرنے کا کوئی نہ کوئی اوپائے ضرور کرے گا۔ایسے چھوٹے موٹے کاموں کے لئے میں اپنے چیلوں کو بھیج دیا کرتا تھا مگر میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔دو گھنٹے بعد جب میرا چیلا لوٹا تو اس کی حالت بالکل پاگلوں جیسی تھی آتے ہی اس نے پُرجلال آواز میں مجھ سے کہا۔

”کرشن کمار، اگر مکتی چاہتے ہو اور تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو اسی سمے اٹھو اور دہلی سے اپنا منہ کالا کرو۔یدی (اگر) تم نے انکار کیا تو سمجھ لو کہ میں تمہاری شکتی کو نشٹ کر دوں گا۔ایسا شراپ دوں گا کہ تمام جیون پاگلوں کی طرح سڑکوں اور گلیوں میں مارے مارے پھرو گے۔“

ایک لمحے کے لئے تو میرے سارے تن بدن میں آگ لگ گئی۔میرا دل چاہا کہ انگلی کے ایک ہی اشارے سے اسے جلا کر بھسم کر دوں لیکن پھر میرا ارادہ فوراً ہی بدل گیا۔میں نے اپنی شکتی کے زور سے

معلوم کر لیا کہ وہ نردوش ہے اور کسی گندی طاقت کے زیر اثر ہونے کے سبب مجھ سے باتیں کر رہا ہے چنانچہ میں کچھ دیر تک اس کی آنکھوں میں گھورتا رہا پھر میں نے آگم بتیال کا ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرا چیلا زمین پر اکڑوں بیٹھ کر یوں جھومنے لگا جیسے اس پر نشہ طاری ہو گیا۔اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر ابل پڑ رہی تھیں۔بار بار وہ اپنے سر کو زور سے جھٹکتا بھی تھا۔

”اب بتاؤ تم کون ہو؟“ میں نے چیلے کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کرخت لہجے میں پوچھا۔

”میں چھمن داس ہوں۔“ میرے چیلے نے جھومتے ہوئے جواب دیا۔

”اس منش پر تمہیں کس نے بھیجا ہے؟“ میں نے دوسرا سوال کیا۔

”رجنی نے۔میں اس کی ہر آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہوں۔اس نے میری آتما کو قید کر رکھا ہے۔“

”اب کیا ارادے ہیں تمہارے؟“

”میں نردوش ہوں مہاراج۔مجھے شما کر دو۔“

”ضرور شما کروں گا پرنتو ابھی نہیں۔“ میں نے غصیلی آواز میں جواب دیا پھر ایک دوسرے منتر کا جاپ کرنے لگا۔

چھمن داس نے میرے چیلے کے شریر پر قبضہ جما رکھا تھا۔وہ جھوم جھوم کر اپنا سر جھٹک رہا تھا۔اسی اثنا میں میرے منتر کے بیر رجنی کو پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے میرے سامنے لے آئے۔رجنی کی عمر ستر سال سے کم کسی طرح نہیں تھی۔چہرے سے خباثت عیاں تھی۔آنکھوں میں عیاری کوٹ کوٹ کر بھری تھی لیکن میری شکتی کا تماشا دیکھ لینے کے بعد وہ میرے سامنے جھکنے پر مجبور ہو گئی تھی۔میری آنکھیں جیسے ہی رجنی سے چار ہوئیں اس کے حلق سے ایک کربناک چیخ بلند ہوئی۔دوسرے ہی لمحے وہ میرے چرن چھونے کے ارادے سے آگے بڑھی مگر میرے بیروں نے میرے اشارے پر اسے درمیان میں جکڑ لیا۔

”جانتی ہے کلنکنی کہ تو اس سمے کس کے سامنے کھڑی ہے۔“ میں نے گرج کر کہا تو رجنی تھر تھر کانپنے لگی۔ہاتھ جوڑ کر مجھ سے بولی۔

”شما کر دو کرشن کمار مہاراج۔اگر مجھے خبر ہوتی کہ یہ چیلا تمہارا تھا تو میں کبھی اس پر جادو نہ کرتی۔“

”مورکھ!“ میں دانت پیس کر غرایا۔”کیا تجھے یہ پتا نہیں تھا کہ ہم اس شہر میں براجمان ہیں؟“

”نہیں مہاراج، میں کالی مائی کی سوگند کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے خبر نہ تھی۔“ رجنی گڑگڑا کر بولی۔

”مجھے شما کر دو مہاراج۔“

”شما کر دوں اور وہ بھی تجھے۔“ میں حقارت سے بولا۔

”مہاراج، میں وچن دیتی ہوں کہ دوبارہ کبھی تمہاری شکتی سے ٹکرانے کی کوشش نہیں کروں گی۔“

رجنی سرتاپا کانپ کر بولی۔

"کلنکنی تو مجھے بھی دھوکا دینا چاہتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تیرے من میں اس سمے کیا ہے کیا تو یہ نہیں سوچ رہی کہ پچھمن داس کے آزاد ہوتے ہی مجھ پر حملہ کرے گی۔"

میرا جملہ سن کر رجنی کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ میں نے کڑک کر کہا۔

"تو نے کالی مائی کا نام لے کر جھوٹ بولا ہے اس لئے اب تجھے اس کا مزہ بھی چکھنا ہوگا۔"

پچھمن داس ہنوز میرے چیلے پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ میرے بیروں نے اسے بھی جکڑ رکھا تھا۔ رجنی کی حالت بھی خراب ہو رہی تھی پھر میں...... پچھمن داس کی آتما کو مخاطب کر کے بولا۔

"کمینے۔ میں تجھے ایک شرط پر شما کر سکتا ہوں۔"

"مہاراج، مجھے تو تمہاری ساری شرائط منظور ہیں۔"

"اچھا...... تو اب میں تجھے آزاد کرتا ہوں پرنتو میری آ گیا پر اب تجھے میرے چیلے کو چھوڑ کر رجنی کے شریر میں داخل ہونا ہوگا اور اسے موت کے گھاٹ اتارنا ہوگا۔"

"میں تیار ہوں مہاراج۔"

دوسرے ہی لمحے میری نگاہوں کے سامنے ایک دلچسپ کھیل شروع ہو گیا۔ میرا چیلا اچانک ٹھیک ہو گیا اور یوں اٹھ کھڑا ہو گیا جیسے ابھی تک وہ سو رہا ہو۔ دوسری طرف رجنی کسی بت کی طرح بے حس وحرکت کھڑی تھی لیکن اس کی یہ کیفیت زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ میرے چیلے کے ٹھیک ہوتے ہی رجنی نے ہنسنا شروع کر دیا جیسے کوئی اسے گدگدا رہا ہوں۔ چند لمحے تک وہ اسی کیفیت سے دوچار رہی پھر یکلخت اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اس کے چہرے پر دحشت نمودار ہو رہی تھی۔ وہ اچانک میرے قریب آئی اور میرے چرنوں کے قریب گھٹنوں پر بیٹھ کر اس طرح جھومنے لگی جیسے مجھے ڈنڈوت کر رہی ہو۔ چند لمحے تک وہ اسی انداز میں جھومتی رہی پھر اس نے میری سمت دیکھا۔

"مہاراج، اب کیا آ گیا ہے؟" رجنی کے ہونٹ ہلے لیکن آواز پچھمن داس کی نکلی۔

"اس کو مار ڈالو پچھمن داس۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

میں نے جیسے ہی اپنا جملہ ختم کیا رجنی نے جھک کر ایک بار پھر مجھے ڈنڈوت کیا اس کے بعد وہ قدرے اور جھکی پھر اس نے اپنا سر زمین پر مارنا شروع کر دیا۔ جس کی شدت میں ہر لمحے تیزی آتی گئی۔ کچھ دیر بعد ہی رجنی کا سر پھٹ گیا۔ اس کا چہرہ لہولہان ہو گیا۔ تازہ تازہ خون فرش پر بہہ رہا تھا۔ رجنی کا سر پاش پاش ہوا تو اس کا بھیجا کھوپڑی سے نکل کر فرش پر تڑپنے لگا۔ اس کا چہرہ بھیانک ہو رہا تھا۔ پندرہ بیس منٹ تک یہی کھیل جاری رہا پھر رجنی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ایکبار پھر اس کے لب ہلے اور میرے کانوں سے پچھمن داس کی آواز ٹکرائی۔

"مہاراج، میں نے تمہارا کہا پورا کر دیا۔ اب میرے لئے کیا آ گیا ہے؟"

"پچھمن داس۔" میں نے گرج کر کہا۔ "میں تمہیں آزاد کرنے کا وچن دے چکا ہوں، پرنتو تمہیں بھی مجھ سے ایک عہد کرنا ہوگا۔"

"تمہاری شکتی مہان ہے مہاراج۔ میں ہر وچن کے لئے تیار ہوں۔"

"میں تمہیں کیول اسی شرط پر شما کر سکتا ہوں کہ پھر تم کبھی کسی منش کو پریشان نہیں کرو گے۔"

"میں وچن دیتا ہوں مہاراج کہ آئندہ کسی کو پریشان نہیں کرو گا۔"

"اچھا جاؤ، ہم تمہیں آزاد کرتے ہیں۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔

میرا اشارہ کرنا تھا کہ رجنی کا جسم لڑکھڑانے لگا۔ پچھمن داس کی آتما اس کے شریر سے نکل رہی تھی۔ رجنی آگے پیچھے جھولے کھاتی رہی پھر جیسے ہی پچھمن داس کی آتما نے اس کے شریر کو چھوڑا وہ مردہ ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گئی۔ میرا چیلا حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ تمام منظر دیکھ رہا تھا۔ میرے اشارے پر وہ رجنی کے مردہ جسم کو گھسیٹ کر باہر پھینک آیا پھر میرے چرن دبانے بیٹھ گیا۔

آپ نے میری شکتی دیکھی، میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کے پاس اتنی طاقت ہوتی تو آپ کا انسانوں سے رویہ کیا ہوتا۔ طاقت کا احساس بہت عجیب ہوتا ہے۔ دولت مند کسی قدر اس احساس کا اندازہ کر سکتے ہیں مگر میری دولت تو بہت مختلف تھی۔ وہ تو دنیا کی تمام دولتوں سے زیادہ بڑی تھی اور اسی لئے دنیا کے تمام بلند احساسات سے بلند تر تھی۔

دہلی سے اب میرا دل اچاٹ ہونے لگا تھا۔ میں کچھ دنوں کے لئے واپس بنارس جا رہا تھا لیکن اس سے پیشتر کہ میں ارادے کو پورا کرتا ایک روز میری نظر ایک ایسی لڑکی پر پڑی جو حسن و شباب کے معاملے میں اپنی مثال آپ تھی۔ وہ مجھے کناٹ پیلس پر ملی تھی۔ میں اسے دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ اس کے ایک ایک انگ سے مستی پھوٹ رہی تھی۔ اگر میں چاہتا تو اسے شکتی کے زور سے پکڑ لے جاتا لیکن میں نے دیدہ و دانستہ ایسا نہیں کیا اور اس کے ساتھ ساتھ لگا رہا۔ اس کا مکان دیکھ کر میں واپس اپنی رہائش پر آ گیا۔ رات آئی تو میرے اندر کھولن سے ہونی شروع ہوئی۔ میں نے اپنے منتر کے بیروں کو روانہ کیا کہ وہ جا کر میری مطلوبہ لڑکی اٹھا لائیں۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ جب سے مجھ پر عورتوں کا بھوت سوار ہوا تھا، میں نے دارو پینی بھی شروع کر دی تھی۔ اس روز میں بھی اپنے بیروں کو روانہ کرنے کے بعد دارو پینے بیٹھ گیا تھا۔

کچھ دیر ہی گزری تھی کہ میرے بیر اس لڑکی کو اٹھا لائے۔ لڑکی کے ساتھ اس کا بوڑھا باپ بھی تھا۔ اس کے چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ اس کی سمجھ یہ معاملہ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون سی ماورائی طاقت ہے جو اس کی اکلوتی بیٹی کو اس کی مرضی کے خلاف گھسیٹے لئے جا رہی تھی لیکن جب اس کی نظر مجھ پر

پڑی تو وہ سب کچھ سمجھ گیا اور دانت پیس کر بولا۔

''مردود...... تو نے میری بیٹی کو یہاں کس لئے بلایا ہے؟'' بوڑھے نے مجھے نفرت سے مخاطب کیا۔

''چلا جا بوڑھے نہیں تو جلا کر بھسم کر دوں گا۔''

''شیطان، کیا خدا نے تجھے اتنی طاقت اسی لئے بخشی ہے کہ تو دوسروں کی بہو بیٹیوں کو بری نظر سے دیکھے۔''

''میں کہتا ہوں چلا جا یہاں سے۔'' میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''کیا تجھے معلوم نہیں کہ تو اس وقت کرشن کمار مہاراج کے سامنے کھڑا ہے جس کی مہان شکتی کے آگے بڑے بڑے دیوی دیوتا بھی نہیں ٹھہر سکتے؟''

''کمینے...... ذلیل...... کیا تو خدا سے بھی زیادہ طاقت ور ہے؟'' بوڑھے نے دیوانگی سے چلاتے ہوئے کہا۔ ''اس کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں...... غوث پاک نے چاہا تو تیرا یہ غرور خاک میں مل جائے گا۔''

دارو کا نشہ اور لڑکی کی موجودگی نے مجھ پر ایک سرور طاری کر دیا تھا۔ ایسے ماحول میں اس ناتواں بوڑھے کی بدکلامی نے میرا دماغ الٹ دیا۔ میں اسے انگلی کے ایک اشارے سے برباد کر سکتا تھا لیکن پھر مجھے اس پر دیا آ گئی۔ میں نے اپنے بیروں کو حکم دیا تو وہ اسے اٹھا کر باہر لے گئے۔

لڑکی جو بڑی سہمی کھڑی تھی میرا ارادہ بھانپ کر بڑی اونچی آواز میں چیخنے چلانے لگی۔ اس نے مجھے خدا، رسولؐ اور تمام پیغمبروں کا واسطہ دیا لیکن یہ تمام باتیں مجھے اب متاثر نہیں کرتی تھیں میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سخت اور درشت بنتا جا رہا تھا۔ جب وہ سسکتی بسورتی اور میرے منہ پر تھوکتی باہر چلی گئی تو میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ جب دوشیزائیں مجھ سے بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتیں تو میرا لطف سوا ہو جاتا پھر میں انہیں زیر کرتا اور مجھے فتح کا احساس ہوتا جہاں مجھے اپنی شکتی آزمانے کا موقع ملتا، وہاں مجھے کچھ اور ہی لذت محسوس ہوتی۔

لڑکی کے جانے کے بعد میں دوبارہ دارو پینے بیٹھ گیا۔ اس سمے مشک اور عنبر کی خوشبو میری ناک سے ٹکرائی۔ میں یہی سمجھا کہ شاید پاربتی نے اپنے کسی سیوک کو میرے پاس بھیجا ہے لیکن جلد ہی میرے ذہن پر جیسے دھندسی طاری ہونے لگی۔ ایک عجیب سی غنودگی سے آنکھوں کے پپوٹے بھاری ہونے لگے اور پھر...... پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ میں اندھیروں میں گم ہوتا گیا۔

☆......☆......☆

نہ جانے کس نے مجھے مدہوش کر دیا تھا۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے خود کو ایک ویرانے میں

پڑا پایا۔ وہاں ہر طرف ویرانی کا راج تھا اور وحشت برس رہی تھی۔ میں حیرت اور غصے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ مجھے اس بات کی مطلق خبر نہ ہو سکی کہ میں یہاں کب اور کیوں کر آ گیا۔ معاً مجھے مشک اور عنبر کی خوشبو اور پاربتی کا دھیان آ گیا۔ میں سوچنے لگا کہ ہو نہ ہو دیوی کا کوئی سیوک ہوگا جس نے دیوی کی آ گیا پر مجھے یہاں پہنچایا تھا ورنہ اس دھرتی پر پاربتی اور شیو جی مہاراج کے سوا بھلا اور کس کی شکتی تھی کہ مجھے ہاتھ لگا سکتی۔

دیوی کا دھیان میرے ذہن میں ابھرا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میری خوشی کا کارن یہ تھا کہ دیوی نے مجھ سے کہا تھا کہ اب میں کبھی اس کا درشن نہ کر سکوں گا۔ پرنتو اب خود دیوی شاید مجھے اپنا درشن دینا چاہتی تھی۔ مین دیوی کے سامنے آنے کا منتظر تھا۔ جب بہت دیر گزر گئی اور دیوی میرے سامنے نہیں آئی تو میرا دماغ بھنا گیا۔ یہ جاننے کے لئے کہ میں اس سمے کہاں ہوں اور مجھے یہاں کون لایا تھا۔ میں نے ایک منتر پڑھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ مجھے پورا وشواس تھا کہ میں آنکھیں بند کرتے ہی سب کچھ جان جاؤں گا لیکن آنکھ بند کرتے ہی میں چونک پڑا۔ کسی کے سرد ہاتھوں کا لمس اپنے شانے پر محسوس کر کے میں نے دوبارہ آنکھیں کھول دیں اور اس بوڑھے کو گھورنے لگا جو میرے الٹے ہاتھ پر موجود تھا۔ سر سے پاؤں تک اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس کی داڑھی اور سر کے بال بھی بالکل سفید تھے۔ ہاتھ میں اس نے ایک تسبیح تھام رکھی تھی۔ اس کی پُروقار نظریں میرے اوپر مرکوز تھیں اور ہاتھ تسبیح کے دانوں پر چل رہے تھے۔ مجھے اس بوڑھے کو ویرانے میں اچانک اپنے قریب پا کر بڑی حیرت ہوئی اس لئے کہ ایک منٹ پہلے دور دور تک کسی آدم زاد کا وجود وہاں نہ تھا پھر وہ کون تھا؟ اچانک کہاں سے آ گیا؟ ایک لمحے تک میں اس کو خشمگیں نظروں سے دیکھتا رہا پھر خشک لہجے میں پوچھا۔

''کیا بات ہے مہاشے، کون ہو تم اور تم نے میرے شریر کو چھونے کی ہمت کیسے کی؟''

''میں سمجھا تھا کہ شاید تم راہ بھٹک کر ادھر آ نکلے ہو۔'' بوڑھے نے بڑی نرم آواز میں کہا۔ ''میں تمہیں راہ دکھانے کی خاطر تمہارے پاس چلا آیا۔ تم راہ سے بھٹکے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔''

''تم......'' میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''بوڑھے تم اور مجھے راہ دکھاؤ گے۔ جاؤ بڑے میاں، اپنا راستہ ناپو۔ اللہ اللہ کرو۔ تمہیں شاید پتا نہیں کہ تم کرشن کمار مہاراج سے مخاطب ہو۔ جس کے پاس سنسار کی سب سے ادھک شکتی ہے۔''

''میں جانتا ہوں کہ تم کتنی طاقت کے مالک ہو۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم پہلے افضل بیگ تھے لیکن تم بہک گئے اور اپنے مذہب کو چھوڑ بیٹھے۔'' بوڑھے نے بدستور نرمی سے جواب دیا پھر بولا۔ ''مگر یاد رکھو افضل بیگ کہ خدا نے تمہیں اس لئے طاقت نہیں بخشی کہ تم کمزوروں کو اپنے ظلم کا نشانہ بناؤ اور ان کی عزت سے کھیلو۔ غریبوں اور مظلوموں کی آہ سے عرش کے پائے تک ہل جاتے ہیں۔''

''بڑے میاں، اپنا اپدیش (نصیحت، پند) اپنے پاس رکھو۔'' میں نے گرج کر کہا۔ ''تم کیا جانو پاپ اور پُن کسے کہتے ہیں۔ تمہاری سمجھ میں آنے والی باتیں نہیں جاؤ، اپنا راستہ لو۔''

''تم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو افضل بیگ۔ مجھے بتاؤ تا کہ میں تمہاری مدد کرسکوں۔'' بوڑھے نے پرجلال لہجے میں کہا۔

''تم...... اور میری سہاتا کرو گے۔'' میں دانت پیس کر بولا پھر مجھے معاً خیال آیا کہ کہیں وہ بوڑھا بھی دو چار جنتر منتر سے واقف تو نہیں جو اس طرح میرے سامنے آ کر اپنی موت کو دعوت دے رہا ہے۔ یقیناً ایسی ہی بات ہے۔ میرے من نے گواہی دی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اچانک اس ویرانے میں کہاں سے آن ٹپکتا۔

اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی مجھے ہنسی آ گئی پھر میں نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر اسے دیکھا اور کہا۔

''سنو میاں جی، ہوسکتا ہے کہ تم نے کسی پنڈت پجاری کی سیوا کر کے دو چار داؤ پیچ سیکھ لئے ہوں پرنتو اس سمے تم کرشن کمار مہاراج کے سامنے کھڑے ہو جس کے آگے ہنومان کی شکتی بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ دیکھو گے میری شکتی کا تماشا۔''

بوڑھا مجھے ترحم کی نظروں سے دیکھتا رہا۔ میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

''تم واقعی راہ سے بھٹک گئے ہو افضل بیگ جو ایسے کفر کے کلمات تمہاری زبان سے ادا ہو رہے ہیں۔ تم اپنی طاقت کے گھمنڈ میں یہ بھی بھول گئے کہ جس خدا نے تمہیں یہ سب کچھ دیا ہے، وہی اسے واپس بھی چھین سکتا ہے۔ میری مانو تو اب بھی اپنے گناہوں سے توبہ کرلو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ توبہ کے دروازے بھی تم پر بند کردیئے جائیں۔''

بوڑھے کی بات سن کر جیسے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ موہن لال کے بعد کسی نے پہلی بار مجھے اس گستاخانہ لہجے سے مخاطب کیا تھا۔ میں اس کی یہ باتیں کس طرح برداشت کرسکتا تھا۔ میں نے اسے بھاگ جانے کا موقع بھی دیا تھا مگر اب میں اسے کشٹ دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میں اسے بتانا چاہتا تھا کہ میں کون ہوں، کیا ہوں چنانچہ میں نے ایک منتر پڑھ کر گردن کو جھٹک دیا۔ میرا گردن کا جھٹکنا تھا کہ میرے بیر شعلہ بن کر اس کی سمت لپکے۔ مجھے وشواس تھا کہ میرے بیر پل بھر میں اسے جلا کر بھسم کردیں گے لیکن اس سمے میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں کو اس بوڑھے کے شریر سے ٹکرا کر بے اثر ہوتے دیکھا۔

''افضل بیگ۔'' بوڑھے نے اس بار قدر سخت لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''تمہاری آنکھوں پر جو پردہ پڑا ہوا اسے دور کرنے کی کوشش کرو۔ اپنے قادر مطلق کو پہچانو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔''

''مورکھ۔'' میں گرج کر بولا۔ ''تو میرے ایک وار سے تو بچ گیا لیکن اب میں تجھے ایسا شراپ دوں گا کہ تیری آتما بھی سدا بیاکل رہے گی۔ لے سنبھال۔''

میں نے پینترا بدل کر آگم بتیال کا ایک خطرناک جنتر پڑھنا چاہا لیکن میری زبان پر جیسے تالے پڑ گئے تھے۔ میں نے بار بار کوشش کی کہ جنتر کا جاپ کروں لیکن میری قوت گویائی سلب ہوگئی تھی۔ سفید ریش بوڑھے کی انگلیاں تسبیح کے صاف وشفاف دانوں پر بڑی تیزی سے چل رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے اب جلال ٹپک رہا تھا۔ چند لمحے تک وہ خاموش کھڑا رہا پھر بولا۔

''افضل بیگ، اس بار میں تم کو معاف کررہا ہوں لیکن اتنا یاد رکھنا کہ اب اگر تم نے اپنی طاقت کا ناجائز استعمال کر کے کسی مجبور اور بے کس کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو خدا تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔''

میں اپنی جگہ کسی بت کی طرح کھڑا اس بوڑھے کو تکتا رہا۔ میری زبان بند تھی پھر اچانک مشک اور عنبر کی تیز خوشبو کا جھونکا میری ناک سے ٹکرایا۔ میرے اوپر غنودگی طاری ہونے لگی۔ میرے پپوٹے بوجھل ہوکر بند ہونے لگے۔ میرا ذہن یکبارگی پھر گھپ اندھیرے میں ڈھلتے سورج کی طرح غروب ہوگیا۔

دوبارہ مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو اسی مکان میں پایا جہاں میں نے ایک خوب صورت لڑکی کو پامال کیا تھا۔ دارو کی بوتل میرے سامنے رکھی تھی۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور ہر چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔ میرا ذہن ابھی تک بوجھل ہو رہا تھا۔ میں نے حالات پر غور کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ میں نے متعدد جنتر پڑھ کر اپنے بیروں کے ذریعے اس بوڑھے کو معلوم کرنا چاہا لیکن اس میں مجھے مایوسی ہوئی۔ بڑی دیر تک میں پیش آنے والے واقعات پر غور کرتا رہا پھر اس خیال سے کہ شاید میں نے دارو کے نشے میں کوئی خواب دیکھا ہوگا ان باتوں کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا اور دوبارہ دارو پینے میں مصروف ہوگیا۔ میں نے اپنے من کو یہ سوچ کر شانت (مطمئن) کردیا تھا کہ میں کرشن کمار مہاراج جو پاربتی، شیو شنکر اور دیوتاؤں کے بعد سنسار میں سب سے زیادہ طاقت ور ہوں۔ جس کی ہر آشا پلک جھپکتے میں پوری ہوتی ہے۔ بھلا اس کے مقابلے پر آنے کی ہمت کون کرسکتا ہے۔ جو کچھ میں نے دیکھا، وہ یقیناً ایک خواب ہی ہوگا۔

میں بات اور مختصر کرتا ہوں۔ دہلی میں مزید کچھ دن قیام کرنے کے بعد لکھنؤ اور کانپور میں اپنی شکتی کے جھنڈے گاڑتا ہوا بنارس جا پہنچا۔ لکھنؤ اور کانپور میں میرا قیام ایک مدت تک رہا لیکن اس عرصے میں کچھ ایسے واقعات پیش آتے رہے کہ میں کسی عورت کے ساتھ وقت نہ گزار سکا۔ گو یہ واقعات قابل ذکر نہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ لکھنؤ کے بانکوں کے دلوں پر میری طاقت کا ایسا رعب طاری تھا کہ ہندو تو ہندو، مسلمان بھی جہاں مجھے دیکھ لیتے تعظیماً جھک جاتے تھے۔ یہاں بھی میں نے ایسے تمام افراد کو چن

چن کر کڑی سزائیں دیں جو اپنے سے کمزوروں پر ظلم کرتے تھے۔ کانپور میں سرکشوں نے سر اٹھا رکھا تھا۔ جہاں دو چار سر پھرے ملے ایک ٹولی بن گئی پھر یہ ٹولی شرفا کی پگڑیاں سر بازار اچھالنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔ آئے دن گلی کوچوں اور کھلی سڑکوں پر ہنگامہ ہوتا رہتا۔ میرے چیلوں نے یہ صورت حال دیکھی تو مجھے آ کر بتایا۔ میں نے ان ٹولیوں کو قلع قمع کیا اور ایسے تمام بدمعاشوں کو گھیر گھیر کر سزائیں دیں جو شریف اور سیدھے سادے لوگوں کے لئے وبال جان بنے ہوئے تھے۔

دہلی میں سفید ریش بوڑھے والا واقعہ جسے میں خواب سمجھا تھا میرے ذہن سے یکسر نکل چکا تھا۔ یاد بھی کیسے رہتا جب کہ میں خود کو سنسار کا سب سے زیادہ بلوان اور مہان شکتی کا مالک سمجھ بیٹھا تھا۔ بہرحال بنارس پہنچ کر میں سیدھا جواد کے مکان پر گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ رضیہ کے ساتھ کچھ دن عیش و عشرت میں گزار کر الہ آباد آ جاؤں گا مگر جس وقت میں وہاں پہنچا رضیہ گھر پر موجود نہیں تھی۔ اس کے نوکر چاکر اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا تو وہ رضیہ کے بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔ ایک ملازم نے صرف اتنا بتایا کہ ادھر کچھ دنوں سے رضیہ روزانہ رات ہوتے ہی کہیں چلی جاتی ہے اور صبح سے پہلے اس کی واپسی نہیں ہوتی۔ ایک عرصے سے عورت کے قرب سے دور رہنے کی وجہ سے میرے اندر کا شیطان رضیہ کے گھر پہنچتے ہی بے چین ہو گیا تھا۔ میرے من میں کوئی ایسی ویسی بات رضیہ کی طرف سے نہیں تھی لیکن جب میں نے وہی منتر پڑھ کر آنکھیں بند کیں جس کی شکتی کے زور سے میں ہزاروں میل دور کی مطلوبہ چیزوں کو دیکھ سکتا تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مجھے ایسا احساس ہوا جیسے کسی نے بھرے بازار میں مجھ پر کیچڑ اچھال کر میرا اپمان کیا ہو۔

رضیہ اس سمے اپنے ایک آشنا کے ساتھ اس کے گھر میں رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھیں۔ میں نے اس مکان کا نقشہ ذہن نشین کرنے کے بعد آنکھیں کھول لیں۔ میری آنکھوں سے نفرت کے شعلے پھوٹ رہے تھے۔ میں بھلا یہ کس طرح برداشت کر سکتا تھا کہ رضیہ جسے جواد کے بعد میں نے پہلی بار سویکار کیا تھا، کسی اور کے ساتھ رنگ رلیاں منائے چنانچہ میں اسی وقت مطلوبہ مکان پر پہنچا اور دندناتا ہوا سیدھا اسی کمرے میں گھس گیا جہاں رضیہ اپنے ناپاک مشغلے میں مگن تھی۔ اپنے بیروں کے ذریعے میں نے یہ بھی پتا چلا لیا تھا کہ رضیہ کا آشنا پولیس کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہے۔ جواد کی شادی سے پہلے بھی وہ رضیہ کے عشاق میں سے تھا مگر اب تو اسے پوری طرح کھل کھیلنے کا موقع میسر آ گیا تھا۔ وہ دونوں اتنے محو تھے کہ انہیں میرے آنے کی اطلاع تک نہ ہوئی۔ شاید انہیں یقین تھا کہ بند دروازوں سے گزر کر کوئی بھی ان کی خلوت میں نہیں داخل ہو سکتا۔ میں ایک پل تک ان دونوں کو بڑے اطمینان سے دیکھتا رہا پھر میں نے گردن کی ایک ہی جنبش سے رضیہ کا کام تمام کر دیا۔ اس کی کربناک چیخ اور گردن سے ابلتا ہوا خون دیکھ کر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اچھل پڑا پھر جو اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ یہی سمجھ سکا کہ میں نے غالباً رضیہ پر کسی

ہتھیار سے حملہ کیا ہے۔ چنانچہ اس نے بڑی پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر بستر کے تپائی سے اپنا بھرا ہوا پستول نکالا اور میرا نشانہ لے کر بولا۔

''کون ہو تم اور بلا اجازت میرے کمرے میں کس لئے گھس آئے؟''

''میں تجھے اس بات کی سزا دینے آیا ہوں کہ تو نے میری امانت میں خیانت کی گستاخی کی ہے۔''

''لیکن اب تم میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکو گے۔ میں تمہیں جہنم رسید کر ڈالوں گا۔'' ڈپٹی صاحب جنہیں اس وقت اپنے تن بدن کا ہوش نہیں تھا جو میرے سامنے مادر زاد برہنہ کھڑے تھے کڑک کر بولے پھر مجھ پر فائر بھی کر ڈالے لیکن میرا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔ جھلاہٹ میں ان کی دونوں گولیاں ضائع گئی تھیں۔ پھر قبل اس کے کہ وہ تیسرا فائر کرتا میرے بیروں نے اشارہ پاتے ہی اس کا ٹینٹوا دبا دیا۔ اس کی موت بڑی اذیت ناک تھی لیکن میرا دل جواب فولاد کی طرح سخت ہو چکا تھا اس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ میں اس کی لاش کو ٹھوکر مار کر واپس جواد کے گھر آ گیا۔

رضیہ کی موت نے مجھے راکھشش بنا ڈالا تھا۔ اس کی بے وفائی نے میرے من کو کٹھور بنا دیا۔ پہلے نرملا پجارن نے میرے ساتھ دغا کی تھی اور اب رضیہ نے مجھ سے دھوکا کیا تھا چنانچہ میں نے طے کر لیا تھا کہ دھرتی کی تمام عورتوں سے اس کا بدلہ لوں گا۔ رات بھر میں بیاکل رہا۔ ایک پل کو بھی نہ سو سکا۔ رضیہ کی دغابازی میرے دل و دماغ کو کچوکے لگاتی رہی۔ دوسری صبح میں نے اشنان کرنے کے بعد بنارس کو خیر باد کہا اور آلہ باد کے لئے روانہ ہو گیا۔

الہ آباد پہنچتے ہی میرے مشاغل میں اور شدت آ گئی جو بھی خوب صورت عورت مجھے نظر آتی میں اسے اپنے بیروں کے ذریعے اٹھوا لیتا پھر اسے ایسا کشٹ دیتا کہ وہ بلبلا اٹھتی۔ اس کی سندرتا کو مسخ کر ڈالتا کہ کوئی دوسرا منش اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا لیکن حسن اتفاق سے یہاں میں نے جتنی بھی عورتوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا وہ سب ہندو تھیں۔

آٹھ ماہ تک میں الہ آباد میں رہنے کے بعد دوبارہ دہلی کے لئے روانہ ہو گیا۔ میں یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ دہلی جانے میں ارادے کو دخل تھا یا پھر کوئی غیر مرئی قوت مجھے وہاں گھسیٹ لے گئی تھی۔ بہرحال دہلی واپس جا کر میرے ساتھ جو حادثہ پیش آیا وہ اپنی نوعیت کا ایک ایسا عجیب و غریب اور انوکھا حادثہ تھا جس کو یاد کر کے آج بھی میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور مجھے جھرجھری آ جاتی ہے۔ وہ حادثہ جس نے مجھے منقلب کر دیا۔ کرشن کمار کو پہلی بار اپنی شکتی کا اندازہ ہوا۔ میں واقعات کو اسی ترتیب سے تحریر کر رہا ہوں جس طرح سے وہ پیش آئے۔

دہلی واپس آ کر میں نے اپنی شیطنیت کے سلسلے کو جاری رکھا۔ اب میں عورتوں کے سلسلے میں اس قدر سنگ دل اور وحشی بن چکا تھا کہ اگر دیوی بھی ایک بار میرے سامنے آتی تو میں اپنی شکتی کے گھمنڈ میں

اس کو بھی روند ڈالنے کے ارادے سے باز نہ رہتا۔ رضیہ کی موت کے بعد سے میرے لئے ہر شخص ایک جیسا ہوگیا تھا۔ میں جس کو مناسب سمجھتا روند ڈالتا اور جس کو چاہتا مالا مال کر دیتا۔ اب میرے پاس کوئی ایسی کسوٹی نہیں تھی جس پر مظلوم اور مجبور کو پرکھا جا سکتا ہو۔ میری ان باتوں اور حرکتوں کا پتا میرے چیلوں کو بھی تھا لیکن کسی میں اتنی جرات نہ تھی کہ آنکھ اٹھا کر بھی میری طرف دیکھ سکتا۔ اگر مجھے کسی پر اس بات کا شبہ بھی ہو جاتا کہ وہ میرے خلاف ہے تو میں اس کو اتنی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارتا کہ دیکھنے والوں کی روح تک تڑپ اٹھتی تھی۔

ان دنوں ہی میرے چیلوں میں سے ایک نے مجھے ایک مسلمان بزرگ کے بارے میں بتایا جو تعویذ گنڈوں کا کام کرتا تھا۔ کسی کے کہنے پر اس نے میرے چیلے پر کوئی ایسا عمل کیا تھا کہ وہ تین ماہ تک پٹی سے لگا رہا۔ بیماری سے نجات پاتے ہی وہ سیدھا میرے پاس آیا اور میرے چرن تھام کر رونے گانے لگا۔ میں نے اپنے بیروں کے ذریعے اصل بات کا کھوج لگایا تو مجھے پتا چلا کہ جو کچھ بزرگ نے کیا وہ حق بہ جانب تھا۔ غلطی کی ابتدا میرے چیلے کی ہی جانب سے ہوئی تھی لیکن جس انداز میں اس نے میرے کان بھرے اور اس ضعیف العمر کی طاقت کا تذکرہ کیا تھا تو اس نے مجھے تاؤ دلایا۔ میں نے طے کر لیا کہ اس شخص کو ضرور رکشٹ دوں گا۔ چنانچہ اسی وقت میں اپنے چیلے کو لے کر بزرگ کے مکان پر جا پہنچا۔ مجھے یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ اس نے کبھی کسی کو دیدہ و دانستہ پریشان کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بے حد ملنسار اور نرم مزاج واقع ہوا تھا۔ مجھے پھر دیکھ کر بھی اس کی پیشانی پر کوئی بل نہیں آیا بلکہ اس نے بڑی نرمی سے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کرشن کمار، اگر تم مہان شکتی کے مالک ہو۔ خدا اور بھگوان پر یقین رکھتے ہو تو یقین کرو کہ میں نے تمہارے چیلے کے ساتھ جو سلوک کیا وہ حق بہ جانب تھا۔''

اس وقت میں طیش کے عالم میں تھا اس لیے میں نے اس نیک مرد کی سنی ان سنی کر دی اور گرج کر بولا۔

''بڈھے، کیا تجھے یہ پتا نہیں تھا کہ یہ پجاری کرشن مہاراج کا چیلا ہے۔''

''غصے کو تھوک دو کرشن کمار۔ غصہ حرام ہوتا ہے۔'' اس نیک بزرگ نے مجھے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''طیش کی حالت میں انسان صحیح اور غلط کا فیصلہ نہیں کر پاتا۔''

''بکواس مت کر بڈھے۔'' میں نے حقارت سے گھورتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''تجھے اپنے کئے کی سزا ضرور ملے گی۔''

''سزا اور جزا خدا کے ہاتھ ہے کرشن کمار۔ انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ خدا کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھا سکے۔ میری مانو تو تم ٹھنڈے دل سے ان باتوں پر غور کرو۔ کیا عجب ہے کہ کل تمہیں

شرمندگی کا احساس ہو جائے۔''

''اپردھی۔ تیری یہ مجال ہے کہ تو میرے لیے ایسے شبد استعمال کر رہا ہے۔'' میں نے گرج کر جواب دیا پھر ایک منتر پڑھ کر اس کی سمت پھونک ماری تو میرے بیروں نے پلک جھپکتے میں اسے جلا کر راکھ کر ڈالا۔

مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس نیک مرد کی لڑکی برابر والے کمرے سے تمام باتیں سن رہی تھی لیکن جب اس نے باپ کو مرتے دیکھا تو چیختی چلاتی کمرے میں آ گئی۔ میں نے اسے قریب سے دیکھا تو وہ گلاب کے کسی پھول کی طرح تروتازہ اور شاداب نظر آئی۔ وہ ایک سرخ رنگت کی معصوم لڑکی تھی۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے چیلے کو باہر جانے کی ہدایت کی اور خود آگے بڑھ کر اس لڑکی کی کلائی تھامی اور اسے گھسیٹتا ہوا دوسرے کمرے میں لے گیا۔

لڑکی جو اپنے باپ کے غم میں پاگل ہو رہی تھی میرا ناپاک ارادہ بھانپ کر دیوانی ہوئی۔ پہلے وہ مجھے نوچتی کھسوٹتی رہی اور صلواتیں سناتی رہی لیکن میری شکتی کے آگے بے بس ہوگئی تو اس نے گڑگڑانا شروع کر دیا اور خدا اور رسول کا واسطہ دے کر مجھے میرے ارادے سے باز رکھنا چاہا لیکن میں اندھا ہو چکا تھا۔ اس کی دل ہلا دینے والی آہ و زاری سے مجھے کوئی سروکار نہیں تھا۔ یوں بھی شیر اس وقت تک اپنے شکار کو نہیں چھوڑتا جب تک اس کی بھوک پوری نہ ہو جائے۔ میری حالت بھی اس وقت کسی آدم خور شیر ہی جیسی تھی۔ مجھے کچھ زیادہ ہی لطف آیا کہ اس کی مزاحمتوں اور آہ و زاریوں سے میرے جذبے درندگی کی سیرابی ہوئی۔

میں نے پل بھر میں لڑکی کو بے بس کر دیا لیکن پیشتر اس کے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا مشک اور عنبر کی خوشبو کا تیز جھونکا میرے اطراف پھیل گیا۔ معاً مجھے اس سفید ریش بوڑھے کا خیال آ گیا جو میرے خیال کے مطابق مجھے خواب میں نظر آیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اس کی کہی ہوئی باتیں بھی یاد آ گئیں۔

ایک لمحے کے لیے میں نہ جانے کیوں پریشان ہوگیا پھر جو میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہی سفید ریش بزرگ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جن میں غضب اور جلال تھا۔ ان کے چہرے پر بھی جلال طاری تھا اور آنکھوں سے نفرت مترشح تھی۔ انگلیاں بڑی تیزی سے تسبیح کے دانوں پر چل رہی تھیں۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پایا تو بولے۔

''افضل بیگ، تمہیں بہت موقع دیا گیا مگر تمہیں راہ راست پر لانے کے لیے پہل کرنا ہوگا۔''

لڑکی مجھے بزرگ کی طرف متوجہ دیکھ کر کمرے سے بھاگ گئی تھی۔ میں نے اپنے شکار کو کمرے سے غائب پایا تو میرا غصہ اور تیز ہوگیا۔ میں نے اس بوڑھے شخص کو للکارا۔

"بوڑھے، تم نے میرے معاملے میں ٹانگ پھنسا کر اچھا نہیں کیا۔ ایک بار تم مجھ سے جان بچا کر بھاگ نکلے تھے پرنتو آج تم میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکو گے۔"

"افضل بیگ، اب بھی وقت ہے ہوش میں آ جا۔" بزرگ نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔ "مجھے مت للکار، میں کہتا ہوں ہوش میں آ جا۔"

"او بے لگام بوڑھے، کیا تجھے میری شکتی کا اندازہ نہیں ہے۔ میں تجھے پل بھر میں جلا کر بھسم کر سکتا ہوں۔" میں نے غصے سے کہا۔ "جب موہن لال جیسا مہان پجاری میری شکتی سے ہار مان گیا تو تُو کیا بیچتا ہے۔ میں تجھے اوش کشٹ دوں گا۔"

"بے ادب...... گستاخ...... تیرے مقدر کا لکھا اب پورا ہو کر رہے گا۔" بزرگ نے بڑی جلالی حالت میں یہ جملہ ادا کیا۔ تسبیح کے دانوں پر ان کی انگلیوں کی حرکت تیز ہو گئی۔

میں نے ایک جنتر پڑھنا چاہا لیکن میری یادداشت جیسے زنگ آلود ہو گئی۔ میرے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں زمین میں دھنستا جا رہا ہوں۔ جیسے میرے بدن کی ساری طاقت رفتہ رفتہ زائل ہو رہی ہو۔ میری رگوں میں شدید کھنچاؤ پیدا ہو رہا تھا اور پھر میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ میں نے اس کیفیت پر غالب آنے کے لیے اپنے سر کو جھٹکا اور خود کو اس بے ہوشی سے بیدار رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی لیکن میرے بدن میں جیسے رعشہ آ گیا تھا۔ ہر شے گھومتی نظر آ رہی تھی۔ دھرتی اور آکاش سب چکرا رہے تھے اور پھر مجھے اتنا یاد ہے کہ میں غش کھا کر زمین پر گر پڑا تھا۔

کیا آپ یقین کریں گے کہ دوبارہ جب میرے اوسان بحال ہوئے تو دنیا مجھے بدلی ہوئی معلوم ہوئی۔ میں ایک طویل مدت تک خود سے علیحدہ رہا۔ میں زندہ رہا مگر احساس زندگی سے محروم۔ جب مجھے اپنے متعلق اپنے وجود کے متعلق کچھ سوچنے کا احساس ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا حلیہ بدلا ہوا ہے۔ میرے جسم پر بے تحاشا بال اگے ہوئے ہیں۔ جسم پر کپڑے بری طرح پھٹے ہوئے ہیں۔ تمام غلاظتیں میں اپنے جسم پر اوڑھے ہوئے ہوں۔ میں نے اپنے جسم پر میل اور گندگی کی تہیں جمی ہوئی محسوس کیں۔ کرشن کمار ایک گداگر ایک ذلیل ترین۔ ایک نفرت انگیز شخص کی صورت میں مجھے نظر آیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: "میں کون ہوں۔"

انہوں نے نفرت سے آنکھیں پھیر لیں اور میری بات کا جواب دینے کے بجائے سہم کر چلے گئے۔ ایک بچہ مجھے دیکھ کر بھاگا۔ جب میں نے اس سے پوچھا۔ "یہ کون سی جگہ ہے؟"

"پاگل...... پاگل...... مجھے بچاؤ۔" وہ چیختا ہوا بھاگا۔ بعد میں جب لوگوں نے یہ دیکھا کہ میرے پاگل پن کی کیفیت ختم ہو چکی ہے اور میں مسلسل آہ و زاری کر رہا ہوں تو میرے قریب آئے اور مجھے بتایا کہ کوئی پانچ سال سے میں پاگل ہوں اور دیوانوں کی طرح سڑکوں پر مارا مارا پھرتا رہا ہوں

میرے چیلوں نے کئی بار مجھے اٹھانا چاہا مگر میں نے انہیں دھتکار دیا۔ شروع شروع میں ہندو عورتوں نے میری پوجا شروع کر دی تھی مگر جب انہیں محسوس ہوا کہ میری یہ کیفیت پاگل پنے کے سوا کچھ نہیں تو انہوں نے بھی آنا بند کر دیا۔ رفتہ رفتہ مجھے گزری ہوئی باتیں یاد آنے لگیں۔

یہ سب اسی مرد قلندر کی بددعا کا نتیجہ تھا۔ یقیناً یہ اس کی غیر معمولی طاقت کا ادنیٰ کرشمہ ہو گا کہ جس نے پاربتی دیوی کے عظیم سیوک کرشن کمار مہاراج کو عرش سے اٹھا کر فرش پر لا ڈالا تھا۔ کرشن کمار کے پاس اب کچھ نہ تھا۔ اس کا سارا غرور اس سے چھین لیا گیا تھا۔ میں نے ہوش میں آتے ہی محسوس کر لیا تھا کہ میری ساری ماورائی طاقتیں ختم ہو چکی ہیں۔ میں نے اپنے بیروں کو پکارا مگر میری آواز میرے حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ میں نے پاربتی کو آواز دی۔ شیو شنکر مہاراج کو یاد کیا۔ میں نے ادھر ادھر گزرتے ہوئے چیلوں سے مدد کی درخواست کی مگر سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کو ختم کرنے والے عظیم طاقت کے مالک کرشن کمار مہاراج کی بات پر کسی نے کان نہ دھرے۔ میرے بیر مجھ سے دور ہو گئے۔ میرے منتر بے اثر ہو گئے۔ سب کچھ مجھ سے چھن گیا۔ آہ تو کیا یہ سب فریب تھا۔ ہاں یہ سب فریب تھا۔ وہ پاربتی کہاں گئی جس کے اشاروں پر کرۂ ارض حرکت میں آ جاتا ہے، وہ بیر کہاں گئے جو پلک جھپکتے ہی قہر بن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ گنیش دیوتا...... وہ اسرار...... جنہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ سب کہاں چلے گئے۔ جب اس بزرگ نے مجھے کشٹ دیا تو وہ میری مدد کو کیوں نہیں آئے۔ میرا مذہب...... میں جو افضل بیگ تھا۔ میں اپنے مذہب عظیم سے بچھڑ گیا۔ میری آنکھوں پر پردہ پڑ گیا تھا۔ سونا گھاٹ کے اس پُراسرار پجاری سے انتقام لینے کے لیے جو جتن میں نے کئے ان کی حیثیت کیا تھی۔ میں نے اپنی زندگی کے سنہرے ماہ و سال، جاپ، ریاضت، مشقت، سزا، دکھ، اذیت، ظلم اور درندگی میں گزارے۔ سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کو ختم کرنا کون سا مشکل کام تھا۔ جب کہ سونا گھاٹ کے پجاری جیسی طاقت رکھنے والا کرشن کمار ایک لمحے میں سب کچھ کھو بیٹھا۔ میرے دل میں پہلی بار اپنے پرانے مذہب سے شدید محبت کا جذبہ پیدا ہوا۔ ایسا جذبہ جو کچھ کھو کر ہی پیدا ہوتا ہے۔ پہلی بار مجھے اپنے مذہب کی عظمت کا احساس ہوا۔ میں نے سڑک پر گندگی کے عالم میں بے تحاشا سجدے کرنے شروع کر دیے اور پھر اسی عالم میں اٹھ کر میں نے بے تحاشا بھاگنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے سڑکوں پر شکستہ لباس میں ملبوس ایک شخص کو پاگلوں کی طرح بھاگتے دیکھا۔

میں فاصلوں کو طے کرتا رہا۔ میلوں...... مجھے یاد نہیں کہ کب تک میں اس وحشت میں بھاگتا رہا۔ جب میں منزل پر پہنچا تو میں نے رو رو کر ساری عمارت اور اس کے مکینوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ میرا چہرہ خون سے لہولہان تھا۔ میں غوث پاک کے مزار مبارک کے سنگ مقدس پر اپنا سر پھوڑ رہا تھا۔

ایک بزرگ مجاور نے مجھے اس کیفیت سے بیدار کیا۔ انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور اپنے

سینے سے لگا لیا۔ مجھے کپڑے پہنائے گئے۔ غسل کرایا گیا۔ میرے جسم کو خوشبویات سے معطر کیا گیا اور پھر میں نے غوث پاک کے مزار پر حاضری دی اور تمام تر عجز کے ساتھ اپنے گناہوں سے معافی کے لیے غوث پاک کی سفارش چاہی۔

کتنے موقعے آئے جب مشک اور عنبر کی خوشبو اور اس خضر منزلت بزرگ نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی مگر میرے مقدر میں تو رسوائیاں لکھی تھیں۔ جب موقع آیا تو مجھے بدلتے دیر نہیں لگی۔ لمحوں میں میرا قلب منور ہو گیا۔ لمحوں میں مجھے کفر اور ایمان کا تجزیہ کرنے اور شناخت کرنے کی سعادت نصیب ہوگئی۔

ان واقعات کو آج چالیس برس سے زیادہ گزر چکے ہیں، اس عرصے میں، میں نے ان بزرگ کو تلاش کرنے کی خاطر دہلی کا کونا کونا چھان مارا۔ ہندوستان مین اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دی لیکن دوبارہ کبھی وہ مرد قلندر مجھے کہیں نہ مل سکا جس نے کفر کی راہ سے ہٹا کر مجھے ایمان کی دولت سے سرفراز کیا تھا۔

پاربتی، بیر، مندر، گنیش دیوتا، پجاری، نرملا، رضیہ، دیوداسیاں۔ وہ دنیا عجیب تھی۔ وہ حقیقت کتنی تلخ تھی۔ میں جہاں جہاں گیا اور جس جس عالم میں گزرا۔ دنیا کے کم ہی انسان ایسی غیر معمولی کیفیتوں سے دوچار ہوئے ہوں گے اور دنیا کے کم ہی انسانوں کو اپنے گناہوں پر اتنی ندامت ہوئی ہوگی۔ جتنی مجھے ہے۔

لوگوں نے اس سلسلے کے بارے میں بعض مقامات کردار اور دیگر ماورائی اشیاء کی وضاحت چاہی۔ میں نے یہ سلسلہ صرف واقعاتی انداز میں تحریر کیا ہے۔ ہندو دھرم کا میں نے علمی اور نظریاتی حیثیت سے بھی مطالعہ کیا ہے اور بہت قریب سے اسے محسوس کیا ہے۔ میں اسے ضرور لکھوں گا۔ شاید مجھے اتنی مہلت ضرور مل جائے کہ میں اپنے مشاہدات اور تاثرات کا علمی تجزیہ کرسکوں۔ میرا خیال ہے یہ ایک قیمتی کتاب ہوگی۔

ختم شد